اِک شخص۔ اِک تحریک

اُسامہ بن لادن



طارق اسمٰعیل ساگر

اُسامہ بن لادن

طارق اسمٰعیل ساگر

سیونتھ سکائی پبلی کیشنز

غزنی سٹریٹ، الحمد مارکیٹ، 40۔اردو بازار، لاہور فون: 7223584

نام کتاب	....	اُسامہ بن لادن
مصنف	....	طارق اسمٰعیل ساگر
ناشر	....	مسعود مفتی۔یاسر
مطبع	....	زاہدہ نوید پرنٹرز، لاہور
سنِ اشاعت	....	دسمبر 2006ء
قیمت	....	-/200روپے

☆......ملنے کا پتہ......☆

سیونتھ سکائی پبلی کیشنز

غزنی سٹریٹ الحمد مارکیٹ 40۔اردو بازار، لاہور

فون: 7223584، موبائل 0300-4125230

علم وعرفان پبلشرز

34-اردو بازار، لاہور فون: 042-7352332-7232336

عرضِ مصنف

اُسامہ بن لادن کو ممکن ہے 21 اگست سے پہلے بہت کم لوگ جانتے ہوں لیکن امریکہ بہادر کی مہربانیوں اور کرم فرمائیوں سے جو اس نے اپنے ٹام ہاک کروز میزائلوں کی صورت میں سوڈان اور افغانستان پر کیں اب ساری دنیا اُسامہ بن لادن کو جاننے لگی ہے۔ امریکہ اور اس کے حواری اس سچائی کو قبول کریں یا نہ کریں لیکن اس تلخ حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ آج اُسامہ بن لادن ہر مسلمان نوجوان کے دل کی دھڑکنوں میں بس چکا ہے۔

ہر ایسا مسلمان جو دنیا کے کسی بھی کونے میں اپنی آزادی اور خود پر مسلط جبر کے خلاف سرگرم جہاد ہے وہ اُسامہ بن لادن کو اپنا راہنما تسلیم کرنے لگا ہے۔ فلپائن، چیچنیا، کسووو، کشمیر، افغانستان غرض جہاں جہاں مسلم نشاۃ ثانیہ کی غیروں کے پنجہ استبداد سے آزادی کی تحریک موجود ہے وہاں اُسامہ بن لادن موجود ہے۔

تاریخ نے اس سے پہلے ایک ایسا ہی منظر دیکھا تھا جب امریکہ نے عراق پر اپنے نام نہاد اتحادیوں سمیت میزائلوں کی بارش کی تو ساری دنیا کے مسلمانوں نے یہ جانے بغیر کہ صدام کون ہے؟ اس کی تصاویر اپنے گھروں، دفاتر اور سینوں پر سجالی تھیں۔

افسوس! صدام حسین نے امت مسلمہ کو مایوس کیا!

افسوس! وہ سوائے ڈینگیں مارنے کے، بڑھانکنے کے اور کچھ نہیں کرسکا!

افسوس! اس نے جوتے اور پیاز دونوں کھائے اور کھا رہا ہے!

لیکن.........اس مرتبہ امریکہ دھوکا کھا گیا۔

اس مرتبہ امریکہ نے جس مردِ حر کو نشانہ بنانا چاہا وہ اتنے ہی آہنی اعصاب اور عزائم رکھتا ہے جتنے مضبوط خوست پتھریلے پہاڑ ہیں۔

خوف اسے چھو کر نہیں گزرا۔

وہ خود عالمی سامراج کے لیے دہشت کی علامت ہے۔

اس کا کہنا ہے میں زندہ رہوں یا مر جاؤں یہ بات کچھ اہمیت نہیں رکھتی۔ مجھے اطمینان ہے کہ میری موت کے بعد دنیا بھر میں موجود ہزاروں مسلم نوجوان میرے مشن کو جاری رکھیں گے۔

اس کا کہنا ہے کہ وہ حرمین الشریفین سے امریکیوں کے ناپاک قدم نکال کر ہی دم لے گا۔

وہ عالم اسلام سے غیر ملکی فوجوں کو نکل جانے کے لیے کہہ رہا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ مسلم دنیا کی ساری دولت بزدل مسلمان حکمرانوں کو بلیک میل کر کے ڈرا دھمکا کر امریکی ہڑپ کر رہے ہیں۔

امریکہ جونک کی طرح جسد اسلامی سے خون چوس رہا ہے۔

وہ کہتا ہے مسلمان ملکوں کے حکمران وہاں کے عوام کی نمائندگی نہیں کرتے۔ کسی مسلم ملک کے عوام وہ نہیں چاہتے جو وہاں کے حکمران کر رہے ہیں یا چاہتے ہیں۔

اُسامہ بن لادن مسلم نشاۃ ثانیہ کا خواب دیکھ رہا ہے۔ اس کا کہنا ہے وہ دہشت گرد نہیں لیکن جس طرح مسلم ممالک کے حکمران اپنے عوام کے ہاتھ پاؤں باندھ کر امریکہ کے سامنے پھینک رہے ہیں یوں بھیڑ بکریوں کی طرح وہ انہیں امریکہ کا تر نوالہ نہیں بننے دے گا۔

امریکہ نے اس پر میزائلوں سے حملہ کیا تو اس نے صدام حسین کی طرح بڑھکیں نہیں ماریں۔

اس نے ایک ہی بات کہی کہ امریکہ نے اپنا کام کر لیا ہے اب ہمیں اپنا کام کرنا ہے۔

یوں تو امریکی صدر کلنٹن نے اپنے عوام کو ورغلانے اور اپنے جنسی سکینڈل پر اٹھنے والے غبار کو ختم کرنے کے لیے اچانک اتنا بڑا فیصلہ کر لیا لیکن یہ بات امریکہ ہی نہیں دنیا کا ہر ذمہ دار شخص جانتا ہے کہ صدر کلنٹن نے ساری دنیا میں موجود امریکی شہریوں کو احساس عدم تحفظ کا شکار بنا دیا ہے۔

آج امریکن خود کو غیر محفوظ سمجھ رہے ہیں۔

امریکہ کی ہر قابل ذکر عمارت پر سکیورٹی کے انتظامات میں اضافہ کر دیا گیا ہے۔

امریکہ خوفزدہ ہے۔

اس اکیلے انسان سے جس کا اپنا کوئی وطن نہیں رہا۔ کہ اس کے وطن نے اس کی شہریت منسوخ کر دی ہے۔

آپ نے دیکھ لیا دنیا کی سپر پاور کی اوقات! آپ نے جان لیا کتنا دم خم ہے امریکہ میں! شاید امریکن نہیں جانتے کہ جتنی محبت انہیں زندگی سے ہے اس سے کئی گنا زیادہ عشق اُسامہ بن لادن کو موت سے ہے۔

یہی فرق اس کی برتری پر دلالت کرتا ہے۔ اُسامہ اپنی کشتیاں جلا کر آیا ہے اس نے اپنا کھربوں روپیہ مسلمان مجاہدوں کی نذر کر دیا ہے۔

سعودی عرب کا وہ شہزادہ جس کے دستر خوان پر صبح کے ناشتے سے رات کے کھانے تک درجنوں انواع واقسام کے کھانے سجا کرتے تھے آج غاروں کو اپنا مسکن بنا چکا ہے۔

سنڈے ٹائمز کی نامہ نگار کہتی ہے اس نے ایک ''ڈنر'' پر دیکھا اُسامہ بن لادن اور اس کے پانچ ساتھیوں نے اس رات دستر خوان پر چار ابلے ہوئے انڈے آپس میں بانٹ کر کھائے۔

ریشم وکمخواب کے بستر پر سونے ڈالا آج پتھریلی زمین پر بندوق سرہانے رکھ کر سوتا ہے۔

زندگی کی وہ کون سی آسائش تھی جو اس کے گھر کی باندی نہیں رہی......اور زندگی کا وہ کون سا الم ہے جو اس پر نہیں ٹوٹا۔

لیکن......وہ ثابت قدم ہے۔

استقامت کا پہاڑ بن کر اپنے قدموں پر کھڑا عالم کفر کو للکار رہا ہے۔

سلامتی ہو اس پر۔

سلام ہے اس کی عظمت کو۔

طارق اسمٰعیل ساگر

نیا ایڈیشن اُسامہ بن لادن

عرضِ مصنف

اُسامہ بن لادن پر میں نے یہ کتاب 1998ء میں لکھی تھی۔ تب سے اب تک پلوں کے نیچے سے بہت سا پانی بہہ چکا ہے۔ آج دسمبر 2001ء میں طالبان حکومت تو ختم ہو چکی ہے لیکن ان کا نظریہ اپنی تمام تر صداقت کے ساتھ زندہ ہے۔ اُسامہ بن لادن کو 11 ستمبر کے سانحے کا ذمہ دار قرار دے کر امریکہ نے بغیر کسی ثبوت کے شمالی اتحاد کے ذریعے روئے زمین پر ممکن ہر ظلم، بہیمت اور درندگی کا مظاہرہ کروایا ہے اور آسمانوں سے ہر ممکن وحشت، آتش و آہن کی صورت نازل کی ہے لیکن الحمدللہ اُسامہ بن لادن کا عزم ناقابل تسخیر ہے۔ آج بھی ''تورابورا'' کے پہاڑوں میں مسلمان عورتیں، بچے، مرد صبر و استقامت کا پہاڑ بنے سپر پاور کے ہزاروں ٹن گولہ بارود کو برداشت کر رہے ہیں۔ شمالی اتحاد کے انسان نما خون آشام بھیڑیوں کے حملوں کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ ان کا انجام نہ تو ان سے پوشیدہ ہے نہ ہی کسی عاقل و بالغ شخص سے۔ سب جانتے ہیں وہ بالآخر اپنی منزل مقصود یعنی شہادت پالیں گے۔

لیکن...... کیا دنیا کا کوئی بھی انصاف پسند اسے ان کی شکست کہہ سکتا ہے؟

کیا دنیا کا کوئی بھی انصاف پسند اسے امریکہ کی فتح کہہ سکتا ہے؟

بے ضمیری، بے غیرتی، غداری اور ایمان فروشی ہمارے لیے کوئی نئی اصطلاحیں نہیں۔ ہماری تاریخ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے۔

انتہائی مختصر، فانی زندگی کے لیے غیروں کے جھوٹ کو سچ اور اپنے سچ کو جھوٹ بتانے اور بنانے والے ضمیر فروش اگر یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے اقتدار کو دوام رہے گا تو وہ احمقوں کی جنت میں رہتے ہیں۔

اگر ہار جیت کا نظریہ وہ ہے جو ہمیں دکھایا اور بتایا جا رہا ہے تو ہمیں تسلیم کر لینا چاہیے کہ (خاکم بدہن) میدان کربلا میں جیت یزید کی ہوئی تھی اور ہار امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لیکن نہیں...... سچ یہ نہیں۔ تاریخ کا سچ ہمارے غلیظ، منافق اور مکروہ دماغوں سے نکلے سچ سے مختلف ہوتا ہے۔ کسی کو سمجھ نہ آئے یا کوئی سمجھنا نہ چاہے تو اس کی مرضی، لیکن سچ کو جھوٹ کے پردوں میں چھپایا نہیں جا سکتا۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے۔ اور اپنے راستے پر چلنے والوں کی آزمائش اللہ کی سنت ہے۔

تازہ ایڈیشن کچھ اضافے کے ساتھ آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں تاکہ ''اُسامہ بن لادن'' اپ ٹو ڈیٹ ہو جائے۔

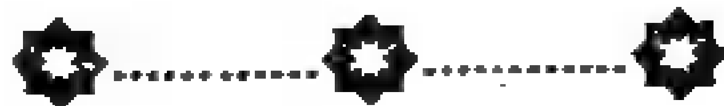
میری یہ کتاب ادارہ سیونتھ سکائی پبلی کیشنز سے شائع ہو رہی ہے جس کے بعد اُمید ہے کہ آپ کی وہ شکایات جو آپ میری کتابوں کے لئے استعمال ہونے والے کاغذ، جز بندی اور پروف ریڈنگ سے متعلق کیا کرتے ہیں جس طرح یہ قاری کی خواہش ہوتی ہے کہ کتاب معنوی ہی نہیں، صوری طور پر بھی خوبصورت دکھائی دے۔ مصنف بھی یہی چاہتا ہے کہ اس کی تخلیق جب پیکر میں ڈھلے تو اتنی ہی خوبصورت دکھائی دے جیسا کہ اس نے سوچا اور لکھا۔

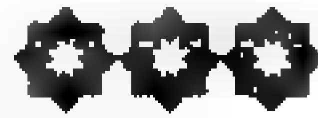
ہمارے ہاں بدقسمتی سے حکومت کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ قاری اور کتاب کا رشتہ ختم ہو جائے اس کے لئے بہترین ہتھیار کاغذ کی گرانی ہے جسے ہر حکومت نے کلہاڑے کی طرح استعمال کیا ہے۔ دنیا کے جاہل ترین معاشروں میں بھی کتاب کے لئے استعمال ہونے والے کاغذ پر حکومتیں رعایت دیتی ہیں ہمارے ہاں اُلٹی گنگا بہتی ہے اور زمانے بھر کے ٹیکس کاغذ پر تھوپ کر اُسے اتنا مہنگا اور نایاب کر دیا جاتا ہے کہ خدا کی پناہ۔

ان حالات میں جو پبلشرز کتاب خوبصورت انداز میں آپ تک پہنچاتے ہیں بلاشبہ وہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ سیونتھ سکائی پبلی کیشنز بھی ان میں شامل ہے میری تمام پرانی کتابیں اسی ادارے سے ملیں گی اور جلد ہی انشاء اللہ نئی کتابیں بھی۔

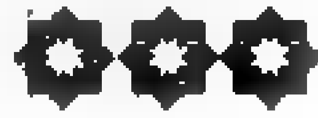
آپ سے درخواست ہے کہ میری کتابیں طلب کرتے ہوئے ادارہ سیونتھ سکائی پبلی کیشنز کا نام ضرور دیکھ لیا کریں تاکہ آپ تک معیاری کتاب پہنچے۔

طارق اسمٰعیل ساگر





فقر کی جب سان پر چڑھتی ہے تیغ خودی
اِک سپاہی کی ضرب کرتی ہے کار سپاہ



دسمبر 79ء کی ایک سرد شام تھی، ایک خوبصورت عرب نوجوان اپنے گھر کے ایک پرسکون کمرے میں آتش دان کے قریب بیٹھا تھا۔ کمرے کی روشنی بند تھی اور وہ نوجوان گہری سوچوں میں گم تھا۔ اسے اپنے والد کی باتیں یاد آ رہی تھیں، اس دور کی باتیں جب یہ کم عمر تھا، والد سب بیٹوں کو ارد گرد جمع کر کے کہتا "میرا کونسا بیٹا مجاہد بن کر عرب کے ان مجاہدوں کی تاریخ زندہ کرے گا جن کے گھوڑوں کی ٹاپوں اور تلواروں کی جھنکار سے کفار کانپ اٹھتے تھے"۔ اس باپ کے بیٹے اس بات پر مسکرا دیتے اور جواب میں کہتے "بابا اب وہ زمانہ ختم ہو گیا ہے جب گھوڑوں اور تلواروں کا دور تھا۔ ایک مجاہد کی قیادت میں دشمن کی فوجوں کو شکست دی جاتی تھی"۔ ان میں سے ایک بیٹا خاموشی سے ایک کونے میں بیٹھ کر یہ باتیں سنتا اور کوئی جواب نہیں دیتا۔ باپ کی نظر اس پر پڑتی، اسے قریب بلاتا، پیار کرتا اور کہتا "میرا یہ بیٹا ضرور مجاہد بنے گا اور دیکھو بیٹا میں تمہیں سچ مچ ایک مجاہد کے روپ میں دیکھنا چاہتا ہوں"۔

اس باپ کا نام محمد بن عود بن لادن تھا اور جس بیٹے کو وہ مجاہد دیکھنا چاہتا تھا اس کا نام اُسامہ بن لادن تھا۔ اُسامہ بن لادن اپنے کمرے میں ابھی اپنے والد کی ان باتوں کو یاد ہی کر رہا تھا کہ کچھ فاصلے پر پڑے ہوئے ریڈیو پر جونہی بین الاقوامی خبروں کا آغاز ہوا، پہلی خبر یہ تھی کہ سوویت فوجوں نے اسلامی ملک افغانستان پر حملہ کر دیا ہے۔ یہ خبر سنتے ہی اُسامہ کے کانوں میں اپنے والد کے وہ الفاظ بار بار گونجنے لگے کہ "بیٹا میں تمہیں مجاہد کے روپ میں دیکھنا چاہتا ہوں"۔ اُسامہ بن لادن ایک لمحے میں اٹھ کھڑے ہوئے اور انتہائی بے چینی میں کمرے کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک چکر لگانے لگے۔ وہ اگلے ہی لمحے افغان جہاد میں حصہ لینے کی منصوبہ بندی کرنے لگے۔ افغان جہاد سے لے کر امریکہ کے خلاف ٹکراؤ تک ایک طویل اور حیران کن داستان ہے۔ اب آہستہ آہستہ سب کچھ سامنے آ رہا ہے لیکن کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ سپر طاقتوں سوویت یونین اور امریکہ کے علاوہ اسرائیل اور بھارت کی مختلف محاذوں پر نیندیں حرام کرنے کے پیچھے کون تھا......؟ اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ وہ اُسامہ بن لادن ہی تھا۔ لیکن جب 25 مئی 98ء کو افغانستان میں 14 رکنی صحافیوں کی ٹیم

کے سامنے اُسامہ بن لادن نے ''انٹرنیشنل اسلامک فرنٹ'' کے قیام کا اعلان کیا اور اس کے ساتھ ہی امریکہ اور اسرائیل کے خلاف دنیا بھر میں باقاعدہ جہاد کا اعلان بھی کردیا تو یہ اعلان امریکہ کے لئے غیر متوقع تھا اور امریکی خفیہ ایجنسی سی آئی اے اس سے بالکل بے خبر تھی جبکہ اس کے مقابلے میں اُسامہ نے یہ اعلان عجلت میں نہیں کیا بلکہ اس کے پیچھے پورے ایک سال کا ہوم ورک تھا۔ مکمل منصوبہ بندی کی گئی۔

اس کی سب سے بڑی کامیابی یہ تھی کہ تمام کام سو فیصد راز داری سے کیا گیا جو اس بات کا ثبوت تھا کہ اس وقت اُسامہ کے اردگرد جو ٹیم موجود تھی وہ مکمل با اعتماد تھی اس میں کسی غدار کا کوئی شائبہ تک نہیں تھا، اُسامہ بن لادن کے اسلامک فرنٹ کو پانچ ممالک کی خفیہ انداز میں سرکاری سطح پر بیس کے قریب اسلامی ممالک کی غیر سرکاری تنظیموں اور کئی مجاہد فورسز کی حمایت حاصل رہی جبکہ ایک سو سے زائد عرب امیر تاجر اسے فنڈز فراہم کر رہے تھے۔ تین پڑوسی ممالک کی طرف سے اسے مکمل یقین دہانی کرائی گئی کہ ان محاذوں سے اسے کوئی خطرہ نہیں ہوگا لیکن سرکاری طور پر آن ریکارڈ اس کی حمایت ظاہر نہیں کی جائے گی۔

مجھے یاد ہے وہ اس عظیم مجاہد کی مسلسل تیسری رات تھی جو عشاء کی نماز سے لے کر فجر کی اذان تک غار نما مسجد میں عبادت میں گزری تھی۔ ایک گھنٹہ تک اُسامہ بن لادن نے اللہ تعالیٰ کے حضور زاروقطار روکر شہادت کا رتبہ حاصل کرنے کی دعا مانگی اُسامہ آنسوؤں سے تر ہو گیا، پھر ایک دم روشن چہرے کے ساتھ اٹھا اور اس روز اُسامہ نے خود ہی فجر کی اذان دی۔ خاموشی سے سب کو گلے لگایا نماز کی ادائیگی سے قبل مختصر خطاب کیا ''عزو ذلت موت اور زندگی صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ میں سپر پاور صرف خدا کی ذات کو مانتا ہوں۔ میری نہ ہی امریکہ اور نہ ہی امریکیوں سے ذاتی دشمنی ہے۔ جب امریکہ، اسرائیل یا کوئی بھی غیر اسلامی ملک اسلام، اسلامی ممالک یا مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کا سوچے گا تو اسے اب اسلام کے مجاہدوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ میرے قابل احترام بھائیو، مجھے کسی سے کوئی گلہ نہیں میرے ساتھ وہی رہے جو صرف شہادت کو اپنی منزل سمجھتا ہو اور واضح رہے کہ میرا شہادت کے علاوہ اب کوئی راستہ نہیں، باقی سب راستے بند ہو چکے ہیں، اگر تمام مسلمان دنیا میں شہادت کی منزل کی حقیقت کو جان لیں تو خدا کی قسم پورا عالم اسلام جہاد کی راہ اختیار کرلے اور اسلامی حکومتوں کو میرا پیغام ہے کہ وہ جہاد کے مفہوم کو سمجھیں اگر وہ جہاد کی راہ اپنائیں گے تو دنیا امن کا گہوارہ بن جائے گی اگر وہ جہاد سے دور بھاگیں گے تو ہر وقت جنگ ہی جنگ ہے۔ اگر آپ غیر مسلم دنیاوی طاقتوں کے شر سے محفوظ رہنا چاہتے ہو تو فوراً جہاد کا اعلان کرو اور بھائیو آؤ اسلام اور مسلمانوں کے لیے دعا کریں......!!

اس کے چند روز بعد ہی اُسامہ نے غیر ملکی صحافیوں کو بلا کر ''انٹرنیشنل اسلامک فرنٹ'' کے قیام

کا اعلان کر کے امریکہ اور اسرائیل کے خلاف واضح جہاد کا اعلان کر دیا۔ مجھے پہلے آپریشن کا علم بھی ہو گیا تھا اور دوسری طرف ہونے والی منصوبہ بندی کی خبریں بھی موصول ہو رہی تھیں۔ اگرچہ وقت سے قبل کھل کر لکھنا ممکن بھی نہیں تھا اور درست بھی نہیں تھا میں نے نوائے وقت کے ایک جریدے میں 16 جولائی 98ء کو صرف اتنا لکھ دیا تھا کہ ''اُسامہ بن لادن اور امریکی ایجنسیوں میں خوفناک ٹکراؤ ہونے کو ہے''۔ انٹرنیشنل اسلامک فرنٹ کی سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھنے اور اس کے توڑ کے لیے امریکہ کے حساس اداروں نے علیحدہ فورس تشکیل دے دی ہے اور اس کے لیے بھاری بجٹ بھی مختص کر دیا گیا ہے۔'' پھر کیا تھا۔ مجھ سے درجنوں ''نامعلوم'' افراد نے کیا کیا پوچھنے کی کوشش نہیں کی لیکن خدا گواہ ہے کہ مجھے اتنا معلوم تھا کہ فلاں فلاں تاریخوں میں کچھ ہونے والا ہے لیکن ہرگز معلوم نہیں تھا کہ کیا ہونے والا ہے......

نیروبی اور دارالسلام میں ہونے والے دھماکوں سے تقریباً چار روز قبل مقبوضہ کشمیر میں جہاد کرنے والے ایک مجاہد کو میں نے لاہور میں تلاش کیا۔ میں اس کے ذریعے لاہور میں اُسامہ کے ایک عرب نمائندے تک پہنچنا چاہتا تھا......ان دنوں چونکہ میرا اُسامہ تک آسان ذریعہ سے پہنچنا ممکن نہیں تھا اور مجھے کچھ کچھ سگنل ایسے مل رہے تھے کہ میں اُسامہ کا ایک خصوصی انٹرویو کر لوں کیونکہ اس کے بعد شاید اُسامہ سے براہ راست انٹرویو ممکن نہ ہو لیکن میری قسمت میں ایسا نہیں تھا۔ اگلے ہی روز دنیا بھر میں اُسامہ کے ساتھیوں کو روپوش ہو جانے کا سگنل مل چکا تھا۔ اور جس عرب مجاہد تک لاہور میں میں نے پہنچنا تھا وہ اگلے ہی لمحے میری پہنچ سے باہر تھا۔

1956ء میں یمنی نژاد سعودی باشندے محمد بن عود بن لادن کے ہاں پیدا ہونے والا بچہ اُسامہ بن لادن تھا۔ محمد بن عود بن لادن کی کئی بیویاں تھیں اُسامہ اپنے باپ کے بائیس بیٹوں میں سے اٹھارویں نمبر پر تھا لیکن لادن اپنی ماں کا اکلوتا بیٹا تھا۔ لادن کی ماں سعودی تھی۔ اُسامہ نے ایک بار بتایا تھا کہ اس کے والدین انتہائی غربت کی حالت میں ایک ٹوٹی ہوئی جیپ میں یمن سے سعودی عرب اس دور میں آئے تھے جب شاہ عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن کے دور کے آخری دن تھے اور ان دنوں آہستہ آہستہ سعودی عرب تیل کی دولت سے مالا مال ہو رہا تھا۔ لادن خاندان دین داری، محنت اور نیک نامی کے باعث جلد ہی شاہ فیصل بن عبدالعزیز کی قربت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا بعد میں محمد بن لادن کا شمار شاہ فیصل کے عزیز ترین دوستوں میں ہونے لگا۔ عرب میں یہ بات مشہور ہے کہ شاہ فیصل دو افراد کی موت پر روئے تھے ایک محمد بن ابراہیم اور دوسرے اُسامہ کے والد محمد بن عود بن لادن۔ اُسامہ کے والد شاہ فیصل کے دور میں وزیر کے عہدے پر بھی رہے وہ ایک تعمیراتی کمپنی (شرکۃ الادن) کے مالک تھے۔

شاہ فیصل نے اُسامہ کے والد کی وفات پر کہا تھا کہ ”آج میرا دایاں بازو کٹ گیا ہے“۔
اُسامہ بن لادن نے حجاز سے اقتصادیات کی تعلیم حاصل کی اور برطانیہ سے تعمیراتی انجینئرنگ کی ڈگری حاصل کی تھی۔ کیا معلوم تھا کہ اقتصادیات اور انجینئرنگ کی ڈگری اسے جہاد میں کس قدر کام دے گی۔

اُسامہ بن لادن نے لڑکپن کی عمر تک تاریخ اسلام اور مجاہدین اسلام سے متعلق سینکڑوں کتابیں پڑھ لی تھیں، وہ کم عمری ہی میں جہاد کی طرف راغب ہو گئے تھے۔ وہ بزرگوں سے مشورہ لے کر اور رہنمائی حاصل کر کے اسلامی لٹریچر، قرآن احادیث اور تفسیر کا بغور مطالعہ کرتے۔ وہ قرآن کی قرات سننے کے بے حد شوقین تھے۔ اکثر اپنے کمرے میں رات کو ٹیپ ریکارڈ پر کسی نہ کسی معروف قاری کی قرات سنتے اور پھر اشکبار ہو جاتے۔ وہ مکہ مکرمہ میں ہفتہ وار درس میں ضرور شمولیت اختیار کرتے۔ بیس سال کی عمر میں اُسامہ کی شادی ہو گئی تھی۔ جس وقت وہ افغانستان میں مقیم رہے ان کے ہمراہ تین بیویاں تھیں ایک بیوی شامی اور دو سعودی تھیں اور پندرہ کے قریب اُسامہ کے بچے ہیں۔ اُسامہ نے ارب پتی تاجر ہونے کے باوجود ہمیشہ سادہ زندگی بسر کرنے کو ترجیح دی۔ جن دنوں وہ سوڈان میں رہ رہے تھے۔ شدید گرمی تھی لیکن وہ ایئر کنڈیشنڈ استعمال نہیں کرتے تھے ان کا کہنا تھا کہ انہیں آسان زندگی پسند نہیں، مجاہد کی زندگی، جنگلوں، غاروں اور ریگستانوں میں گزرتی ہے۔ افغان جنگ میں وہ ایک جرأت مند کمانڈر مشہور تھے۔ یکلیا کے محاذ پر انہوں نے بڑی مشکل اور یادگار جنگ لڑی کم اسلحہ اور کم نفری سے انہوں نے اس محاذ پر جنگ لڑ کر اسلامی فتوحات کی یاد تازہ کر دی تھی۔ انہوں نے جنگ کے دوران شکست دے کر روسی جنرل سے ”اے۔ کے۔ 47“ رائفل حاصل کر لی جو ان کے پاس ہمیشہ محفوظ رہی۔

اُسامہ بن لادن جہاد افغانستان میں مستقل شرکت کے لئے 83-82ء میں افغانستان منتقل ہو گئے۔ وہ چونکہ سعودی عرب میں ایک بڑی تعمیراتی کمپنی کے مالک تھے اس لئے انہوں نے C-130 طیاروں اور بحری جہازوں کے ذریعے بھاری تعمیراتی مشینری افغانستان پہنچانا شروع کر دی، اس کام کے لیے کراچی کی بندرگاہ اور پشاور کا ہوائی اڈہ استعمال کیا گیا۔ اس مشینری سے افغانستان کے پہاڑوں میں مجاہدین کے لیے خفیہ ٹھکانے، وسیع غاریں اور اسلحہ کے ایسے ذخائر اور بینکر تعمیر ہونے لگے جن تک سوویت یونین کی فوجوں کا پہنچنا یا بمباری کر کے تباہ کرنا ممکن نہیں تھا۔
اُسامہ کے بنائے ہوئے یہی بینکر ہی تھے جن میں محفوظ اسلحہ آج بھی افغانیوں کے کام آرہا ہے۔ اُسامہ نے جو مشینری افغانستان پہنچائی تھی اس میں خاص طور پر جدید بلڈوزر، ڈمپنگ ٹرک اور خندق کھودنے کی مشینری شامل تھی، پہاڑوں کے اندر گہرائی میں مجاہدین کی رہائش کے ٹھکانے اور

ہسپتال تعمیر کرائے حتیٰ کہ پہاڑوں پر اور زیر زمین سڑکیں بھی تعمیر کیں۔ اُسامہ بن لادن تمام کاموں کی نگرانی بھی کرتے تھے۔ مجاہدین کا جذبہ ابھارنے کے لیے انہیں درس بھی دیتے تھے۔

تمام مجاہد تنظیموں کو مربوط بھی رکھتے تھے، جنگی اخراجات کا بندوبست بھی کرتے تھے اور براہ راست لڑائی میں بھی شریک رہے۔ جب اُسامہ بن لادن نے تمام انتظامات پر کنٹرول حاصل کرلیا تو سوویت یونین کے کئی خطرناک ہتھیار غیر موثر ہو کر رہ گئے۔ وہ خالی پہاڑوں پر بارود برساتے رہے۔ مجاہدین کے اسلحہ کے ذخائر تباہ کرنے میں ناکام ہوگئے۔ اُسامہ بن لادن نے دو برسوں کے دوران ہی مجاہدین کا وسیع اور منظم نیٹ ورک تیار کرلیا تھا ایک اندازے کے مطابق اس وقت عرب اور دیگر اسلامی ممالک سے آئے ہوئے مجاہدین کی 60 سے 90 ہزار تعداد اُسامہ کی زیر قیادت کام کرتی تھی اور اس میں کئی مجاہدین دنیا کے دیگر محاذوں پر بھی چلے جاتے تھے۔ اُسامہ کے شانہ بشانہ افغان جہاد میں بہت معروف مسلم شخصیات بھی شریک تھیں جن میں طلعت فواد قاسم (مصری) فلسطینی نژاد عبداللہ عزام وغیرہ اُسامہ کے رفقاء کار میں شمار ہوتے تھے۔ مجاہدین کے اس گروپ نے تاریخ اسلام میں ایک بھرپور جہاد کی حقیقی روح کو زندہ کردیا سعودی عرب سمیت کئی اسلامی ممالک کے حکمرانوں کی انہیں براہ راست سرپرستی حاصل تھی۔

اُسامہ بن لادن کے جذبہ کو دیکھتے ہوئے پشاور میں قائم سعودی ہلال احمر کے ڈائریکٹر ابو الحسن مدنی نے بھی اُسامہ کے ساتھ جہاد میں حصہ لینا شروع کردیا۔ ایک وقت آیا جب ان کے جذبات کی کیفیت یہ ہوئی کہ ہلال احمر سے ان کی توجہ ہٹ گئی اور وہ جہاد میں شریک ہوگئے تو 87ء میں اس منصب پر ان کی جگہ صالح الفسیف اور ابراہیم البابطان کو سعودی ہلال احمر پشاور کا ڈائریکٹر مقرر کردیا گیا۔ سعودی عرب نے پشاور میں قائم ہلال احمر اور رابطہ عالم اسلامی کے ذریعے بھی جہاد افغانستان میں اہم کردار ادا کیا اور مجاہدین کی ہر طرح سے بھرپور مدد کی۔ اُسامہ بن لادن کا کہنا تھا کہ وہ گولیوں اور بموں کی آوازوں سے خوفزدہ نہیں ہوتے بلکہ یہ تو ان کی پسندیدہ آوازیں ہیں کیونکہ تعمیراتی کاموں کے لیے وہ بچپن ہی سے پہاڑوں کو بارود اور بموں سے اڑانے کا کام بڑے شوق سے کرتے تھے جبکہ گن چلانا ان کا بچپن کا شوق ہے۔ والد نے بچپن ہی سے دل میں صرف خوف خدا بٹھا دیا ہے اس لیے ہم امریکہ، روس یا اسرائیل کو کچھ نہیں سمجھتے ہم جب چاہیں ان کی نیندیں حرام کرسکتے ہیں۔

اُسامہ بن لادن اپنے والد کی معروف تعمیراتی کمپنی ''شرکتہ الادن'' کے ایک بڑے حصہ دار ہیں اور کہا جاتا ہے کہ جدہ شہر کو بجلی فراہم کرنے والا قیمتی پاور پلانٹ بھی ان کی ملکیت ہے جبکہ دنیا کے کئی دیگر ممالک میں بھی ان کی سرمایہ کاری ہے۔ حرم مکہ اور مسجد نبوی کی تعمیر کا کام بھی اُسامہ بن لادن کمپنی

نے سرانجام دیا۔ کہا جاتا ہے کہ قواعد کے لحاظ سے توسیع کے اس منصوبے کا افتتاح سعودی فرمانروا شاہ فہد بن عبدالعزیز کو 1992ء میں کرنا تھا مگر لادن خاندان سے ناراضگی کے باعث وہ بروقت نہ کر سکے۔ اُسامہ بن لادن نے کروڑوں ڈالر کے اثاثے جہاد افغانستان کے لیے وقف کر رکھے تھے۔ جبکہ عرب کے درجنوں بڑے خاندان بڑے خاندانوں نے بھی جہاد کے لیے اُسامہ بن لادن کو بھاری امداد بھجوانا شروع کر دی تھی۔

90ء میں عراق کے کویت پر قبضے کے فوراً بعد جب سوویت فوجیں افغانستان سے واپس پلٹ چکی تھیں، عالمی صورتحال یکسر تبدیل ہو گئی سعودی عرب کو امریکی افواج کی مدد حاصل کرنا پڑی جس کے پس منظر میں سعودی عرب کو امریکی دباؤ کے تحت افغانستان اور دیگر اسلامی ممالک میں اپنی پالیسی پر نظر ثانی کرنا پڑی، سوویت فوج کے واپس جانے کے بعد تقریباً 30 ہزار عرب مجاہد بدستور افغانستان میں موجود تھے جبکہ باقی مجاہدین اپنے ممالک یا دیگر محاذوں پر واپس جا چکے تھے۔ خلیجی جنگ کے فوراً بعد مصر، اردن، الجزائر اور مقبوضہ فلسطین میں بم دھماکوں کی شکل میں تخریب کاری کا ایک لمبا سلسلہ شروع ہو گیا اسلامی تنظیموں نے انکشاف کیا کہ ان تخریبی کارروائیوں کا سلسلہ امریکی سی آئی اے کی نگرانی میں منظم منصوبے کے تحت کیا گیا تا کہ افغانستان سے پلٹنے والے عرب مجاہدوں پر گرفت سخت کر دی جائے وہ اس مقصد میں کسی حد تک کامیاب رہے اور بات یہاں تک پہنچ گئی کہ ماضی کے یہ مجاہد حال کے دہشت گرد ٹھہرے۔

اسلامی ممالک میں امریکہ نواز حکومتیں افغانستان سے پلٹنے والے ان مجاہدین سے خوفزدہ تھیں کیونکہ 12 سال کے طویل جہاد نے ان کی فکری، دینی اور عسکری صلاحیتوں کو پختہ کر دیا تھا جو کسی بھی ''موالی'' حکومت کا تختہ الٹنے کے لئے کافی ہوتی ہیں۔

اسلام آباد میں واقع مصری سفارتخانے میں ہونے والے بم دھماکے کو بھی انہی عرب مجاہدوں کے کھاتے میں ڈالا گیا حالانکہ بعد میں اعلیٰ پیمانے پر ہونے والی تحقیقات کے بعد یہ انکشاف بھی بعض ذرائع نے کیا تھا کہ یہ دھماکہ خود مصری حکومت نے کرایا تھا کہ اس وقت پاکستان میں بے نظیر حکومت پر دباؤ ڈالا جا سکے کہ اسلام آباد میں واقع انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی کے مصری طالب علموں کو اور پشاور میں مقیم عرب مجاہدین کو حکومت مصر کے حوالے کیا جا سکے۔

افغان جہاد کے دوران پشاور میں مقیم مغربی امدادی این جی اوز امدادی کاموں کے ساتھ ساتھ امریکہ اور یورپ کے غیر مسلم ممالک کے خفیہ اداروں کے لئے بھی خدمات سرانجام دے رہی تھیں۔ پشاور میں ان کے بڑے بڑے مراکز یونیورسٹی ٹاؤن میں واقع تھے۔ ان کی بڑھتی ہوئی

تشویشناک سرگرمیوں کا سب سے پہلے جہاد کی غرض سے آئے ہوئے عرب تنظیموں کے نمائندوں نے نوٹس لیا ایسی کئی تنظیموں کے مراکز یونیورسٹی ٹاؤن میں سعودی ہلال احمر کے مرکزی دفتر کے قریب واقع تھے۔

ان عرب تنظیموں کی جانب سے اس وقت حکومت پاکستان پر دباؤ ڈالا جانے لگا کہ وہ بھی اپنی سطح پر ان تنظیموں پر نظر رکھیں۔ ان تنظیموں کا براہ راست رابطہ اسلام آباد میں امریکی اور یورپی سفارت خانوں سے تھا۔ فلسطینی نژاد عبداللہ عزام شہید اور اُسامہ بن لادن ان کی سرگرمیوں پر کڑی نگاہ رکھے ہوئے تھے تا کہ افغان جہاد کو اصل مقاصد سے ہٹانے کی سازش کامیاب نہ ہونے دی جائے۔ عبداللہ عزام کو اس سوچ کی پاداش میں ان کے دو بیٹوں سمیت بم دھماکے میں شہید کر دیا گیا۔

افغان جہاد میں حصہ لینے والے عرب مجاہدین آج بھی یہ بات یقین سے کہتے ہیں کہ اس بم دھماکے کے پیچھے صرف امریکہ کا ہاتھ تھا، عبداللہ عزام آخری عرب مجاہد تھے جن کی شہادت کے بعد جہاد افغانستان اپنے اصل اہداف سے ہٹتا چلا گیا۔ یہ وہ دور تھا جب اپنے بھی غیر ہو رہے تھے۔ اس بدلتی ہوئی صورتحال میں اُسامہ بن لادن کی بے پناہ کوششیں بھی بار آور ثابت نہ ہو سکیں، خود انہیں اپنا وجود بچانے کے لئے افغان تنظیموں کا مرہون منت ہونا پڑا۔

اُسامہ بن لادن کے سعودی حکومت کے خلاف موقف میں شدت 1990ء میں امریکی فوجوں کے سعودی عرب میں اترنے کے بعد آئی۔ یہ موقف نہ صرف اُسامہ بن لادن کا تھا بلکہ سعودی عرب کے مقتدر مذہبی حلقے بھی امریکی فوجوں کی سعودی عرب آمد کے سخت خلاف تھے۔ سعودی ولی عہد عبداللہ بن عبدالعزیز جو سعودی عرب کے سب سے بڑے عسکری ادارے "نیشنل گارڈ" کے سربراہ بھی ہیں انہوں نے سعودی عرب میں امریکی فوج کی سخت مخالفت کی۔ سعودی عرب کے بعض ذرائع کے مطابق جس وقت سعودی فرمانروا شاہ فہد بن عبدالعزیز سخت علیل تھے اور عملاً امور بادشاہت ولی عہد عبداللہ بن عبدالعزیز نے سنبھال لئے تھے تو انہوں نے سعودی عرب میں امریکی فوج کے سربراہ کو باور کرا دیا تھا کہ وہ سعودی عرب سے کوچ کے انتظامات کریں کیونکہ اب سعودی حکومت، امریکی فوج کے مزید اخراجات برداشت نہیں کر سکتی۔

مسجد نبوی کے سب سے بڑے امام استاد العلماء شیخ القراء شیخ علی عبدالرحمٰن الحذیفی نے خطبہ جمعہ میں سعودی عرب میں امریکی فوجوں کے وجود کی شدید الفاظ میں مذمت کی تھی جبکہ اس کے بعد سعودی فرمانروا شاہ فہد کے بھائی امیر طلال بن عبدالعزیز نے بی بی سی کی عربی سروس کو انٹرویو دیتے ہوئے سب کو حیرت میں مبتلا کر دیا انہوں نے کہا کہ "امریکہ و برطانیہ کی یہودی و عیسائی مسلح افواج جزیرہ عرب میں سعودیہ کی خواہش کے برعکس زبردستی پنجے گاڑے ہوئے ہیں۔ بی بی سی نے جب ان سے

سوال پوچھا کہ امریکہ و برطانیہ کی افواج جزیرہ عرب میں موجود ہیں ان افواج کو آپ کے خیال میں قیام کرنا چاہیے یا نہیں تو امیر طلال بن عبدالعزیز نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ امریکہ اور برطانیہ کی افواج کے بارے میں رائے دینے کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ اگر ان سے کہا جائے کہ جزیرہ عرب سے نکل جاؤ تو وہ کبھی بھی نہیں نکلیں گے اور جزیرہ عرب کے حکمران امریکہ و برطانیہ کے آگے بے بس ہیں"۔



مجاہد اسلام اسامہ بن لادن اپنے صاحبزادے کے ساتھ

اُسامہ بن لادن صرف امریکہ اور سعودی عرب کو ہی مطلوب نہیں بلکہ مصر اور یمن میں بھی اس پر مقدمات قائم ہیں۔ اس پر ایک الزام یہ ہے کہ اس نے ریاض اور الخبر میں بم دھماکے کروائے اور کئی امریکی فوجی ہلاک کر ڈالے۔ صومالیہ میں بھی ایک سو سے زائد امریکی فوجیوں کی ہلاکت کا الزام اُسامہ پر لگایا جاتا ہے۔ مصر کے صدر حسنی مبارک پر قاتلانہ حملے کا الزام بھی ہے۔ امریکی حلقے اس پر یہ الزام بھی لگاتے ہیں کہ نیویارک کے ورلڈ ٹریڈ سنٹر میں بم دھماکے کا ملزم رمزی یوسف بھی اُسامہ بن لادن کا شاگرد ہے جبکہ مصر میں ''الجہاد'' اور ''جماعت اسلامیہ'' نامی تنظیموں کے گرفتار ہونے والے کارکنوں نے بھی اعتراف کیا ہے کہ انہوں نے افغانستان میں اُسامہ بن لادن سے تربیت حاصل کی ہے۔

چند برس قبل اُسامہ بن لادن کے رویے کے خلاف امریکہ کا شاہ فہد پر سخت دباؤ تھا کہ وہ اسے سعودی عرب طلب کر کے پابند سلاسل کریں لیکن یہ سب کچھ سعودی حکومت کے لیے اتنا آسان نہیں تھا۔ سعودی حکومت کی طرف سے اُسامہ بن لادن کے دوسرے بھائیوں پر مسلسل دباؤ تھا کہ وہ اُسامہ کو سعودی عرب لے کر آئیں۔ مگر ان کا جواب یہی تھا کہ وہ ہمارے بس میں نہیں۔ یہی وجہ تھی کہ حرم مکہ اور مسجد نبوی کی توسیع کا کام التواء میں پڑتا رہا مگر جاری رہا۔

پاکستان کے سابق صدر ضیاء الحق کی طیارے کے حادثے میں موت کے بعد اگر افغان جہاد کو ایک نظر سے دیکھیں تو ان کی موت کے فوری بعد افغانستان میں عرب مجاہدین کے لئے کٹھن اور کڑے دور کا آغاز ہوا کیونکہ C-130 کے حادثے کے چند ماہ بعد ہی بالکل متضاد نظریات کی بے نظیر حکومت پاکستان میں قائم ہو چکی تھی۔ اس دور میں مبصرین کا کہنا تھا کہ بے نظیر حکومت کا پہلا ایجنڈا افغان جہاد کے ثمرات کو سبوتاژ کرنا تھا۔ انہیں کہا گیا کہ افغانستان کے علاوہ پاکستان کے شمالی مغربی علاقوں میں پھیلے عرب مجاہدوں کے کیمپوں کا صفایا کیا جائے جبکہ پاکستان کی خفیہ ایجنسیوں میں تیزی سے ردوبدل کیا گیا۔ پھر سب نے دیکھا کہ تھوڑے ہی دنوں میں آئی ایس آئی میں افغان ڈیسک بالکل بند کر دیا گیا۔

بے نظیر حکومت پر الزام رہا ہے کہ اس وقت ان کی حکومت کے ابتدائی فرائض امریکن سی آئی اے اور ایف بی آئی والے سرانجام دے رہے تھے اور یہی وجہ ہے کہ وہ جو کام کر گئے آج تک افغانستان کی صورتحال قابو میں نہیں آ رہی۔ افغانستان کی جہادی تنظیموں میں نفاق کے ایسے بیج بوئے گئے کہ یہ تنظیمیں شتر بے مہار ہو کر ایک دوسرے کے خلاف ہو گئیں۔ یہ صورتحال افغانستان میں مقیم عرب مجاہدین کے لئے سخت پریشان کن تھی، ان کی تمام تر صلاحیتیں اس فکر پر صرف ہونے لگیں کہ وہ کس تنظیم کا ساتھ دیں اور کس کا ساتھ نہ دیں۔ چونکہ طویل جہاد نے ان کی فکر اور زندگیوں کو تبدیل کر دیا تھا اس لئے اپنے

ممالک میں پلٹنا ان کے لیے آسان نہیں تھا۔

جہاد افغانستان میں اُسامہ بن لادن نے بلا امتیاز تمام مجاہد تنظیموں کا ساتھ دیا، بلقان کے علاقے بوسنیا میں جنگ کی آگ بھڑک اٹھی تو افغانستان میں موجود عرب مجاہدین کو وہاں سے نکلنے کا ایک ذریعہ مل گیا۔ وہ تو اسلام کے مجاہد تھے ان کے لئے جغرافیائی سرحدیں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں، جہاں مسلمان پکاریں گے وہ دوڑتے چلے جائیں گے۔ بے شمار عرب مجاہدین ترکی کے راستے مشرقی یورپ سے ہوتی ہوئے بوسنیا کے متحارب علاقے میں داخل ہو گئے انہیں ایران کی خاموش تائید بھی حاصل تھی، یہ وہ دور تھا جب بوسنیا میں مسلمانوں کو گھیر کر قتل عام کا سلسلہ جاری تھا۔ اُسامہ بن لادن کی لامحدود دینی فکر نے اسے افغانستان میں چین سے نہ بیٹھنے دیا تو اس نے حلقہ ارادت میں موجود ہزاروں عرب مجاہدین کو بوسنیا پہنچنے کا عندیہ دے دیا۔ تمام مجاہدین تو بوسنیا نہ پہنچ سکے لیکن لیکن بے شمار عرب مجاہدین ایران اور ترکی کے راستے نجم الدین اربکان کے تعاون سے مشرق یورپ میں داخل ہو گئے۔ عرب مجاہدین کے بلقان میں پہنچتے ہی جنگ کا نقشہ مسلمانوں کے حق میں پلٹنا شروع ہو گیا۔ اس غیر متوقع تبدیلی کے پیش نظر ہی امریکہ اور یورپ مسلمانوں کو بدنام زمانہ ڈیٹن سمجھوتے پر مجبور کرتے رہے اور آخر کار اس دباؤ کی وجہ سے ہی بوسنیا کے صدر علی عزت بیگ نے ڈیٹن سمجھوتے کو کڑوی گولی سمجھ کر نگل لیا۔ اُسامہ بن لادن یہاں بھی امریکی عزائم کے سامنے حائل رہا۔ جس کی وجہ سے امریکہ اور یورپ بلقان کے علاقے میں پوری طرح مطلوبہ نتائج حاصل نہ کر سکے۔

1995ء کے فوراً بعد اُسامہ بن لادن کا نام عالمی میڈیا پر باقاعدہ منصوبہ بندی سے اچھالا جانے لگا اور آخر کار اسے امریکہ کے لئے خطرہ قرار دے کر دہشت گردوں کی فہرست میں لا کھڑا کیا۔ سعودی عرب کی طرف سے مایوس ہو کر امریکہ نے کئی بار اُسامہ بن لادن کو گرفتار کرنے کی کوشش کی مگر وہ ہر مرتبہ بری طرح ناکام رہا۔ 96ء اور 97ء میں امریکی کمانڈوز اور ایف بی آئی کے ارکان جنوبی افغانستان میں اترتے رہے مگر کوئی خاطر خواہ نتائج برآمد نہیں ہوئے۔

ایک بڑا آپریشن 97-96ء میں ہوا۔ جسے پاکستان اور امریکہ نے خفیہ رکھا۔ امریکی کمانڈوز جن کی تعداد 17 تھی جبکہ انہیں 7 کے قریب ایف بی آئی کے اہلکار جدید سٹیلائٹ سسٹم کے ذریعے واچ کر رہے تھے اور ہدایات دے رہے تھے۔ اس آپریشن میں اُسامہ کے جانثار ساتھیوں اور امریکی کمانڈوز میں مڈبھیڑ ہو گئی لیکن امریکہ کا یہ آپریشن بری طرح ناکام ہوا۔ ذرائع کا دعویٰ ہے کہ اس آپریشن میں امریکی کمانڈوز گرفتار ہو گئے تھے جبکہ 12 ہلاک ہو گئے تھے۔ بعد ازاں گرفتار ہونے والے 5 کمانڈوز کو پاکستانی حکومت کی کوششوں سے رہا کر کے امریکہ کے حوالے کر دیا گیا اس آپریشن میں ناکامی کے بعد

امریکہ نے فیصلہ کیا کہ جب تک کوئی مخبر یا ضمیر فروش تلاش نہیں کرلیا جاتا اس وقت تک اُسامہ کے خلاف صحیح نشانے پر ہاتھ نہیں ڈالا جا سکتا۔ اُسامہ بن لادن کا وجود امریکیوں کے لئے نہ صرف افغانستان میں خطرناک رہا بلکہ تمام مشرق وسطیٰ میں اس کے مفادات خطرے میں پڑ گئے۔ دوسری طرف اُسامہ کے جانثار ساتھی مختلف ذرائع سے امریکہ کو یہ پیغام دیتے رہے کہ اگر ان کے قائد کو کچھ نقصان پہنچا تو نہ صرف دنیا بھر میں بلکہ امریکہ کے اندر بھی اس کا کوئی شہری، اہم شخصیت یا اہم مقامات مجاہدین کی کاروائیوں سے محفوظ نہیں رہیں گے۔ اسی خوف نے امریکہ کی نیندیں حرام کیے رکھیں۔

25 فروری 97ء کو سعودی عرب کے وزیر دفاع سلطان بن عبدالعزیز آل سعود نے واشنگٹن میں امریکی صدر بل کلنٹن سے ایک اہم ملاقات کی تھی۔ اس ملاقات میں زیادہ دیر اُسامہ بن لادن ہی زیر بحث رہا۔ سعودی وزیر دفاع نے امریکی صدر کو آگاہ کیا کہ اُسامہ بن لادن افغانستان میں موجود ہے اور اس کی طرف سے مسلسل دھمکیاں موصول ہو رہی ہیں کہ اگر سعودی عرب سے امریکی افواج کو نہ نکالا گیا تو ریاض اور الخبر کی طرح مزید بم دھماکے ہوں گے۔ سعودی وزیر دفاع نے 26 فروری 97ء کو امریکی سیکرٹری برائے دفاع کوہن اور 27 فروری 97ء کو سیکرٹری خارجہ البرائیٹ سے ملاقات کی اور ان ملاقاتوں میں افغانستان سے اُسامہ بن لادن کو گرفتار کرنے کی منصوبہ بندی ہوتی رہی۔ ابتداء میں امریکہ اُسامہ بن لادن پر سب سے بڑا الزام ریاض اور الخبر میں بم دھماکے کرانے کا لگاتا ہے جس میں امریکی فوجی ہلاک ہو گئے تھے۔ اس کے جواب میں اُسامہ بن لادن کا موقف یہ تھا کہ ”ریاض اور الخبر کے بم دھماکوں میں صرف امریکی مارے گئے تھے کسی سعودی شہری کو نقصان نہیں پہنچا۔ جب مجھے ان دھماکوں کی خبر ملی تو میں خوش ہوا۔ یہ بہت نیک کام تھا، یہ تو ایک سعادت تھی لیکن افسوس کے یہ دھماکے میں نے ذاتی طور پر نہیں کئے لیکن میں سعودی عوام سے کہوں گا کہ امریکیوں کو اپنی سرزمین سے نکالنے کے لئے ہر طریقہ اختیار کریں“۔

صومالیہ میں امریکی فوجیوں کے خلاف دہشت گردی کے الزام کا جواب دیتے ہوئے اُسامہ بن لادن کہتے ہیں کہ ”یہ سچ ہے کہ میرے ساتھی صومالیہ میں فرح عدید کے ساتھ مل کر امریکی فوج کے خلاف لڑے لیکن ہماری لڑائی امریکی دہشت گردی کے خلاف تھی۔ امریکہ نے اقوام متحدہ کی آڑ میں صومالیہ میں اپنے اڈے بنانے کی کوشش کی تاکہ وہاں سے سوڈان اور یمن پر قبضہ کیا جا سکے۔ ہر اسلامی ملک ہمارا گھر ہے۔ امریکہ ہمارے گھر میں گھس آیا تھا امریکہ نے فلسطین اور عراق میں مسلمانوں کو قتل کیا اور صومالیہ میں کہا کہ ہم مسلمانوں کو پناہ دیں گے امریکہ منافق ہے۔ ہم نے اس کے خلاف جہاد کیا۔ میرے ساتھیوں نے فرح عدید کے ساتھ مل کر امریکیوں کو مارا۔ ہمیں اپنے جہاد پر کوئی شرمندگی نہیں

ہے۔آپ حیران ہوں گے کہ فرح عدید کے پاس صرف 300 سپاہی تھے جبکہ میں نے 250 مجاہد بھیجے تھے ایک دھماکے میں 100 امریکی مارے گئے، جھڑپوں میں مزید 18 امریکی مارے گئے۔ایک دن ہمارے ساتھیوں نے امریکی ہیلی کاپٹر مار گرایا۔ پائلٹ نے پیراشوٹ سے چھلانگ لگائی۔اسے پکڑ لیا گیا اور ٹانگ میں رسی باندھ کر صومالیہ کی سڑکوں پر گھسیٹا گیا۔جس کے بعد 28 ہزار امریکی فوجی صومالیہ سے بھاگ گئے۔ہم نے دنیا کو بتا دیا کہ امریکہ کا نیو ورلڈ آرڈر نہیں چلنے دیں گے"۔

مئی 98ء میں اُسامہ بن لادن نے "انٹرنیشنل اسلامک فرنٹ" کے نام سے ایک تنظیم کا اعلان کیا جس کے پلیٹ فارم سے انہوں نے امریکہ اور اسرائیل کے خلاف باقاعدہ اعلان جہاد کیا۔ تنظیم کا بنیادی مقصد امریکی اور دیگر غیر اسلامی افواج کو سعودی عرب کی مقدس سرزمین سے نکالنا، اسرائیل اور امریکہ کو دنیا بھر میں مسلمانوں کے خلاف کاروائیوں سے باز رکھنا بتایا گیا۔اُسامہ بن لادن نے جس وقت انٹرنیشنل اسلامک فرنٹ کا اعلان کیا اس وقت افغانستان میں ان کے ہمراہ مصر کی جماعت الجہاد کے سربراہ ڈاکٹر ایمن الظواہری بھی موجود تھے جنہوں نے صدر انور سادات کے قتل کے الزام میں قید و بند کی طویل صعوبتیں جھیلیں۔وہ افغانستان اور سوڈان میں اُسامہ کے ہمراہ جہاد میں شریک رہے۔ اس کے علاوہ نیویارک کے ورلڈ ٹریڈ سنٹر میں بم دھماکے کے الزام میں امریکہ میں زیر حراست نابینا مصری عالم دین عمر عبدالرحمٰن کے تین بیٹے محمد عبدالرحمٰن، احمد عمر عبدالرحمٰن اور عاصم عمر عبدالرحمٰن بھی اُسامہ کے ہمراہ افغانستان میں موجود تھے۔اُسامہ بن لادن شیخ سلمان عودہ کو اپنی آئیڈیل شخصیت کے جرم میں کئی علماء کے ہمراہ سعودی عرب میں قید ہو گئے۔اُسامہ بن لادن کا کہنا ہے کہ "روس کمیونسٹ بلاک کا سر تھا، روس کے ٹوٹنے سے مشرقی یورپ میں کمیونزم ختم ہو گیا، اگر امریکہ کا سر کاٹ دیا جائے تو عرب بادشاہتیں ختم ہو سکتی ہیں۔امریکہ کا سب سے بڑا جرم یہ ہے کہ وہ مقدس سرزمین میں داخل ہو گیا ایک لاکھ 20 ہزار امریکی فوجی سعودی عرب میں کس کے خلاف لڑائی میں مصروف ہیں......؟ مسلمانوں کی غیرت کہاں ہے۔کیا وہ اپنے کعبہ کی خود حفاظت نہیں کر سکتے۔ظہور اسلام سے پہلے مکہ پر ابرہہ نے حملہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ابابیلوں کو بھیجا تھا جنہوں نے کنکریاں گرا کر ابرہہ کے لشکر کو تباہ کیا۔آج ایک ارب مسلمان موجود ہیں۔اب ابابیلیں نہیں آئیں گی۔مسلمانوں کو خود اٹھنا ہو گا۔مسلمان وائٹ ہاؤس کی بجائے کعبے کی فکر کریں"۔

اُسامہ بن لادن کہتے ہیں کہ امریکہ عرب ممالک کے تیل کے ذخائر پر ناجائز قبضہ کی منصوبہ بندی کر رہا ہے۔ 1973ء کے بعد سے دنیا میں ہر شے مہنگی ہوئی لیکن پٹرول زیادہ مہنگا نہیں ہوا۔73ء سے اب تک پٹرول کی قیمت میں صرف 8 ڈالر فی بیرل اضافہ ہوا ہے جبکہ دیگر اشیاء تین گنا مہنگی ہوئی

لیکن عربوں کا تیل مہنگا نہ ہوا۔ 24 سال میں چند ڈالر سے زیادہ اضافہ اس لئے نہ ہوا کیونکہ امریکہ کی بندوق عربوں کی پیشانی پر ہے۔ ہم روزانہ فی بیرل 115 ڈالر کا نقصان اٹھا رہے ہیں۔ صرف سعودی عرب میں 10 ملین بیرل تیل روزانہ نکلتا ہے۔ روزانہ خسارہ ایک ارب ڈالر سے زیادہ ہے۔ اُسامہ بن لادن کا کہنا ہے کہ پچھلے 13 برس میں امریکہ نے ہمیں گیارہ کھرب ڈالر کا نقصان پہنچایا۔ یہ بھاری رقم امریکہ سے وصول کرنا بہت ضروری ہے۔ دنیا بھر میں مسلمانوں کی تعداد ایک ارب سے زیادہ ہے۔ ہر مسلمان خاندان کو 10 ہزار ڈالر تقسیم ہوں تو 11 کھرب ڈالر پورا ہو سکتا ہے۔

مسلمان بھوک سے مر رہے ہیں اور امریکہ ان کا تیل چوری کر رہا ہے۔ وہ ہم سے سستے داموں تیل خریدتا ہے اور پھر ہمیں اسرائیل سے خوفزدہ کر کے اپنے ٹینک اور طیارے ہمیں فروخت کرتا ہے۔ اُسامہ بن لادن نے اس بات پر سخت افسوس کا اظہار کیا تھا کہ "فوجی تربیت حاصل کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے لیکن جمہوری حکومتیں امریکہ کے خلاف مزاحمت کرنے والے رمزی یوسف کو امریکہ کے حوالے کر دیتی ہیں۔ جمہوریت اور انسانی حقوق کے دعویدار امریکہ کے حکم پر میرے چار بیٹے قید ہیں۔ چار سالہ بچی کو سفر کی اجازت نہیں ہے۔ مجھے کہا جاتا ہے کہ شاہ فہد اور امریکہ کے خلاف خاموش ہو جاؤں تو مجھے معاف کر دیا جائے گا لیکن میں امریکہ سے رحم کی بھیک نہیں مانگتا۔ امریکہ میں ہمت ہے تو آئے اور مجھے گرفتار کرے میری موت اللہ کی مرضی سے ہوگی۔ نہ کہ امریکہ کی مرضی سے، میں مسلمانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ امریکی مصنوعات کا بائیکاٹ کر دیں اور مسلمان امریکی جمہوریت کا بائیکاٹ کر دیں۔ اس جمہوریت نے مسلمانوں کو کیا دیا ہے۔ امریکی موت سے ڈرتے ہیں۔ امریکی بزدل چوہے ہیں روس ٹوٹ سکتا ہے تو امریکہ بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو سکتا ہے۔

اُسامہ بن لادن جب 1990ء میں سوڈان آئے تو ان کے ہمراہ سینکڑوں عرب مجاہدین بھی تھے۔ ایک رپورٹ کے مطابق اُسامہ نے ان مجاہدین کو اپنے کاروبار میں روزگار دینا شروع کر دیا، سوڈان کے دارالحکومت خرطوم میں دریائے نیل کے کنارے اُسامہ بن لادن کے بڑے بڑے زرعی فارم تھے۔ ان کی پیداوار اُسامہ بن لادن سوڈان کے مسلمانوں پر ہی خرچ کر دیتے تھے۔ جب سوڈان کے مسلمانوں کی ہمدردیاں اُسامہ کے ساتھ بڑھنے لگیں تو امریکہ اور مغربی میڈیا نے اُسامہ کے خلاف پراپیگنڈہ تیز تر کر دیا۔ اُسامہ پر الزام لگایا جانے لگا کہ اس نے دریائے نیل کے کنارے دہشت گردوں کی تربیت کے لئے کیمپ قائم کر رکھے ہیں اس سلسلے میں سوڈان کی حکومت پر دباؤ ڈالا گیا کہ اُسامہ کو سوڈان سے نکال دیا جائے۔ اُسامہ بن لادن ایک بار پھر افغانستان کی طرف روانہ ہو گئے امریکہ میں ورلڈ ٹریڈ سنٹر میں دھماکہ اور سعودی عرب میں امریکیوں پر حملہ کے الزامات بھی اُسامہ بن لادن کے حصہ

میں آئے۔ جس کے بعد امریکہ کے دباؤ پر اُسامہ کی سعودی شہریت معطل کردی گئی۔ اس کے بعد اُسامہ بن لادن نے جلال آباد کو اپنا ٹھکانہ بنایا۔ بعد ازاں وہ افغانستان کے علاقے خوست میں منتقل ہو گئے ...... افغانستان کے جہاد کے دوران ان کے اردگرد الجزائر، فلسطین، اردن، مصر، شام، سعودی عرب، پاکستان اور خلیجی ممالک کے مجاہدین موجود تھے جو اُسامہ کی قیادت میں کام کرتے تھے اور ان کے ایک اشارے کے لئے ہردم تیار رہتے تھے۔

ادھر 1992ء میں اوسلو معاہدے کی وجہ سے پی ایل او کی اہم شاخ الفتح یاسر عرفات کی امریکہ اور اسرائیل دوستی سے متنفر ہوچکی تھی۔ الفتح ایک منظم تنظیم کی صورت اختیار کر چکی تھی۔ یورپ میں اسرائیل خفیہ ایجنسی موساد کی کاروائیوں پر کڑی نظر رکھنے کے لئے ان کے پاس جدید نظام تھا۔ یاسر عرفات سے متنفر ہونے کے باعث الفتح کے یہ اہم شعبے خفیہ طور پر اُسامہ بن لادن کی مدد کرنے لگے۔ عرب امور کے ایک صحافی کے مطابق اس ونگ کے ایک طاقتور رکن عاطف بسیسو کو 1992ء میں موساد نے پیرس میں قتل کردیا تھا۔ 94-1993ء کے دوران بوسنیا میں لڑی جانے والی جنگ میں اُسامہ بن لادن کے مجاہدوں کو بوسنیا میں الفتح کے ارکان نے ہی داخل ہونے میں مدد دی تھی کیونکہ وہ یورپ کے تمام خفیہ راستوں سے واقف تھے۔ مسلمان مجاہدوں کے بوسنیا پہنچتے ہی جنگ کا پانسہ مسلمانوں کے حق میں پلٹنا شروع ہوگیا۔ اس وقت بھی اُسامہ بن لادن کو فلسطینی تنظیم حماس کے علاوہ یاسر عرفات کے سابق رفیقوں کی حمایت بھی حاصل ہے۔ یورپ کے بڑے بڑے اسلامی ممالک ذہنی طور پر اُسامہ کو مغرب کی سرگرمیوں اور منصوبوں کا توڑ سمجھتے ہیں۔ امریکہ صرف خلیج میں ہی اُسامہ بن لادن کے نام سے خوفزدہ نہیں ہے بلکہ وہ سمجھتے ہیں کہ اُسامہ بن لادن کا اثر ورسوخ اب مشرقِ وسطیٰ سے نکل کر یورپ تک جا پہنچا ہے جو امریکی مفادات کے سخت خلاف ہے۔

مشرقی افغانستان میں واقع جلال آباد کے علاقے میں جہاں ہر طرف سنگلاخ چٹانیں اور طویل پہاڑوں کا سلسلے موجود ہیں وہاں ایک ایسی غار موجود ہے جہاں جدید ذرائع مواصلات کا نظام قائم ہے۔ ایک طرف جدید کمپیوٹر لگے ہوئے ہیں تو دوسری طرف جدید اسلحہ سجا ہوا ہے۔ جدید مواصلاتی نظام کے ذریعے اُسامہ بن لادن کا رابطہ نہ صرف مختلف خطوں میں اپنے ساتھیوں سے ہے بلکہ وہ جب اور جس وقت چاہیں اپنے مواصلاتی نظام کے ذریعے دنیا بھر کے ذرائع ابلاغ سے رابطہ کر کے اپنا پیغام پہنچا سکتے ہیں۔ اُسامہ بن لادن بیسویں صدی کی جدید ترین سہولتوں کے ساتھ مشرقِ وسطیٰ، ایشیا، یورپ، افریقہ اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں مسلمانوں کے دشمنوں کے خلاف برسرپیکار ہیں۔

افغانستان میں لادن کے تین خفیہ ٹھکانے ہیں جن میں دو رہائش گاہیں قندھار اور لوگر میں

واقع ہیں جبکہ ان کا مرکز ایک پہاڑ کے دامن میں ہے جہاں چٹانوں کو توڑ کر جنگی ہیڈ کوارٹر تیار کیا گیا ہے ۔ جو تین کمروں پر مشتمل ہے ان میں ایک کمرہ لادن کے ذاتی استعمال میں ہے ۔ جہاں وہ اپنی پسندیدہ کلاشنکوف کے ساتھ رہتا ہے ۔ وہی آرام کرتا ہے اور سوتا ہے ۔ وہ کلاشنکوف انہوں نے ایک سوویت جنرل سے چھینی تھی ۔ اس کمرے میں لائبریری بھی ہے جہاں اسلامی کتب کا بڑا ذخیرہ موجود ہے ۔

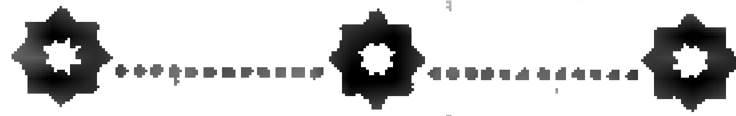
کمرے کا دوسرا حصہ جو کچھ چھوٹا ہے وہاں جدید ترین اسلحہ موجود ہے ۔ ایک کمرہ جس کا رقبہ بڑا ہے جہاں جدید کمپیوٹر سسٹم نصب ہے جس کا رابطہ سٹیلائیٹ ٹیلی فون کے ذریعے پوری دنیا سے ہے ۔ اُسامہ بن لادن کی فورس میں وہ جانثار اور وفادار ساتھی شامل ہیں جنہوں نے افغانستان سے روسی افواج کو بھگانے میں اہم کردار ادا کیا ۔ ان میں اکثریت عرب مجاہدین اور ماہرین کی ہے جنہوں نے روسی افواج کو شکست دینے میں اہم کردار ادا کیا ۔ ان میں کویت ، یمن اور افغانستان کے مجاہدین بھی شامل ہیں ۔ اُسامہ کے وفادار ساتھی اس غار نما ٹھکانے کے ارد گرد نصب کی گئی اینٹی ایئر کرافٹ گن کو کنٹرول کرتے ہیں ۔ اسرائیل کا کہنا ہے کہ اُسامہ بن لادن اپنی دولت اور اثر و رسوخ کے بل بوتے پر "اسلامک نیوکلیئر بم" کے ذریعے مغربی ممالک کو خوفزدہ کرنا چاہتا ہے ۔ امریکی انٹیلی جنس اس بات پر یقین رکھتی ہے کہ 93ء میں نیویارک میں واقع ورلڈ ٹریڈ سنٹر ، 1995ء میں ریاض میں ہونے والے کار بم دھماکے جس میں 5 امریکی ہلاک ہوئے اور 1996ء میں الخبر ملٹری بیرکس میں ٹرک میں ہونے والا بم دھماکہ جس میں 19 امریکی ہلاک ہوئے تھے ان دھماکوں کا ذمہ دار اُسامہ بن لادن تھا ۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ سب کچھ اُسامہ بن لادن امریکیوں سے سخت نفرت کے باعث کرتا ہے ۔

عربی روزنامہ القدس العربی کے فلسطینی ایڈیٹر عبدالباری کے بقول اُسامہ بن لادن کا کہنا ہے کہ میں جہاد پر ہوں ، مر گیا تو شہادت کا رتبہ پاؤں گا ، جنت میں جاؤں گا اور اللہ کا دیدار نصیب ہوگا ، ہماری جنگ اب امریکہ کے ساتھ ہے مجھے افسوس ہے کہ میں ابھی تک زندہ ہوں ، میرا کچھ بگڑنے والے نہیں ۔ عبدالباری لکھتے ہیں کہ منکسر المزاج اور دھیمی آواز سے گفتگو کرنے والا اُسامہ کرشماتی شخصیت کے مالک ہیں ۔ اُسامہ دنیا کو بڑے سادہ انداز میں لیتے ہیں ۔ ان کا کہنا ہے کہ دنیا میں ایک طرف مسلمان ہیں اور دوسری طرف یہودی اور عیسائی جو مسلمانوں کو جھکنے پر مجبور کرتے ہیں ۔

44 سالہ لادن عرب مجاہد کی حیثیت سے افغانستان میں دس سال تک افغان مجاہدین سے مل کر روس کے خلاف لڑتا رہا ، جب وہ واپس گیا تو اس کا پر جوش خیر مقدم کیا گیا ۔ اس کی تعریف کی گئی عطیات سے نوازا گیا لوگ اسے گھروں میں اور مساجد میں لیجاتے اور ان کا خطاب بڑے شوق اور انہماک کے ساتھ سنتے ۔ ان کے خطاب کی اڑھائی لاکھ کیسٹ مارکیٹ میں پہنچتے ہی فروخت ہوگئیں ۔

ان کیسٹوں پر اب پابندی لگ چکی ہے۔ اُسامہ اپنی پرجوش تقریروں میں امریکہ کی خارجہ پالیسی پر بھرپور حملے کرتا اور لوگوں سے امریکی اشیاء کے بائیکاٹ کی اپیل کرتا۔ اُسامہ کے ایک سابق ساتھی کا کہنا ہے کہ اگرچہ سوویت یونین کے خلاف جہاد میں امریکہ ان کے ساتھ تھا مگر اس وقت اُسامہ امریکہ پر اعتبار نہیں کرتا تھا، ان کا کہنا تھا کہ آج ہم امریکہ کے اتحادی ہیں کیونکہ ہمارا مفاد مشترکہ ہے، لیکن یہ دشمن اسلام ہیں۔

اب جبکہ 6 فٹ ایک انچ قد کے داڑھی والے اُسامہ پھر افغانستان کے میدان میں ہیں مگر اس بار وہ امریکہ کے نمبر ون دشمن بن چکے ہیں۔ افغانستان میں بچھوؤں اور چوہوں سے بھری ہوئی غاروں میں جہاد کے دنوں میں اُسامہ کئی کئی دن اور رات بسر کرتے رہے لیکن اُسامہ ڈسپلن کے آج بھی پابند ہیں۔ صبح سویرے نماز فجر کے لئے اٹھتے ہیں، پھر پنیر اور بریڈ کا سادہ سا ناشتہ کرتے ہیں وہ امریکہ کی خارجہ پالیسی خصوصاً عرب دنیا سے متعلق خبروں کا بغور جائزہ لیتے ہیں۔ وہ اور ان کے مصری، یمنی، سعودی اور دوسرے مسلمان ساتھی روزانہ جنگی مشقیں کرتے ہیں۔ اندھیری غاروں میں بسنے والا اُسامہ آج دنیا بھر کے اخبارات کی لیڈ بن چکا ہے۔



مسجد نبوی کے امام شیخ علی عبدالرحمٰن الحذیفی کو جزیرہ عرب میں امریکی افواج کی موجودگی کے خلاف خطاب کرنے اور انہیں مقدس سرزمین سے نکالنے کا فتویٰ دینے پر سعودی عرب حکومت نے گرفتار کرلیا تھا۔ اُسامہ بن لادن کا بھی موقف بالکل یہی ہے جو مسجد نبوی کے امام نے بیان فرمایا تھا۔ انہوں نے یہ خطبہ جمعہ کی نماز کے موقع پر دیا تھا جس کے "جرم" میں انہیں نہ صرف قید میں ڈالا گیا بلکہ انہیں مسجد نبوی کی امامت سے بھی فارغ کردیا تھا..... شیخ علی عبدالرحمٰن اُسامہ بن لادن کی چند پسندیدہ شخصیات میں شمار ہوتے ہیں...... ان کے اس خطبہ کے کچھ حصے اردو ترجمہ کے ساتھ اس کتاب میں شامل کیے گئے ہیں۔

امام مسجد نبوی شیخ علی عبدالرحمٰن الحذیفی کا خطاب

امریکہ کو نصیحت کرتا ہوں کہ ہمارے خطہ میں مداخلت بند کرے۔ جہاں تک خلیج میں امن وامان اور اس کے تحفظ کا معاملہ ہے تو اس کی ذمہ داری خود خلیجی ممالک پر ہے جن میں سرفہرست سعودیہ ہے۔ نہ کہ یہ ذمہ داری امریکہ پر ہے۔ امریکیوں کو افغانستان کے مسلمانوں سے سبق سیکھنا چاہیے جنہوں نے لاٹھیوں سے جہاد شروع کیا اور اس وقت کی بڑی طاقت کو نیست و نابود کردیا، یاد رکھیں ٹیکنالوجی ہی سب کچھ نہیں، اصل قوت تو ایمان کی ہے...... اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"اور کفار تم سے ہمیشہ جنگ کرتے رہیں گے، یہاں تک کہ تم کو تمہارے دین سے ہٹادیں اگر ان کے بس میں ہو"۔

چنانچہ فلسطین میں ایک صیہونی و یہودی حکومت کی داغ بیل صرف اس لئے ڈالی گئی تا کہ اسلام سے مسلح جنگ کا آغاز کر کے علاقہ کو ہولناک حالات سے دو چار کردیا جائے اور صیہونی حکومت کے قیامت کے بعد یہودی استعمار نے عالم اسلام کے خلاف متعدد ایسی بنیادی اور اجتماعی سازشوں کا آغاز کیا جس کا غم مسلمانوں کو آج بھی کھائے جارہا ہے۔ ان سازشوں میں سب سے بڑی سازش یہ تھی کہ عالم اسلام سے شرعی عدالتوں کا خاتمہ کر کے اس کی جگہ خود ساختہ قوانین اور غیر اسلامی عدالتوں کا

اجراء کیا جائے چنانچہ کفار اس میں بڑی حد تک کامیاب ہو گئے۔ لیکن اللہ کا شکر ہے کہ سعودیہ کی اسلامی حکومت اس سازش کا شکار نہ ہو سکی اور یہاں آج بھی شرعی عدالتیں قائم ہیں اور اسلامی حکومتوں میں صرف سعودی حکومت ہے جو توحید کی علمبردار ہے۔

صیہونی حکومت کے قیام، اسلامی ممالک سے شرعی عدالتوں کے خاتمہ اور ان کی جگہ خود ساختہ نظام وغیر اسلامی قانون کا اجرا، مسلمانوں میں اسلام کے بالمقابل مذاہب اور جماعتوں کی ترویج وتشکیل اور اس کے نتیجہ میں صدام حسین جیسے شخص کے منظر عام پر آ جانے کے بعد بڑی طاقتوں کے لئے گویا وہ تمام اسباب مہیا ہو گئے جن پر وہ اصل سازشوں کو انجام دے سکتے تھے چنانچہ عالمی طاقتوں نے باقاعدہ فوجی وعسکری مداخلت کا راستہ ہموار کرنے کے لئے قصداً جعلی بحران پیدا کرنا شروع کر دیئے جب کہ وہ اقتصادیات پر پہلے ہی قابض ہو چکے تھے۔ اور اب تو بڑی طاقتوں کے یہ عزائم کھل کر سامنے آ چکے ہیں کہ مملکت حرمین شریفین کو ایسی کئی چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم کر دیا جائے جو باہم لڑتی جھگڑتی رہیں، یوں اسلام دشمنی کے عقیدہ کو تحفظ فراہم کیا جائے۔

یاد رکھیں عالمی طاقتیں مملکت حرمین کی سخت ترین دشمن ہیں کیونکہ یہ مملکت اسلام کا بہت بڑا مرکز اور قلعہ ہے اس لئے امریکہ، برطانیہ اور ان کی ہمنوا حکومتوں کے مکروہ عزائم طشت از بام ہو چکے ہیں، کفار کی تمام حکومتیں حرمین کی اس مملکت کو نقصان پہنچانے کے درپے ہیں بلکہ تمام کفریہ طاقتیں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف متحد ہو چکی ہیں اس لئے ان حکومتوں میں سے کسی پر کبھی بھی بھروسہ نہیں کیا جا سکتا (خصوصاً جبکہ) امریکہ وبرطانیہ کی طرف سے مملکت حرمین کو اس کی بقا اور سلامتی سے متعلق دھمکیاں دی جا رہی ہیں تو ان کی کھلی دشمنی، بدنیتی، نقصان پہنچانے کے عزائم اور مملکت حرمین کی تباہی کے منصوبے بالکل عیاں ہو چکے ہیں۔ امریکہ کان کھول کر سن لے کہ وہ مملکت حرمین کو تنہا نہ سمجھے۔ مشرق سے لے کر مغرب تک کے تمام مسلمان حرمین شریفین کی مملکت کے دفاع کے لئے متحد ہیں کیونکہ ارض حرمین ایمان کا آخری مرکز ہے۔ عالمی طاقتوں کے ناپاک عزائم اور ان کے اہداف یہ ہیں۔

☆ صیہونی ویہودی حکومت اسرائیل کو مستحکم کرنا۔
☆ مسجد اقصیٰ کو گرا کر اس کی جگہ ہیکل سلیمانی تعمیر کر کے یہودیوں کی دیرینہ آرزو پوری کرنا۔
☆ عرب مسلم ممالک پر یہودیوں کی فوجی وعسکری برتری کو برقرار رکھنا۔
☆ خلیج کی دولت پر قبضہ جمانا۔
☆ اسلام کی دعوت پر فیصلہ کن وار کرنا۔
☆ ہر اس چیز کی تحریک چلانا جو اسلام کے خلاف ہو جس سے اسلام کے عطا کردہ بہترین اخلاق

کو تباہ کیا جا سکے اور عرب اسلامی ممالک کو باہمی لڑائیوں میں مصروف رکھا جا سکے۔

مسلمانو! تمہیں ترکی سے عبرت حاصل کرنی چاہئے جب کمال اتا ترک نے سیکولر حکومت قائم کی اور ترکوں پر زبردستی کفری نظام مسلط کیا۔ ترک نے نہ صرف اسلام کو پس پشت ڈالا بلکہ انہوں نے اسلام سے ہر جگہ دو بدو جنگ کی اور اب تک وہ اسلام کے خلاف صف آراء ہیں۔ وہ یہودیوں کے ساتھ عسکری عہد و پیمان کر چکے ہیں۔ اس کے باوجود کفار ترک حکومت سے صرف اس شرط پر خوش ہیں کہ وہ یہودیوں کی خدمت گزار اور فرمانبردار بنی ہے۔ ترکی نے یہود و نصاریٰ کے لئے اپنا دین وایمان سب کچھ قربان کر دیا لیکن ترکی کو کوئی یورپی ملک اپنے ساتھ ملانے کو تیار نہیں، ترکی کا جرم کیا ہے؟ یہی کہ وہ کسی زمانہ میں اسلام کا مرکز رہا تھا۔

ترکی کے حالات سے عبرت پکڑو اور یاد رکھو تم احکام اسلام سے کتنے ہی دستبردار ہو جاؤ کفار تم سے کبھی بھی راضی نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا ان کو راضی رکھنے کی بجائے اپنے دین اور اپنے حق کا دفاع کرو، کفار کی یہ دشمنی دین پر مبنی ہے۔

اگر دشمنی کی بنیاد دین اسلام نہیں تو بتاؤ چھ سال سے عراقی عوام کا محاصرہ کیوں جاری ہے؟ بتاؤ آخر عراق کے کمزور عوام کا قصور کیا ہے۔ سوائے اس کے وہ مسلمان ہیں۔ رہا صدام اور اس کا حکمران ٹولہ تو محاصرہ اور اقتصادی ناکہ بندی سے انہیں قطعاً کوئی نقصان نہیں پہنچ رہا۔

عالمی طاقتیں اس ظلم کا جواز یہ بتاتی ہیں کہ عراق نے اقوام متحدہ کی قرارداد کی مخالفت کی ہے جبکہ یہ صرف ایک قرارداد ہے مگر دوسری طرف یہودی دشمن کو دیکھیں تو اس نے اب تک اقوام متحدہ کی ایک نہیں ساٹھ قراردادوں کو مسترد کر رکھا ہے بلکہ اس نے آج تک ایٹمی ہتھیاروں کے خلاف قرارداد پر دستخط نہیں کئے حالانکہ یہ خطہ ایسا آتش فشاں اور فتنہ فساد سے پر ہے کہ تباہ کن اسلحہ کو برداشت کرنے کی قطعاً صلاحیت نہیں رکھتا۔ عراقی عوام پر جاری ظلم میں خود صدام کو بری الذمہ قرار نہیں دیا جا سکتا صدر صدام وہی کچھ کرتا ہے جو دشمنان اسلام چاہتے ہیں۔

جزیرہ عرب میں امن و امان کے قیام کی ذمہ داری خود یہاں کی حکومتوں پر ہے بلکہ یہ ان کا فرض ہے۔ بیرونی ملکوں کی مداخلت کی کیا ضرورت۔ بلکہ آج یہ خطہ یعنی جزیرہ عرب۔ جس خطرناک مشکلات اور ہولناک اضطراب سے دوچار ہے تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان کا اصل سبب خود یہی بڑی طاقتیں ہیں۔ ان کفریہ طاقتوں کا طریق واردات یہ ہے کہ جہاں کہیں کوئی معمولی حادثہ پیش آ جائے یا در پردہ انہی کا اپنا پیدا کردہ ہو تو یہ اس کا حل کرنے کے بہانے وہاں کود پڑتی ہیں۔ عنوان تو اس ملک کو پیش خطرات ومصائب سے نجات دلانے کا ہوتا ہے مگر درحقیقت طاقتیں اس آڑ میں اس ملک کے لئے سب

سے بڑا خطرہ و مصیبت بن جاتی ہیں۔ بھلا بھیڑیا کیسے بھیڑ بکریوں کا نگہبان ہو سکتا ہے۔

اے اللہ کے بندو! مسلمانوں اور کافروں کے درمیان دینی عداوت ہے (تو پھر وہ مسلمانوں کے خیر خواہ کیسے ہو سکتے ہیں؟) اور امریکہ اگرچہ خود ایک عیسائی حکومت ہے لیکن اس کی باگ ڈور یہودیوں کے ہاتھ میں ہے، امریکہ کا کسی معاملے میں کوئی حکم وایثار نہیں چلتا۔ یہودی جیسے چاہتے ہیں امریکہ کو استعمال کرتے ہیں مگر مسلمان بلاد حرمین میں امریکہ کے عسکری وجود کو کسی حال میں بھی قبول نہیں کر سکتے۔ مسلمان امریکہ یا کسی بھی کفریہ طاقت کے وجود کو جزیرۂ عرب میں برداشت نہیں کر سکتے۔

رسول اللہ نے ارشاد فرمایا۔

''جزیرۂ عرب میں دو دین باقی نہیں رہ سکتے''۔

اور آپ ﷺ کی آخری وصیت یہ تھی۔

''یہود و نصاریٰ کو جزیرۂ عرب سے نکال دو''۔

چنانچہ اس وقت جب یہود و نصاریٰ نے ارض حرمین میں اور اس کے چاروں طرف اپنے فوجی اڈے بنائے ہوتے ہیں تو مسلمانوں پر حضور اکرم ﷺ کی اس وصیت پر عمل کرتے ہوئے ان کو جزیرۂ عرب سے نکالنا فرض ہو چکا ہے۔

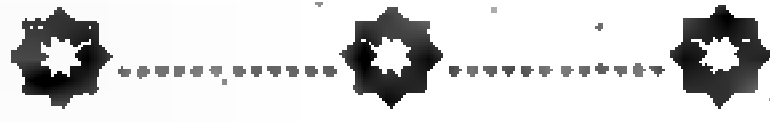
اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت پر اکٹھے ہو جاؤ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ پر عمل کرو۔ ہر مسلمان کو اللہ عز و جل کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ تمام اسلامی ممالک کو چاہئے کہ وہ آپس میں محبت کرنے والے اور ایک دوسرے کے لئے معاون ہوں۔ خصوصاً اس عظیم خطرہ کے سامنے جس نے اسلامی ممالک پر دھاوا بول دیا ہے اور کفار یہ منصوبہ ہے کہ وہ ان کے معاملات میں اس طرح بے جا دخل اندازی اور سازشیں کر کے ان کو منتشر اور ایک دوسرے سے دور کر کے ان کو تباہ کر دیں۔ ان حالات میں ممالک اسلامیہ خصوصاً خلیجی ممالک پر لازم ہے کہ وہ ایک دوسرے سے تعاون کا راستہ اختیار کریں۔ خلیجی ممالک پر لازم ہے کہ وہ اجتماعی امور میں کسی انفرادی اور اختلافی فیصلہ کا ارتکاب نہ کریں۔ خلیج کے ممالک میں سے کوئی ملک بھی سعودی حکومت کے ساتھ مشورہ کئے بغیر کوئی قرارداد منظور نہ کرے۔ اس لئے کہ یہ مملکت ان سب ممالک کی بقا کا ذریعہ ہے۔ یہ ممالک اللہ سے قوت حاصل کرنے کے بعد اس مملکت سے قوت حاصل کرتی ہیں۔ یہ مملکت ان سب خلیجی ممالک کے لئے ایک مضبوط ستون ہے۔

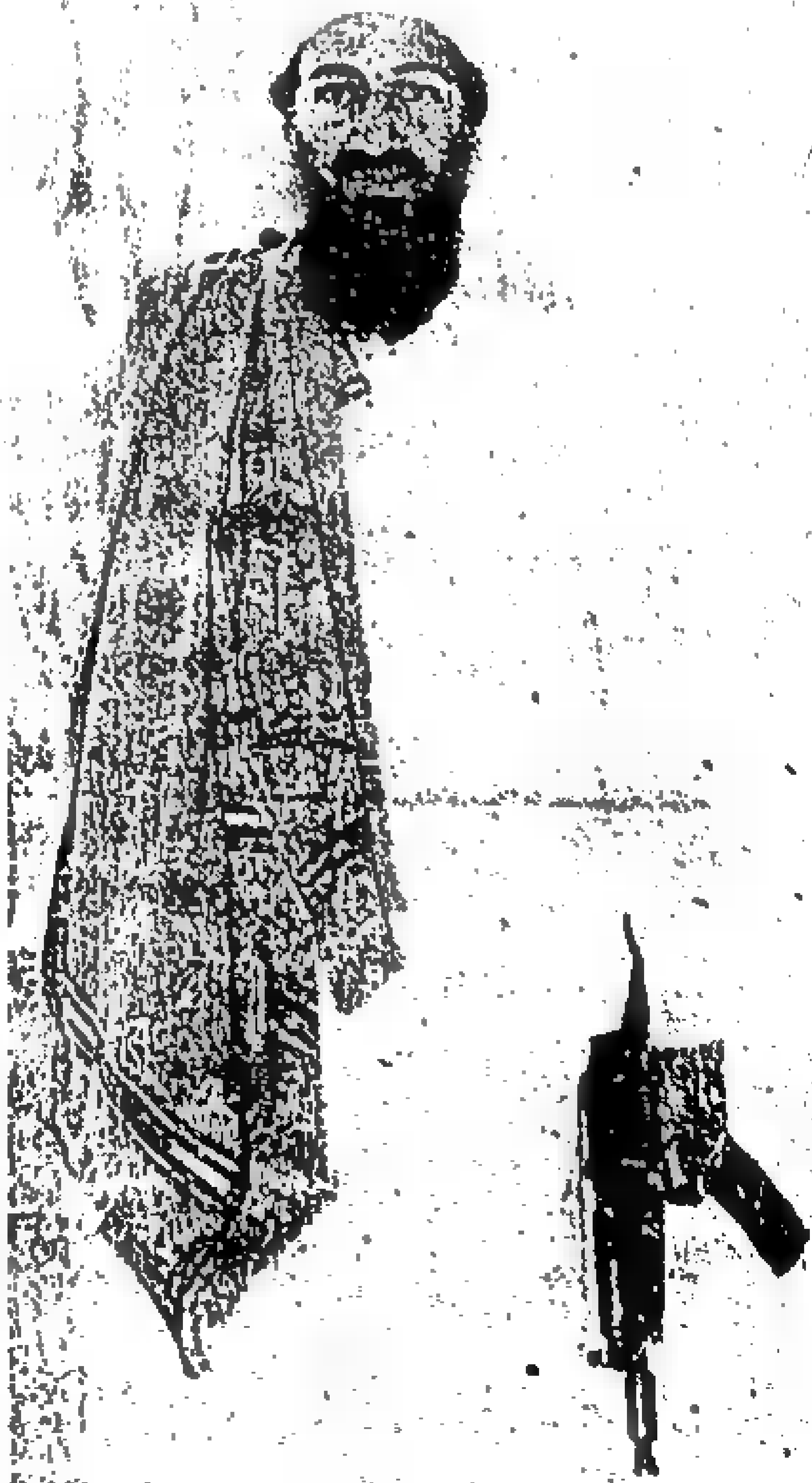
ان ممالک پر یہ بھی لازم ہے کہ عراق کو مارنے کے لئے اللہ کے دشمنوں کو فوجی اڈوں میں سے قطعاً کوئی اڈہ نہ دیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مومنین کو ایک جسم کی طرح بنایا ہے اور اعداء اسلام کو اڈہ دینے سے عراقی مسلمانوں کو ہی نقصان پہنچے گا۔ اگرچہ یہ کٹھن مسئلہ بظاہر حل ہونے کو ہے مگر

اس سے اطمینان نہیں کیا جاسکتا کہ بڑی طاقتیں اپنے مفادات واغراض کی خاطر کوئی اور مشکل پیدا نہیں کریں گے۔ چنانچہ یہ ضروری ہے کہ یہ کافر لوگ ان ممالک میں اپنا ایسا کوئی وفادار تلاش نہ کرسکیں جوان کے لئے راہ ہموار کر سکے۔ ان پر یہ بھی لازم ہے کہ امریکہ یا کسی بھی کافر حکومت کو کسی مملکت اسلامیہ کو مارنے کے لئے بحری جنگی بیڑہ اتارنے کے لئے اپنی بندرگاہ پر جگہ دینے کی بدترین سخاوت نہ کریں نہ اپنے علاقوں میں ان کو فوجی اڈہ بنانے کی اجازت دیں۔

اے مسلمانو! اللہ ہی سے ڈرو۔ ممالک اسلامیہ دعربیہ پر لازم ہے کہ وہ ان جنگی بیڑوں اور یہود ونصاریٰ کی فوجوں کو یہاں سے نکال باہر کرنے میں سعودیہ کا بھرپور ساتھ دیں اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

''جزیرہ عرب میں دو دین قائم نہیں رہ سکتے''۔





21 اگست کی شام پانچ بجے..........!

پاکستان بحریہ کے فضائی نگہبان اپنی معمول کی پرواز کر رہے تھے۔ بحیرہ عرب پر ان کی یہ پروازیں پاکستان بحریہ کی معمول کی پریکٹس ہے۔

لیکن ..... اس روز نہ جانے کیوں فضائی نگہبانی پر مامور کیپٹن کی چھٹی حس نے اسے کسی ناگہانی صورتحال کا سگنل دے دیا تھا۔ اس کی وجہ شاید وہ اطلاعات تھیں جو صبح کراچی کے بین الاقوامی ہوائی اڈے سے پرواز کرنے والے ایک پی آئی اے کے جہاز نے دی تھیں۔

اس جہاز کے کپتان کی اطلاع کے مطابق اس نے معمول کی اونچائی حاصل کرنے کے لئے جیسے ہی سمندر کے اوپر اڑنا شروع کیا اس سے کچھ فاصلے پر ایک بڑے جہاز کی پرواز کرنے کے سگنل موصول ہونے لگے۔

یہ غیر معمولی بات تھی کیونکہ یہاں فضائی روٹ ہونے کی وجہ سے کسی غیر ملکی جہاز کو بغیر اطلاع داخلہ نہیں مل سکتا تھا۔

کیپٹن نے فوراً کراچی کے ائر کنٹرول ٹاور کو صورتحال سے آگاہ کیا جس کے ریڈار پر اب ایک سی۔130 قسم کا جہاز نمایاں ہو رہا تھا۔

کراچی کے ائر کنٹرول ٹاور نے فوراً جہاز سے رابطہ کر کے اپنی شناخت اور اس علاقے میں پرواز کے مقصد سے آگاہ کرنے کی درخواست کی۔

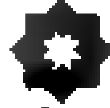
پراسرار جہاز نے جو امریکہ کا ایک جاسوسی ہوائی جہاز تھا اور بحیرہ عرب میں پاکستان کی فضائی حدود سے تیس یا چالیس ناٹیکل میل کی دوری پر موجود امریکی بحری بیڑے سے اڑ کر آیا تھا اپنی شناخت ایک امریکی جہاز کی حیثیت سے کروائی جس پر ائر کنٹرول ٹاور سے اسے بتایا گیا کہ سویلین جہازوں کے اس روٹ پر اس کی موجودگی بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزی اور سویلین جہازوں کے مسافروں کے لئے انتہائی خطرناک ہے کیونکہ اس کی موجودگی سے کوئی بھی حادثہ ہو سکتا ہے اس پر جہاز کی طرف سے

معذرت کی گئی اور کہا گیا کہ وہ معمول کی مشقیں کر رہے ہیں جن سے کسی جہاز کو خطرہ نہیں ہے۔

اس کے باوجود ائر کنٹرول ٹاور سے درخواست کی گئی کہ وہ اس فضائی روٹ سے نکل جائے جس پر جہاز نے آمادگی ظاہر کر دی۔

اور.........

اگلے چند منٹ بعد جہاز وہاں سے غائب ہو گیا۔



فضائی نگہبانی کے لئے سمندر پر پرواز کرنے والے اس جہاز کے پائلٹ کے شبہات کی جلد ہی تصدیق ہو گئی۔

اسے پاکستان کی سمندری حدود کے نزدیک امریکی بحری بیڑے کی نقل و حرکت دکھائی دے رہی تھی۔ تین بحری جہاز پاکستانی ساحل کی طرف بڑھ رہے تھے۔

دوسرے ہی لمحے پائلٹ نے اپنے مستقر کو اس صورتحال سے آگاہ کر دیا اور اگلے ہی لمحے یہ پیغام نیول ہیڈ کواٹر سے جی ایچ کیو پہنچا دیا گیا۔

جب یہ پیغام جب ایچ کیو پہنچا تو وہاں امریکن چیف آف سٹاف جنرل رالسٹن کی کچھ دیر کے لئے ''سٹاپ اوور'' کی درخواست بھی پہنچ چکی تھی اور وہ پاکستانی مسلح افواج کے کمانڈر انچیف جنرل جہانگیر کرامت کے مہمان کی حیثیت سے اسلام آباد کے بین الاقوامی ہوائی اڈے پر لینڈ کر چکے تھے۔

جی ایچ کیو میں جنرل رالسٹن نے جہانگیر کرامت سے رات 9 بجے ملاقات کی ملاقات پر جنرل کرامت نے انہیں اپنی تشویش سے آگاہ کرتے ہوئے پاکستانی ساحلوں کے نزدیک گشت کرتے امریکن بحری جہازوں سے متعلق استفسار کیا تو امریکن جنرل نے گہری مسکراہٹ اپنے ہونٹوں پر جماتے ہوئے کہا۔

''آپ بالکل بے فکر ہو جائیے۔ یہ جہاز پاکستان کے خلاف ہرگز کوئی کاروائی نہیں کرنے والے...... پاکستان ہمارا دوست ملک ہے..........''

اس جواب سے گو کہ پاکستانی جرنیل کی تسلی نہیں ہوئی تھی..........

لیکن..........

جنرل رالسٹن نے اس موضوع کو مزید آگے بڑھانے کی بجائے گفتگو کے لئے موضوع ہی تبدیل کر دیا۔

تھوڑی دیر تک گپ شپ کے بعد امریکن جنرل روانگی کے لئے تیار تھا۔ اس نے "سٹاپ اوور" Stopover پاکستان میں ایک خاص مقصد کے لئے لیا تھا اور اب وہ مقصد پورا ہو چکا تھا۔

جب جنرل جہانگیر کرامت امریکن جنرل رالسٹن کو الوداع کہنے کے لئے اسلام آباد ائرپورٹ کی طرف جا رہے تھے تو شاید پاکستان کے علم میں یہ بات نہیں تھی کہ امریکن بحری بیڑے کے جہازوں سے ٹام ہاک کروز میزائل فائر ہو چکے ہیں۔

ان میزائلوں نے ڈیڑھ گھنٹے کی مسافت طے کر کے پاکستانی فضاؤں میں قریباً 500 فٹ بلندی پر پرواز کرتے ہوئے افغانستان میں پہلے سے گائیڈ کردہ تین اہداف کو نشانہ بنانا تھا۔ یہ میزائل عالم اسلام کے مایہ ناز سپوت، امریکنوں کے جانی دشمن اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا خواب دیکھنے والے مجاہد کبیر کروڑ پتی سعودی نژاد اُسامہ بن لادن کو نشانہ بنانے کے لئے فائر ہوئے تھے۔

دم رخصت رات کے قریباً دس بجے امریکی جنرل رالسٹن نے پاکستانی کمانڈر انچیف کو بتایا کہ وہ پاکستانی فضا سے گزرنے والے میزائلوں کو بھارتی میزائل نہ سمجھیں۔ یہ کاروائی امریکن بحریہ نے اُسامہ بن لادن کے خلاف کی ہے۔

جنرل رالسٹن دراصل اس پیش بندی کے لئے پاکستان آیا تھا۔

امریکہ کو ڈر تھا اگر کوئی میزائل اپنے نشانے سے بھٹک کر پاکستانی سرحد میں گر پڑا یا پاکستانی سرحد کے نزدیک گر پڑا تو پاکستانیوں کو کہیں اس حملے کے پس پردہ بھارت کا ہاتھ دکھائی نہ پڑے کیونکہ دونوں ممالک ایک دوسرے کے ساتھ سخت تناؤ کی حالت میں ہیں۔

اگر ایسا ہوتا تو پاکستان ایک لحہ توقف کئے بغیر بھارت پر حملہ کر دیتا اور عین ممکن تھا کہ صورتحال اتنی سنگین ہو جاتی جس کے بعد ایٹمی ہتھیار استعمال ہونے لگتے...... بلکہ ایٹمی جنگ چھڑ جاتی۔

امریکن جہاں ایک طرف سے اس خدشے کا شکار تھے وہاں دوسری طرف انہیں یہ خدشات بھی لاحق تھے کہ اگر انہوں نے افغانستان پر حملے سے پہلے پاکستان کو باخبر کر دیا تو عین ممکن ہے پاکستان طالبان کو اس حملے کی پیشگی خبر کر دے اور امریکن حملہ ناکام ہو جائے۔

اب صورت حال نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن والی بن چکی تھی۔ اس لئے امریکنوں نے بڑی سوچ بچار کے بعد میزائل فائر کرنے کے بعد ہی پاکستان کو اعتماد میں لینے کا فیصلہ کیا۔ امریکن چاہتے تھے کہ پاکستان کے علم میں اس حملے کی خبر تب آئے جب وہ کسی بھی صورت میں طالبان کی مدد نہ کر سکے۔

اور............

ایسا ہی ہوا...............

جنرل رالسٹن کی ٹائمنگ بڑی شاندار تھی۔

عین ان لمحات میں اس نے جنرل جہانگیر کرامت کو اس حملے کی اطلاع دی جب امریکن کروز میزائل افغانستان میں منتخب اہداف پر گر چکے تھے یا پھر گرنے والے تھے۔

جنرل جہانگیر کرامت نے اپنی تشویش یقیناً جنرل رالسٹن تک پہنچا دی تھی اور اس کی رخصتی کے فوراً بعد پاکستانی وزیراعظم کو اس حملے کی خبر سے آگاہ کر دیا۔

27 اگست کے اخبارات میں پاکستانی وزیراعظم کے حوالے سے جو بیانات شائع ہوئے اور وزیر خارجہ سرتاج عزیز نے جو بیان سینٹ میں دیا اس کے ساتھ ہی جنرل جہانگیر کرامت کے حوالے سے خبر شائع ہوئی تو اصل میں یہ تینوں بیانات صحیح تھے.........

پاکستانی وزیراعظم کا کہنا تھا کہ انہیں حملے کے بعد خبر دی گئی۔

پاکستانی کمانڈر انچیف کا کہنا تھا کہ حملے سے پہلے خبر دی گئی.........

ان بیانات پر ہمارے سیاسی اور صحافی پنڈتوں نے بڑی حاشیہ آرائی کی ہے جو کسی طور بھی حوصلہ افزائی کی مستحق نہیں۔

امریکہ کے اس حملے کا پس منظر کیا تھا؟

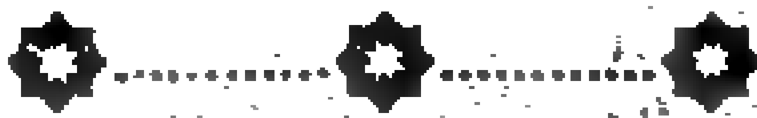
حملے سے پہلے اور بعد کے تہہ در تہہ واقعات، انکشافات، اندازے اور اختراعیں، اگلے ابواب میں سامنے آئیں گے۔

اس حملے کے پس منظر کو سمجھنے کے لئے ہمیں 7 اگست کو نیروبی اور دارالسلام کے امریکن سفارتخانوں میں ہونے والے بم دھماکوں کے فوراً بعد نیروبی سے کراچی آنے والے ایک افریقن ائرلائن کے مسافر محمد صادق الہودہ کی پاکستانی حکام کے ہاتھوں گرفتاری سے اس کہانی کا آغاز کرنا ہوگا۔

7 اگست کی شام صادق الہودہ کو جو یمن کے جعلی پاسپورٹ پر سفر کر رہا تھا پاکستان کے کراچی ائیر پورٹ پر گرفتار کر لیا گیا۔

لیکن.........

یہ خبر پریس اور پاکستانی عوام سے خفیہ رکھی گئی۔



17 اگست کے اخبارات کی ایک خبر نے پاکستانیوں کو پھر چونکا دیا جس کے مطابق پاکستان نے بم دھماکوں کا ملزم کینیا کے حوالے کردیا۔ اطلاعات کے مطابق نیروبی کینیا اور دارالسلام تنزانیہ کے امریکی سفارتخانوں میں دھماکے کر کے تباہی برپا کرنے والے مشتبہ ملزم محمد بن صادق الہویدا کو پاکستانی ایجنسیوں نے کراچی ائیر پورٹ سے گرفتاری کے بعد تفتیش مکمل کرنے پر کینیا کے حوالے کردیا ہے۔

صادق الہویدا کے ایک اور ساتھی عبداللہ کی تلاش جاری تھی جو کسی طرح بچ نکلنے میں کامیاب ہوگیا تھا۔

یہ خبر دفتر خارجہ کے ایک ترجمان کے حوالے سے سامنے آئی تھی۔ ترجمان نے اخبار نویسوں کو بتایا کہ اس فلسطینی باشندے سے جو یمن کے جعلی پاسپورٹ پر سفر کر رہا تھا پاکستان کی خفیہ ایجنسیوں نے تفتیش کی اور اس کے نیروبی بم دھماکے میں ملوث ہونے کی تسلی ہوجانے پر اسے نیروبی بھجوادیا۔

این این آئی کی اطلاع تھی کہ ملزم کو 7 اگست کو نیروبی میں ہونے والے بم دھماکوں کے بعد نیروبی سے کراچی آنے والی ایک فلائیٹ سے جعلی دستاویزات پر سفر کرنے کے الزام میں گرفتار کیا گیا تھا۔

گرفتاری کے بعد جب پاکستانی ایجنسیوں نے اسکے خلاف تحقیقات شروع کی تو صادق الہویدا سے متعلق یہ شک گزرا کہ وہ ضرور نیروبی میں ہونے والے دھماکوں میں ملوث رہا ہے پاکستانی ایجنسیوں نے اس کی تفتیش شروع کی تو ملزم نے ان دھماکوں میں ملوث ہونے کا اعتراف کرلیا جس پر اسے گرفتاری کی حالت میں نیروبی واپس بھجوادیا گیا۔

ترجمان نے اپنے بیان میں واضح کیا ہے کہ پاکستان دہشت گردی کے خلاف ہے اور چونکہ خود بھی دہشت گردی کی کاروائیوں کا شکار ہوچکا ہے اس لئے وہ دہشت گردی کی ہر سطح پر مخالفت کرتا ہے۔ واضح رہے کہ گزشتہ روز دفتر خارجہ کے ترجمان نے پریس بریفنگ کے دوران کینیائی باشندے کی گرفتاری سے متعلق لاعلمی ظاہر کی تھی اور آج تصدیق کردی۔

بی بی سی کے مطابق پاکستانی خفیہ ایجنسیوں کی اطلاع کے بعد ایف بی آئی کی ایک ٹیم بھی امریکہ سے پہنچ گئی تھی جس نے ملزم سے نو دن تک پوچھ گچھ کی اور اس کے بعد اسے کینیا کے حکام کے حوالے کر دیا۔ اے این این اور پاکستان پریس انٹرنیشنل کے مطابق ترجمان نے بتایا کہ مشتبہ ملزم عرب باشندہ ہے اور مبینہ طور پر اس کے دہشت گرد تنظیموں سے روابط رہے ہیں۔

ایجنسی فرانس پریس کے مطابق ملزم نے پاکستانی حکام کو بتایا کہ اس کے دو ساتھی اور بھی تھے جنہوں نے دھماکہ خیز مادے سے بم بنایا تھا وہ میرے ساتھ ہی پاکستان واپس آئے لیکن فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے اس نے اپنے جعلی پاسپورٹ پر گرفتاری سے بچنے کے لئے رشوت دینے کی کوشش بھی کی ملزم نے بتایا کہ وہ بم دھماکوں سے پہلے ہی کینیا کے مقامی ہمدردوں کی مدد سے پاکستان واپس آئے جن کا تعلق مصر کی زیر زمین اسلامی جہاد تنظیم سے ہے۔

ملزم نے بتایا کہ وہ تین سال سے کینیا کے ساحلی شہر ممباسا میں تھا جہاں اس نے عرب نژاد کینیائی خاتون سے شادی کی اور 1997ء میں نیروبی منتقل ہو گیا پاکستان حکام کے مطابق ملزم افغانستان جانا چاہتا تھا لیکن اس کے پاسپورٹ پر لگی تصویر اس سے مشابہہ نہیں تھی اس لئے اسے روک لیا گیا اور پوچھ گچھ پر پاسپورٹ جعلی ثابت ہو گیا۔

32 سالہ محمد صادق الہویدا کو پاکستانی حکام پاکستان کے ہی خصوصی طیارے کے ذریعے نیروبی لے گئے ہیں جہاں پاکستانی ناظم الامور نے کینیا کے حکام کے حوالے کر دیا ہے وزارت خارجہ کے ایک سینئر عہدیدار نے اتوار کی شب بعض خبر رساں ایجنسیوں کی جاری کردہ اس خبر کو غلط بے بنیاد اور شرانگیز قرار دیا جس میں کہا گیا کہ امریکی سی آئی اے کی ٹیم محمد صادق ہویدا کو پاکستان سے گرفتار کر کے اپنے ساتھ نیروبی لے گئی وزارت خارجہ کے ترجمان ایڈیشنل فارن سیکرٹری برائے ایشیاء بحرالکاہل طارق الطاف نے کہا کہ پاکستان کبھی دہشت گردوں کا ساتھ نہیں دے گا اور نہ ہی کسی دوسرے ملک کے داخلی معاملات میں مداخلت کرے گا واضح رہے کہ چند دنوں سے وفاقی دارالحکومت میں امریکی ایف بی آئی، سی آئی اے کے عہدیداروں کی آمد کی اطلاعات آ رہی تھیں۔

ہفتے کو دفتر خارجہ کے ترجمان نے ان کی موجودگی کی تردید کرنے کی بجائے صرف لاعلمی ظاہر کی تھی ان امریکی عہدیداروں کی آمد کی وجہ سے غیر ملکی ٹی وی ٹیمیں بھی اسلام آباد میں موجود ہیں مذکورہ ذرائع کے مطابق پاکستان نے بے نظیر بھٹو دور میں رمزی یوسف کو امریکی خفیہ اداروں کے حوالے کیا تھا نواز شریف کے ابتدائی دور میں امریکی خفیہ ادارے کے عہدیدار ایمل کانسی کو پاکستان سے لے کر گئے تھے ہویدا اسے آئی ایس آئی، آئی بی، ایم آئی کی مشترکہ تحقیقاتی ٹیم (جے آئی ٹی) کے حوالے کر دیا گیا

تھا۔امریکی انخلاء سے دو روز پہلے ہی ایک خبر نے پاکستانی عوام میں تشویش کی لہر دوڑا دی کہ ہمارے امیگریشن حکام نے کراچی ائیرپورٹ سے ایک شخص صادق الہویدا کو جو یمنی پاسپورٹ پر سفر کر رہا تھا مشتبہ سمجھ کر گرفتار کر لیا ہے اور اسے دھماکوں میں ملوث ہونے کے شک کی بنیاد پر امریکہ کے حوالے بھی کر دیا ہے۔

اس سے پہلے رمزی یوسف اور ایمل کانسی کے ضمن میں ہماری حکومت یہ کارنامہ انجام دے چکی تھی لہٰذا عوام میں پریشانی فطرتاً بات تھی۔ پاکستانی حکام کے مطابق صادق الہویدا نے تفتیشی افسروں کے سامنے بم دھماکے میں ملوث ہونے کا اعتراف کرتے ہوئے بتایا کہ اس آپریشن کے لئے اُسامہ بن لادن نے رقم فراہم کی تھی۔ انٹیلی جنس ذرائع نے گذشتہ روز اس بات کا انکشاف کیا۔ پاکستان نے گذشتہ روز یہ شخص کینیا کے حوالے کیا تھا۔ اس مشتبہ شخص نے تفتیش کے دوران بتایا کہ اس نے نیروبی میں بم دھماکے کے سلسلے میں تکنیکی انجینئرنگ اور لاجسٹک سپورٹ مہیا کی تھی۔ انہی ذرائع نے بتایا کہ اس شخص کا پورا نام محمد صادق الہویدا ہے اور فلسطین کا باشندہ ہے اور اس نے یمنی پاسپورٹ پر پاکستان کا سفر کیا۔ اس شخص نے تفتیشی ٹیم کو یہ بھی بتایا کہ وہ ان بم دھماکوں میں ملوث 7 رکنی ٹیم کا ممبر ہے جن میں مصر اور لبنان کے شہری بھی شامل ہیں۔ اس شخص نے یہ انکشاف بھی کیا کہ اس سازش میں شریک بقیہ 6 افراد بھی اس کے ساتھ ہی کراچی پہنچے تھے لیکن وہ امیگریشن عملہ سے آنکھ بچا کر ہوائی اڈہ سے باہر نکلنے میں کامیابی کے بعد روپوش ہو گئے۔ پروگرام کے مطابق ان سب کو اُسامہ بن لادن کے پاس پہنچنا تھا جہاں وہ اس مشن کی تکمیل پر ہم سب کو مبارکباد دینے والے تھے۔ امیگریشن حکام نے بقیہ افراد کے سفری کارڈز پر دیئے گئے پتوں پر چھاپہ مارا لیکن یہ سب پتے جعلی نکلے۔ پاکستانی خفیہ ایجنسی کی رائے میں یہ 6 افراد افغانستان پہنچنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ تفتیش کے دوران الہویدا نے بتایا کہ ہم سب نے افغانستان روس جنگ کے دوران افغانستان کے ایک فوجی کیمپ میں تربیت حاصل کی تھی۔ نیروبی میں امریکی سفارت خانہ میں بم دھماکہ کی انکوائری ٹیم کو ایک نہایت اہم ثبوت مل گیا ہے جس کی مدد سے وہ دھماکہ کرنے والے مجرموں تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں جریدے نیوز ویک نے اپنی رپورٹ میں اس بات کا انکشاف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ٹیم کو سفارت خانہ کی عمارت سے ایک کلومیٹر دور ایک 45 کلو وزنی سٹیل کی شافٹ ملی ہے جس کے بارے میں یقین کیا جاتا ہے کہ یہ شافٹ اس ٹرک کی ہے جس میں دھماکہ خیز مواد لاد کر لے جائے جا رہے تھے اس شافٹ پر گاڑی کا سیریل نمبر یا اسکی شناخت کا نمبر بھی موجود ہے۔

✿

صادق الہویدا کی پاکستانی ایئر پورٹ کراچی سے گرفتاری اور اسے امریکی حکام کے حوالے کرنے کے بعد شاید ہماری "بھولی بھالی سرکار" نے یہ سمجھ لیا تھا کہ اسے مخبر بنانے کا موقعہ مل گیا اور اب امریکہ بہادر خوش ہو کر اس پر انعام و اکرام کی بارش کرے گا۔

لیکن.........

ایک مرتبہ تو ہمارے ارمانوں پر اوس ہی پڑ گئی جب واشنگٹن پوسٹ کے حوالے سے یہ خبر سننے میں آئی کہ امریکن ایف بی آئی کو پاکستانی ایجنسیوں کی تفتیش پر اعتبار نہیں اور امریکی سوچتے ہیں کہ یہ شخص ہویدا بم دھماکوں میں ملوث ہے یا نہیں۔ لیکن ماہرین کے مطابق اگر اُسامہ بن لادن کے ساتھ اس کے تعلقات کا سراغ لگا لیا گیا تو افغانستان میں فوجی ایکشن کے ذریعہ اُسامہ بن لادن کی گرفتاری کے امکانات موجود ہیں۔

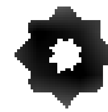
معروف امریکی اخبار واشنگٹن پوسٹ کی رپورٹ کے مطابق اگر کوئی شخص مسلسل نو دن تک پاکستانی پولیس کی حراست میں رہے تو وہ کوئی بھی بات تسلیم کر سکتا ہے۔ امریکی حکام نے اس بات کی تصدیق کی کہ گرفتار ہونے والے شخص کے بارے میں شبہ ہے لیکن تحقیقات سے پہلے ہی اس کے بارے میں کچھ کہنا قبل از وقت ہوگا یہ شخص مجرم ہے یا بے گناہ۔ رپورٹ کے مطابق پاکستانی حکام نے سی آئی اے اور ایف بی آئی کے ساتھ مکمل تعاون کیا ہے لیکن امریکی حکام نے واضح کیا کہ پاکستانی حکام کے شکوک و شبہات کے بارے میں یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ نیویارک ٹائمز کی رپورٹ کے مطابق امریکی حکام تحقیقاتی اداروں کو پاکستان بھجوا رہے ہیں تاکہ بم دھماکوں میں ملوث شخص کو گرفتار کرنے والے افراد سے متعدد اہم نوعیت کے سوالات پوچھے جا سکیں۔

امریکی حکام نے بتایا کہ امریکی سفارتخانوں میں بم دھماکوں کے واقعات میں سعودی شہزادہ اُسامہ بن لادن کے ملوث ہونے کے بارے میں ٹھوس شواہد نہیں ملے ہیں۔ فوجی ماہرین نے بتایا کہ اگر بم دھماکوں میں اُسامہ بن لادن کے ملوث ہونے کے ٹھوس شواہد مل گئے تو ان کے خلاف فوجی آپریشن کے ذریعے کارروائی ہونے کے امکانات موجود ہیں اور اس کے علاوہ وارنٹ گرفتاری جاری کر کے دو سے چار ملین ڈالر کا انعام بھی مقرر کیا جائے گا۔

بی بی سی ٹیلی ویژن کے مطابق پاکستان سکیورٹی ایجنسیوں نے اس سے کیا پوچھا اور اس سے کیا تفتیش کی اور اس نے سکیورٹی ایجنسیوں کو کیا بتایا اس کے متعلق کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ اخباروں میں اس کے متعلق بہت کچھ لکھا جا رہا ہے لیکن کوئی نہیں جانتا کہ اصل کہانی کیا ہے۔ درحقیقت پاکستانی حکام دہشت گردی کے خاتمہ کے لیے امریکہ سے تعاون کرتے رہے ہیں۔

اے ایف پی کے مطابق مبینہ ملزم صادق ہویدا کے گروپ کا سربراہ اُسامہ بن لادن ہے اور اس نے چند ماہ قبل امریکی سفارتخانوں میں دھماکے کرنے کا پروگرام بنایا تھا۔ سی این این کے مطابق امریکی حکام کا کہنا ہے کہ ملزم صادق ہویدا نے بم دھماکوں میں ملوث ہونے کا اعتراف کرنے سے انکار کردیا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ صادق ہویدا کا تعلق فلسطین سے ہے اور وہ 7 اگست کو یمنی پاسپورٹ پر پاکستان پہنچا تھا۔

سرکاری ذرائع کے مطابق محمد صادق کی گرفتاری جعلی پاسپورٹ اور سفری کاغذات کی وجہ سے ہوئی۔ پیشے کے لحاظ سے وہ انجینئر ہے۔ پاکستان حکام کے مطابق ہویدا نے دعویٰ کیا کہ اُسامہ بن لادن نے حملے کا انتظام کرایا تھا۔ امریکی عہدیدار بھی سعودی عرب کے اس دولت مند شخص کو اہم مشتبہ قرار دے چکے ہیں۔



صادق الہویدا کی گرفتاری پر ہمارے ہاں تو بڑا خوش وخروش پایا جاتا تھا لیکن وائس آف امریکہ اور واشنگٹن پوسٹ نے کہا ہے کہ اس سلسلے میں زیادہ جوش وخروش دکھانے کی ضرورت نہیں۔

وائس آف امریکہ سے نشر ہونے والے ایک تبصرے کے مطابق صادق الہویدا کی گرفتاری کے بعد جو حقائق سامنے آئے ہیں ان کی بنیاد پر زیادہ نتائج اخذ نہیں کرنے چاہئیں کیونکہ تحقیقات ابھی ابتدائی مراحل میں ہے تجزیہ نگاروں کے مطابق یہ واضح نہیں کہ اس مشتبہ شخص نے بم دھماکوں میں کتنا بڑا کردار ادا کیا ہوگا۔ ہوسکتا ہے کہ ایک بڑے معاملے میں امریکہ کی مدد کی کوشش میں پاکستان حکام نے کاروائی کی ہو اگرچہ ان کے پاس معمولی شہادت تھی۔ اسلام آباد میں امریکی حکام نے کہا ہے کہ انہیں اس معاملے میں اطلاع نہیں ہے پاکستان دوسرے متعدد اہم واقعات میں ملوث مشتبہ افراد کو حوالے کرتا رہا ہے جن کا تعلق امریکی تنصیبات پر دہشت گردوں کے حملوں سے رہا ہے ایک سال پہلے میر ایمل کانسی کو چار سال تک بین الاقوامی سطح پر تلاش کے بعد پاکستان سے گرفتار کیا گیا تھا اور فروری 1995ء میں امریکی حکومت کے حوالے کیا گیا تھا۔

ریڈیو تہران کا کہنا ہے کہ قبل ازیں پاکستان کی طرف سے رمزی یوسف اور ایمل کانسی کو امریکہ کے حوالے کرنے پر عوامی ردعمل ظاہر ہوا تھا اور اب ایسا نظر آتا ہے کہ حکومت پاکستان نے اس قسم کے ردعمل سے بچنے کے لئے مذکورہ شخص کو امریکہ کو براہ راست دینے کی بجائے کینیا کے حوالے کیا۔ واشنگٹن پوسٹ کے مطابق بعض امریکی حکام نے خبردار کیا ہے کہ اس سلسلے میں کوئی نتیجہ نکالنا قبل از وقت

ہو گا۔ اخبار کے مطابق ایک امریکی عہدیدار کا کہنا ہے کہ تحقیقات کی بالکل درست سمت کا تعین ہونے تک ہمیں زیادہ جوش دکھانے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ گرفتاری ہمارے لئے توجہ طلب تو ہو سکتی ہے لیکن قابل یقین نہیں۔ ایک تبصرہ نگار نے خیال ظاہر کیا ہے کہ نو دن پاکستانی حراست میں رہنے کے بعد تو وہ مشتبہ شخص کچھ بھی تسلیم کر سکتا تھا۔ سی آئی اے کے انسداد دہشت گردی یونٹ کے سابق سربراہ ونسینٹ کینسٹرارو نے کہا کہ ہم سب جانتے ہیں کہ ''سخت تفتیش'' کا کیا مطلب ہوتا ہے، اس کا مطلب ہے کہ اس شخص کی کوئی انگلی سلامت نہیں رہی ہو گی۔ بی بی سی کی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ اس سلسلے میں سی آئی اے کے اہلکار کسی بھی وقت اسلام آباد آ کر محمد صادق سے خود پوچھ گچھ کریں گے۔ اسلام آباد میں امریکی سفارتخانے میں متعین امریکی تحقیقاتی ادارہ ایف بی آئی کے لیگل اتاشی اس سلسلے میں پاکستانی حکام کے ساتھ بات چیت کر رہے ہیں اگر حکومت نے اجازت دی تو سی آئی اے اسے اپنے ساتھ کینیا اور تنزانیہ بھی لے جائے گی۔

19 اگست کو اچانک ایک خبر آ گئی۔

اس سے ایک روز پہلے تک امریکن پاکستانی ایجنسیوں کا مذاق اڑاتے رہے تھے لیکن اب امریکی تحقیقاتی ادارے ایف بی آئی اور کینیا کی پولیس نے ایک مشترکہ آپریشن کے ذریعے جو نو گرفتار صادق الہویدا کے انکشاف پر کیا گیا تھا نیروبی کے ایک ہوٹل سے دھماکہ خیز مواد برآمد کر لیا۔

بی بی سی نے بتایا کہ چھاپہ پاکستانی ایجنسیوں کی طرف سے ایف بی آئی کے حوالے کئے جانے والے ایک مشتبہ دہشت گرد صادق الہویدا کی نشاندہی پر مارا گیا۔ جس نے ایف بی آئی اور کینیا کی پولیس کے سامنے اعتراف کیا کہ امریکی سفارتخانے کی تباہی کے لئے بم اس ہوٹل کے کمرے میں تیار کیا گیا تھا۔

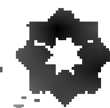
صادق الہویدا نے یہ اعتراف بھی کیا کہ بم حملے سے تین دن پہلے بنایا گیا تھا اس کی تیاری میں دو فلسطینی اور ایک مصری نے بھی اس کی مدد کی تھی۔

امریکن حکام کا کہنا ہے کہ بم دھماکے میں تین دہشت گرد بھی مارے گئے ہیں۔

خبر رساں ایجنسی اے ایف پی کے مطابق ہوٹل کے ریسپشنسٹ ڈیوڈ کیکو نے بتایا مجھے یاد نہیں کہ عرب باشندے کب ہوٹل میں آئے تاہم وہ 6 اگست کو چلے گئے انہوں نے کہا ان افراد کے پاس جو بیگ تھا وہ چالیس کلو گرام سے زیادہ وزن کا نہیں تھا جبکہ دھماکے میں جو مواد استعمال ہوا وہ 800 کلو گرام وزنی تھا انہوں نے کہا کہ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ افراد فلسطینی تھے کیونکہ وہ عربی کے علاوہ ٹوٹی پھوٹی انگریزی بھی بول رہے تھے البتہ آغاز میں اس کا خیال تھا کہ یہ پاکستانی ہیں۔

انہیں روزانہ کینیا کا شخص اور دو عرب ملنے آتے تھے۔ کے پی آئی کے مطابق کینیا کے وزیر داخلہ شریف ناصر نے صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے اعتراف کیا ہے کہ امریکی سفارت خانوں پر ہونے والے بم دھماکوں میں ابھی تک کسی عرب باشندہ یا عرب گروہ کے ملوث ہونے کا کوئی ثبوت نہیں ملا اور اس بارے میں تمام خبریں بے بنیاد ہیں۔

انہوں نے کہا کہ کینیا کی حکومت عرب ممالک کے ساتھ بہتر تعلقات کی خواہشمند ہے اور کسی ایسی کوشش کو کامیاب نہیں ہونے دیا جائے گا جس کے ذریعے کینیا اور عرب ممالک کے درمیان غلط فہمی پیدا کی جا سکے۔

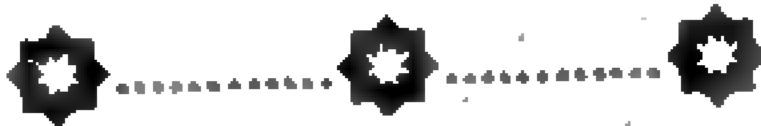


ماضی میں چونکہ رمزی یوسف اور ایمل کانسی کو امریکہ کے حوالے کرنے کے سانحات پاکستانی قوم بھگت چکی تھی۔ اب صادق الہویدا کی گرفتاری نے مقتدر قومی حلقوں میں تشویش کی لہر دوڑا دی اور یہی سمجھا جانے لگا کہ کہیں خدانخواستہ امریکہ دشمن مسلم تنظیمیں پاکستان کو بھی اپنا ٹارگٹ نہ بنالیں۔

اس صورتحال پر روزنامہ نوائے وقت نے تبصرہ کرتے ہوئے اداریتی نوٹ میں لکھا۔

"پاکستانی دفتر خارجہ کے ایک ترجمان نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ کینیا کے دارالحکومت نیروبی اور تنزانیہ کے دارالسلام کے امریکی سفارت خانوں پر بم دھماکوں میں مبینہ طور پر ملوث ایک ملزم محمد صادق ہویدا جو کہ ایک جعلی پاسپورٹ پر پاکستان آیا تھا، کینیا کے حوالے کر دیا گیا ہے۔ یہ شخص سات اگست کو کراچی ایئرپورٹ پر پہنچا تھا جہاں پاکستان کے سیکورٹی حکام نے شک گزرنے پر اسے حراست میں لے لیا بعد میں اسے کینیا کے حکام کے حوالے کر دیا گیا جو اس سے مزید تفتیش کریں گے۔ کینیا اور نیروبی کے امریکی سفارتخانوں میں ہونے والے بم دھماکوں میں بارہ امریکیوں سمیت 253 افراد ہلاک ہو گئے تھے۔ امریکی اخبارات نے پاکستانی ذرائع کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس مشتبہ شخص نے تفتیش کے دوران بم دھماکوں میں ملوث ہونے کا اعتراف کر لیا تھا۔ پاکستان میں امریکی حکام بھی اس مشتبہ ملزم کے ساتھ کینیا گئے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ملزم کو امریکہ کے ایما پر کینیا کے حوالے کیا گیا ہے۔ امریکی خفیہ تنظیم ایف بی آئی کی ایک ٹیم ان ملزموں کے تعاقب میں پاکستان آئی ہوئی تھی جس نے تفتیش میں پاکستانی حکام کو مدد دی۔ بعد ازاں یہ ٹیم واپس چلی گئی اس ساری کارروائی سے یہ نتیجہ اخذ کرنا مشکل نہیں کہ پاکستان نے امریکہ کے ایما پر اس ملزم کو کینیا کے حوالے کیا ہے اور پاکستان اس سے قبل ایمل کانسی اور یوسف رمزی کو امریکہ کے حوالے کر کے خاصی بدنامی کما

چکا ہے۔ ان دونوں کی امریکہ کو سپردگی پر شدید عوامی ردعمل ہوا تھا۔ اب حکومت نے محمد صادق ہویدا کو کینیا کے سپرد کر کے مزید بدنامی مول لے لی ہے۔ غیر ملکی ذرائع ابلاغ کے مطابق حکومتی اقدام کے خلاف لوگوں میں حکومت کے خلاف شدید ردعمل پیدا ہوا ہے۔ یہ شخص امریکی سفارت خانوں میں ہونے والے بم دھماکوں میں ملوث تھا یا نہیں، یہ ابھی تفتیش طلب بات ہے لیکن اگر وہ جعلی پاسپورٹ پر پاکستان میں داخل ہوا تھا تو اس جرم میں اس کے خلاف پاکستان میں ہی متعلقہ قانون کے تحت کاروائی ہونی چاہیے تھی۔ اس کے برخلاف امریکہ کے ایما پر اسے کینیا کے حوالے کرنے سے معترضین کو یہ موقع مل جائے گا کہ امریکہ نوازی کا حکومت پاکستان پر الزام دھر سکیں۔ امریکہ جس نے پاکستان کی امداد بند کر رکھی ہے اور وہ ہر طریقے سے پاکستان پر اپنی مرضی مسلط کرنے کی کوششوں میں مصروف ہے۔ اس بناء پر پاکستانیوں میں امریکہ کے بارے میں اچھے جذبات نہیں پائے جاتے۔ اب حکومت نے محمد صادق الہویدا کو امریکی دباؤ پر کینیا کے سپرد کر کے ان جذبات کو مزید بھڑکا دیا ہے۔ حکومت کو اس ضمن میں تدبر کا مظاہرہ کرنا چاہیے تھا۔ اس کے اس اقدام سے اس بات کو تقویت ملتی ہے کہ ہماری حکومت امریکہ کی غلامی قبول کرنے پر تیار ہے اور وہ امریکہ کی ہر خواہش کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتی ہے۔ حکومت کو اس صورت حال کا احساس کرنا چاہیے تھا اور محمد صادق ہویدا کو کینیا کے سپرد کرتے وقت عوامی جذبات کا خیال رکھنا چاہیے تھا اور بلاوجہ بدنامی مول نہیں لینی چاہیے تھی۔



17 اگست کو امریکی حکومت نے دہشت گردی کے ممکنہ خطرات کے پیش نظر پاکستان میں اپنا سفارتی دھندہ سمیٹنے کا اعلان کر دیا اور تمام غیر ضروری سفارتی عملے اور امریکی باشندوں کو وطن واپسی کی ہدایات جاری کر دی گئیں۔

ماضی میں کبھی اتنا بڑا فیصلہ اتنا اچانک نہیں ہوا تھا۔ اس سے پہلے دنیا کے بیشتر ممالک میں امریکہ کے سفارتخانوں پر، امریکن فوجیوں اور سویلین پر حملے ہو چکے تھے لیکن امریکیوں نے اس طرح اچانک اپنے سفارتی مشن بند نہیں کیے تھے۔

پاکستان میں تو امریکن سنٹرز تک بند کر دیے گئے اخباری اطلاعات کے مطابق 17 اگست پیر کے روز پاکستان میں کسی بھی سلسلے میں قیام پذیر امریکن باشندوں کے لیے یو ایس آئی ایس کی طرف سے ایک نوٹس جاری کیا گیا ہے، جس میں امریکی شہریوں کو خبردار کیا گیا ہے کہ وہ پاکستان میں سفر نہ کریں۔

اس کے علاوہ اسلام آباد کے امریکی سفارتخانے اور کراچی، لاہور اور پشاور میں موجود امریکی قونصل خانوں میں تعینات ایمرجنسی سٹاف کے سوا عملے کے تمام ارکان اور ان کے اہل خاندان کو فوری طور پر پاکستان چھوڑنے کا حکم دے دیا گیا ہے۔ پاکستان میں سفر کرنے والے امریکی شہریوں کو خبردار کیا گیا ہے کہ وہ اپنی سلامتی کے سلسلے میں احتیاط سے کام لیں اور پاکستان سے وطن واپسی پر سنجیدگی سے غور کریں۔ ہوائی اڈے کھلے ہیں اور کمرشل پروازیں دستیاب ہیں۔ اس کے علاوہ امریکی حکومت نے اپنے شہریوں کو واپس امریکہ لے جانے کے لیے اضافی پروازوں کا بھی انتظام کیا ہے۔ ایمرجنسی سٹاف کے سوا دوسرے سفارتی عملے اور ان کے اہل خاندان کی امریکہ واپسی کا کام مکمل ہونے کے بعد سفارتخانہ اور قونصل خانے صرف کم سے کم قونصل سروسز مہیا کریں گے۔

پاکستان میں مقیم امریکی شہریوں کو، جو واپس جانے کے خواہشمند ہوں، اسلام آباد میں موجود امریکی سفارتخانے میں پہنچنے یا رابطہ کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ پریس ریلیز میں مزید کہا گیا ہے کہ

امریکی وزارت خارجہ نے حفاظتی اقدامات کے پیش نظر پاکستان میں موجود تمام امریکن سنٹر تاحکم ثانی بند کر دیئے ہیں۔

سی این این کے مطابق امریکہ نے پاکستان سے سفارتی عملے کی واپسی کا فیصلہ سنگین دھمکیاں ملنے کے بعد کیا ہے۔ سی این این نے اطلاع دی ہے کہ اسلام آباد میں امریکی سفارتخانہ نئے ویزوں کے لیے کوئی درخواست وصول نہیں کر رہا۔ سی این این کے مطابق پاکستان میں مقیم امریکی شہریوں کو اسلام آباد کے امریکن سنٹر میں بلا کر خصوصی بریفنگ دی گئی اور انہیں کہا گیا کہ وہ جلد سے جلد پاکستان چھوڑ دیں اور کافی امریکی شہری پاکستان چھوڑ گئے ہیں، دریں اثنا حکومت پاکستان نے کہا کہ پاکستان سے امریکی سفارتی عملہ کی واپسی اور امریکی سفارتی دفاتر کی عارضی بندش سے پاک امریکہ تعلقات متاثر نہیں ہوں گے اور حالات جلد ہی معمول پر آ جائیں گے۔

دفتر خارجہ کی طرف سے پیر کو جاری ہونے والے ایک بیان کے مطابق امریکی حکومت نے اپنے سفارتی عملہ میں کمی سفارتی دفاتر کی بندش سے متعلق حکومت پاکستان کو آگاہ کر دیا ہے اور امریکی حکومت کا یہ اقدام صرف سیکورٹی اور حفظ ماتقدم کے طور پر ہے۔ حکومت پاکستان امریکی حکومت کے اس موقف کو اچھی طرح سمجھتی ہے۔ پاکستان کو امید ہے کہ ایسے اقدام سے پاک امریکہ تعلقات نہ تو متاثر ہوں گے اور نہ ہی یہ حالات مستقل رہیں گے۔ امریکی سفارتی عملہ میں کمی عارضی ہے اور جلد ہی حالات معمول پر آ جائیں گے۔

پاکستان ہمیشہ دہشت گردی کا مخالف رہا ہے اور دنیا کے دیگر ممالک کی طرح کہیں بھی ہونے والی دہشت گردی کی پرزور مذمت کرتا ہے۔ گورنر پنجاب شاہد حامد نے کہا ہے کہ پاکستان میں غیر ملکی اسی طرح محفوظ ہیں جس طرح وہ امریکہ میں محفوظ ہیں۔ پاکستان میں موجود امریکن قونصلیٹ اور سنٹرز کے فاضل ملازمین امریکہ واپس جا رہے ہیں جبکہ اہم سٹاف پاکستان میں ہی موجود ہے۔ وہ کرٹن یونیورسٹی آسٹریلیا اور پاکستانی تعلیمی ادارے بیکن ہاؤس انفارمیٹکس کے مابین باہمی اشتراک کے سمجھوتے کی تقریب کے بعد اخبار نویسوں سے گفتگو کر رہے تھے۔

گورنر پنجاب نے کہا امریکی قونصلیٹ کے پرنسپل آفیسر جعفری پائٹ نے بتایا ہے کہ اضافی ملازمین واپس امریکہ بھیجے جا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ سیکیورٹی کے انتظامات انتہائی سخت کر دیئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے تو امریکہ کی مدد کی بلکہ پاکستان نے تو بم دھماکوں میں ملوث ایک ملزم کو گرفتار کر کے کینیا کے حوالے کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ صوبے میں امن و امان کی حالت کو کنٹرول کرنے کے لیے وفاقی اور صوبائی ایجنسیوں میں باہم رابطہ کو بہتر بنایا گیا ہے اور پولیس میں سیاسی مداخلت کو

بالکل ختم کر دیا گیا ہے۔انہوں نے بتایا کہ جنوری 97ء سے اگست 97ء تک دہشت گردی کے 83 واقعات ہوئے جس کے بعد صوبائی حکومت کے اہم اقدامات سے ستمبر 97ء سے جولائی 98ء تک یہ واقعات کم ہو کر 28 رہ گئے۔اس طرح ایک تہائی واقعات میں کمی ہوئی۔

گورنر پنجاب نے بتایا کہ اب تک 128 اشتہاری دہشت گرد گرفتار کیے جا چکے ہیں جس سے امن و امان کی صورتحال کافی حد تک قابو میں آ گئی ہے لیکن سب کچھ ٹھیک نہیں ہوا، اس میں مزید بہتری کی گنجائش ہے جس کے لیے حکومت کوششیں کر رہی ہے۔انہوں نے بتایا کہ ایلیٹ فورس کی تعداد پندرہ سو سے بڑھا کر دس ہزار کی جائے گی اور مزید تین سو پولیس انسپکٹر اور سب انسپکٹر پنجاب پبلک سروس کمیشن کے ذریعے بھرتی کیے جائیں گے۔

اہم ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ امریکی سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کی ہدایات پر امریکی سفارتخانے مراکز میں تعینات امریکیوں نے وطن واپسی کا سلسلہ شروع کر دیا ہے۔اسلام آباد میں متعین دو امریکی سفارتکار اور متعدد امریکی شہری گزشتہ روز سعودی ایئر لائن کی پرواز سے یہاں سے روانہ ہو گئے مزید سفارتکار اور امریکی شہری آج صبح روانہ ہو جائیں گے۔دریں اثنا آج پاکستان میں تعینات بعض اہم امریکی سفارتکاروں اور شہریوں کی بڑی تعداد یہاں سے خصوصی پروازوں کے ذریعے روانہ ہو جائے گی۔ لاہور میں امریکہ کے پولیٹیکل آفیسر برائن فپس آج امریکہ روانہ ہو جائیں گے۔ وفاقی دارالحکومت میں واقع امریکی سفارتخانے نے تنزانیہ اور کینیا میں بم دھماکوں کے بعد کیے جانے والے احتیاطی و حفاظتی اقدامات کے سلسلے میں اپنے ویزہ سیکشن کے سامنے ``Closed`` کے بورڈ لگا دیئے گئے۔صبح سویرے سینکڑوں افراد جب ویزہ درخواستیں دینے کے لیے سفارتخانے پہنچے تو آگے بورڈ لگا ہوا تھا۔سکیورٹی اہلکاروں نے کہا ویزہ سیکشن بند ہے۔یہ کب کھلے گا، اس بارے میں ہمیں کچھ پتہ نہیں۔لوگ کچھ دیر تک وہاں کھڑے رہے اور جب انہیں یقین ہو گیا کہ ویزہ سیکشن بند ہے تو وہ واپس لوٹ گئے۔

18 اگست کو اچانک امریکیوں کا پاکستان سے انخلاء شروع ہو گیا......!

اگلے ہی روز چونکہ صادق ہویدا کے حوالے سے خبریں آئی تھیں اور بتایا گیا تھا کہ تنزانیہ اور نیروبی کے بم دھماکوں میں ملوث 6 دہشت گرد پاکستان کے راستے واپس اپنے ٹھکانوں پر افغانستان پہنچ چکے ہیں۔

اس کے ساتھ ہی امریکی محکمہ خارجہ کی بریفنگ بھی محل نظر تھی جو ایک امریکی اعلیٰ آفیسر نے صادق ہویدا کی گرفتاری کے فوراً بعد دیتے ہوئے کہا تھا کہ پاکستان میں امریکی شہریوں کی زندگی کو زبردست خطرات لاحق ہیں۔

حیرت کی بات تو یہ تھی کہ ایک طرف امریکہ کہہ رہا تھا کہ صادق ہویدا کے بیان کی انہوں نے ابھی تک تصدیق نہیں کی اور انہیں پاکستانی ایجنسیوں پر اعتبار نہیں بلکہ یہاں تک کہا گیا کہ 24 گھنٹے پاکستانی پولیس کی حراست میں گزارنے والے کسی بھی شخص سے کچھ بھی منوایا جاسکتا ہے جس پر پاکستانی پولیس آفیسروں نے بہت خوب کہا تھا کہ امریکی کیا ملزموں کو آئس کریم کھلا کر ان سے اقبال جرم کرواتے ہیں؟

امریکہ کی طرف سے ابھی تک اس کے خطرناک عزائم کا اشارہ نہیں ملا تھا لیکن دال میں کالا دکھائی دے رہا تھا۔

18 اگست کو اخبارات کی اطلاعات کے مطابق پاکستان سے تقریباً 600 امریکی اپنے وطن واپس لوٹ گئے۔

216 امریکی جن کا تعلق لاہور، پشاور اور کراچی کے قونصل خانوں سے تھا بذریعہ مسقط روانہ ہوئے ان میں سے 10 پشاور سے 173 اسلام آباد سے اور 23 لاہور سے کراچی پہنچے جہاں سے انہیں قونصل جنرل آرچرڈ ڈگلس نے الوداع کہا۔

ایک گروپ اسلام آباد سے روانہ ہوا جس کے حفاظتی اقدامات کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ ان امریکی باشندوں کو اسلام آباد ائیر پورٹ کے بجائے پاکستان ائیر فورس کے چک لالہ بیس پر لے جایا گیا اور کسی صحافی کو ائیر فورس بیس کے وی آئی پی روم میں جانے کی اجازت نہیں دی گئی۔

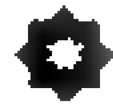
اسلام آباد کے ہوائی اڈے پر امریکنوں کے ساتھ ساتھ پاکستانی ایجنسیوں کے اہلکار بھی متحرک تھے۔ اسلام آباد میں امریکی سفیر نے ان کی روانگی کے انتظامات کی نگرانی خود کی اور ائیر پورٹ پر صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ بہت دکھ کی بات ہے کہ امریکی باشندے پاکستان سے جا رہے ہیں مگر یہ دکھ عارضی ہے امریکیوں کا انخلاء وقتی ہے اور وہ واپس پاکستان آئیں گے۔ امریکی سفیر نے صورتحال پر مزید تبصرے سے گریز کیا تاہم انہوں نے کہا کہ امریکی باشندوں کو پاکستان سے مستقل واپس نہیں بھیجا جا رہا ہے یہ احتیاطی اقدامات ہیں۔ امریکہ واپس جانے والوں میں سفارتکاروں کے اہل خانہ، امریکن سنٹرز آئل کمپنیوں کے ملازمین اور پاکستان میں تجارتی مقاصد اور سیاحت کے لیے مقیم امریکی باشندے شامل تھے۔

پشاور سے امریکن قونصلیٹ کے عملے کے 10 ارکان اہل خانہ سمیت کل رات گئے پشاور سے سڑک کے راستے اسلام آباد چلے گئے جہاں سے وہ دوسرے امریکی باشندوں کے ہمراہ امریکہ روانہ ہوئے اب امریکی قونصل جنرل مسٹر ریڈ ہلسن سمیت تین اہل کار باقی رہ گئے۔ دس امریکی اہلکار اہل

خانہ سمیت رات گئے تین بج کر پینتالیس منٹ پر آٹھ خصوصی گاڑیوں میں زبردست حفاظتی انتظامات میں اسلام آباد گئے محافظوں میں "امریکی کمانڈوز" بھی دیکھے گئے۔

لاہور امریکن سنٹر کے عملے کے تمام ارکان کراچی چلے گئے جہاں سے وہ امریکہ روانہ ہوئے۔ گزشتہ روز امریکن سنٹر اور قونصلیٹ کے دفاتر مکمل طور پر بند رہے تاہم بہت سے لوگ معلومات حاصل کرنے کے لیے چکر لگاتے رہے لیکن وہاں صرف چوکیدار موجود تھے۔ امریکن سنٹر کی لائبریری بھی بند ہونے سے طالب علموں اور ریسرچ کرنے والوں کو سب سے زیادہ پریشانی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

کراچی ایئرپورٹ پر امریکیوں کی روانگی کے وقت سخت حفاظتی انتظامات کیے گئے تھے۔ سادہ لباس میں ملبوس سیکورٹی اہلکار جگہ جگہ تعینات تھے جبکہ امریکی سیکورٹی اہلکار بھی موجود تھے۔ لاہور سے امریکیوں کا 23 افراد پر مشتمل قافلہ کراچی پہنچا ان میں 14 خواتین اور 9 مرد تھے اور 6 بچے اور چند شیر خوار بچے بھی تھے۔ جنہیں جناح ٹرمینل کے وی آئی پی لاؤنج میں ٹھہرایا گیا۔ یہ امریکی لاہور کے امریکی قونصل خانے کے سفارت کار اور سٹاف ممبران تھے ان میں کچھ امریکن سکول لاہور کا امریکی عملہ بھی تھا۔ ان میں دو امریکی اپنے ہمراہ اپنے کتے، طوطے اور دیگر پالتو جانور بھی لائے تھے۔ بعض امریکی خواتین نے ڈیوٹی فری شاپ سے شاپنگ بھی کی۔ بعض امریکیوں کو اچانک پاکستان چھوڑنے کا افسوس تھا اور بعض کے چہروں پر انجانا خوف تھا۔ بعض صحافیوں کے تیکھے اور ٹیڑھے سوالات کے جواب میں معنی خیز مسکراہٹ پر اکتفا کر رہے تھے ان امریکیوں نے وی آئی پی لاؤنج میں تقریباً 4 گھنٹے سے زائد گزارے تقریباً ساڑھے تین بجے کراچی کے امریکی قونصل خانے کے سفارت کاروں کی آمد شروع ہوگئی۔ ان کی تعداد 8 تھی اور یہ لاہور سے آنے والے قافلے میں شامل ہوگئے۔ رچرڈ ڈگلس تقریباً پونے چار بجے جناح ٹرمینل پہنچے ان کے ساتھ سیکورٹی کے اہلکار بھی تھے تقریباً 3 بج کر 40 منٹ پر اسلام آباد سے ایک ڈی سی 10 طیارہ کراچی پہنچا۔



امریکیوں نے روانگی کے وقت پاکستانی اہلکاروں کو پرجوش طریقے سے بائی بائی کہا۔ اسکائی جیٹ ڈی سی 10 طیارہ شام 5 بج کر 10 منٹ پر فضا میں بلند ہوگیا۔ وائس آف امریکہ کے مطابق کراچی کے ہوائی اڈے پر اس موقع پر پاکستانی حکام کی طرف سے کوئی موجود نہیں تھا۔ پہلے طیارہ اسلام آباد گیا جہاں سے پشاور اور اسلام آباد کے سفارتکاروں کو بٹھایا گیا پھر یہ پرواز کراچی آئی جہاں سے لاہور اور کراچی کے سفارتکاروں اور ان کے اہل خانہ کو لے کر امریکہ روانہ ہوگئی۔ جہاں تک کسی اور پرواز کے مزید امریکیوں کو واپس لے جانے کا تعلق ہے تو اس وقت ایک اندازہ یہ تھا کہ اس وقت امریکی قونصل خانوں میں عملہ بہت

محدود رہ گیا ہے اور شاید اب بہت تھوڑے لوگ ایسے ہوں گے جنہیں واپس جانا ہے۔

کے پی آئی کے مطابق گزشتہ 36 گھنٹوں کے دوران تقریباً 600 امریکی شہری پاکستان چھوڑ کر جا چکے ہیں۔ ان میں امریکی سفارت خانے اور قونصل خانوں کے سفارتی و غیر سفارتی عملے کے 277 ارکان اور ان کے اہل خانہ شامل ہیں۔ ذرائع کے مطابق پاکستان سے جانے والے سفارتی عملے کو مسقط میں مزید چند روز رکھا جائے گا۔ واضح رہے کہ کراچی میں تقریباً 1000 امریکی شہری ملازمت، کاروبار اور دیگر مصروفیات کے تحت مقیم ہیں کراچی میں امریکن قونصل خانے کے ایک ذمہ دار افسر نے منگل کی شام کے پی آئی کو بتایا کہ امریکن قونصل جنرل اور دیگر ضروری سفارتی عملہ کراچی میں مقیم رہے گا اور محدود سٹاف کے ساتھ معمول کے سفارتی امور انجام دیتا رہے گا تاہم تمام ثقافتی اور تعلیمی سرگرمیاں معطل کر دی گئیں۔ پی آئی اے سمیت دیگر کمپنیوں کی پروازوں کے ذریعے بھی عام امریکی شہریوں کا پاکستان سے انخلاء جاری ہے۔ منگل کو رات گئے تک 325 سے زائد امریکی شہری پاکستان سے روانہ ہو چکے ہیں۔

امریکی سفیر نے صورتحال کی ایسی وضاحت کی جس سے کسی کو اگلے چند روز بعد امریکی عزائم کی خبر ہی نہ ہو سکی جب ان سے سوال کیا گیا کہ آپ پاکستان سے جا رہے ہیں؟ تو ان کا جواب تھا۔

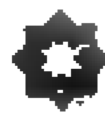
''ہم یہیں ہیں کہیں نہیں جا رہے۔''

جب امریکی سفیر سے گزشتہ روز کی امریکی محکمہ خارجہ کی بریفنگ کے متعلق پوچھا گیا کہ امریکی محکمہ خارجہ نے اپنے باشندوں کے لیے بہت سنگین خطرات کی بات کی ہے؟ امریکی سفیر نے کہا کہ میں ان خطرات کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا کیونکہ یہ عمومی خطرات ہیں۔ نیروبی، دارالسلام میں دھماکوں کے بعد ہم فطری طور پر محتاط ہو گئے ہیں یہ خطرات صرف پاکستان تک محدود نہیں ایسے خطرات دوسرے ممالک میں بھی ہیں اور ہمیں ان کے بارے میں سنجیدگی سے سوچنا ہے یقیناً ہم پاکستان میں مزید ''اموات'' نہیں چاہتے۔

انہوں نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ دو سو سے زائد امریکی یہاں سے نکالے جائیں گے، پاکستان میں چھ ہزار سے زائد امریکی مقیم ہیں مگر ان کی واپسی ان کا ذاتی فیصلہ ہوگا ہم ایسے امریکیوں کی واپسی کے لیے مدد کرنے کو تیار ہیں مگر یہ ان کا اپنا فیصلہ ہوگا موجودہ واپسی کے عمل میں صرف پاکستان میں امریکی حکام شامل ہیں، انہوں نے کہا کہ ہم خوف و ہراس نہیں پھیلانا چاہتے لوگ خود حالات کا جائزہ لے رہے ہیں اور واقعات دیکھ رہے ہیں مگر یہاں سے ''رخصتی'' کی کوئی خاص جلدی نہیں، انہوں نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ پاکستان کو امریکیوں کی واپسی سے شرمندگی نہیں ہونی

چاہیے۔

امریکی سفیر نے اس امکان کو رد کر دیا کہ امریکہ افغانستان میں پناہ لئے ہوئے اُسامہ بن لادن پر حملہ کرنے کی منصوبہ بندی کر رہا ہے اور پاکستان کی سرزمین استعمال کرنا چاہتا ہے کیونکہ ایسے ہی ''آپریشن''، منگولیا، البانیہ، ارکی ٹیریا میں بھی ہو رہے ہیں پاکستان خود کو تنہا محسوس نہ کرے، انہوں نے کہا کہ پاکستانی حکام نے ہم سے بہت تعاون کیا، پاک امریکہ تعلقات پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ ایجنسی فرانس پریس اور پاکستان پریس انٹرنیشنل کے مطابق امریکی سفیر نے ایک سوال پر کہا کہ اسلام آباد میں ہمارا سفارتخانہ کام کرتا رہے گا اور اہم ذمے داریاں انجام دیتے رہیں گے امریکی جاتے ہیں تو ہمیشہ واپس بھی ضرور آتے ہیں۔



اس موقعہ پر امریکہ کے دونوں بڑے ہفت روزہ جو پاکستان میں بھی خاصے مقبول ہیں ''ٹائم'' اور ''نیوز ویک'' نے صاف کہہ دیا کہ امریکیوں کو تنزانیہ اور نیروبی کے دھماکوں میں اُسامہ بن لادن کے ملوث ہونے کے ثبوت مل چکے ہیں۔

ان جرائد نے بتایا کہ دبلے پتلے اُسامہ بن لادن نے امریکی حکام کی نیندیں حرام کر دی ہیں انہیں کچھ سمجھ نہیں آ رہا کہ وہ اُسامہ کے خلاف کاروائی کا منصوبہ کہاں سے اور کیسے ترتیب دیں گے۔

ان جرائد کے مطابق دھماکوں کی اس سازش کا سرغنہ اُسامہ بن لادن تھا!

دونوں جرائد نے اُسامہ بن لادن کا سوانحی خاکہ پیش کیا جس کے مطابق افغانستان میں انہیں انتہائی معزز مہمان تصور کیا جاتا ہے اور کلاشنکوف اور راکٹوں سے مسلح سینکڑوں نقاب پوش مجاہدین ان کی حفاظت کرتے ہیں، اُسامہ کا قیام ایک غار میں ہے جہاں فیکس، مصنوعی سیاروں کے ذریعے ریڈیو ٹیپ تیار کرنے کے آلات اور انٹرنیٹ سسٹم نصب ہیں جس سے وہ بیرونی دنیا سے رابطہ رکھتے ہیں۔ ''نیوز ویک'' کے مطابق سفید عمامے اور قبا میں ملبوس یہ دبلا پتلا اور نرم گفتار لیکن پر جوش شخص جب امریکہ کے خلاف بیانات جاری کرتا ہے تو اس کی شخصیت ڈرامائی انداز اختیار کر لیتی ہے۔

42 سالہ اُسامہ بن لادن کے والد یمن سے ہجرت کر کے سعودی عرب آئے تھے جہاں انہوں نے سعودی خانوادے کا اعتماد حاصل کر لیا تھا اور تعمیراتی کاروبار کے ذریعے اربوں ڈالر کمائے تھے۔ اُسامہ کو بچپن سے ہی شرعی قوانین کی تعلیم دی گئی بعد میں اُسامہ نے لندن سے انجینئرنگ کی تعلیم حاصل کی، 1970ء کے اواخر تک وہ اپنے آبائی کاروبار سے منسلک رہے اور انہوں نے آمدنی میں 25 کروڑ ڈالر کا اضافہ کیا، 1979ء میں افغانستان میں روس کے خلاف جنگ میں رضاکارانہ طور پر اپنی

خدمات پیش کیں اور عرب رضا کاروں کے لیے ہیڈ کوارٹر قائم کیا، افغانوں نے جہاد میں عملی حصہ لیا جن کے لیے اُسامہ بن لادن نے لاکھوں ڈالر کا اسلحہ خرید کر دیا اور جنگ کے خاتمے پر وہ اپنی فوج کے ہیرو بن کر اُبھرے۔

1989ء میں انہوں نے وطن واپس جا کر اپنے خاندانی کاروبار میں حصہ لینا شروع کیا لیکن انہیں چین نہ آیا، اس وقت شدت پسند رضا کار اپنے ملکوں میں برسر اقتدار حکومتوں کی جگہ اسلامی حکومتیں قائم کرنے کی مہم چلا رہے تھے، بن لادن نے سوڈان کا رخ کیا جہاں انہوں نے اپنے سرمائے سے سڑکیں اور فارم تعمیر کیے۔ بن لادن نے کسی مغربی صحافی کو دیئے گئے اپنے پہلے انٹرویو میں کہا کہ وہ محض ایک ''ایگریکلچرسٹ'' ہیں لیکن مصر، الجزائر اور یمن کا الزام ہے کہ بن لادن ان کی حکومتوں کا تختہ الٹنا چاہتے ہیں اور امریکی سی آئی اے نے بھی ان کی نقل و حرکت پر کڑی نگرانی شروع کر دی۔

1996ء میں زبردست عالمی دباؤ کے باعث سوڈان نے بن لادن کو ملک بدر کر دیا، ان کے وطن میں ان کا پاسپورٹ اور بینک اکاؤنٹ پہلے ہی ضبط ہو چکے تھے، انہوں نے افغانستان واپس آ کر اپنا نیا مستقر قائم کیا اور یہاں سے انہوں نے کھل کر امریکہ کو دھمکیاں دینی شروع کر دیں اور کہا کہ وہ امریکہ کے خلاف اس وقت تک کارروائی کرتے رہیں گے جب تک امریکی فوجی مقدس مقامات سے واپس نہیں چلے جاتے۔ دیگر غیر ملکی ذرائع ابلاغ اور نشریاتی اداروں کے مطابق اُسامہ بن لادن کی گرفتاری کے لیے افغانستان میں امریکی کمانڈو آپریشن ہو سکتا ہے۔ اُسامہ بن لادن نے امریکی حکام کی نیندیں اڑا دی ہیں وہ اس کی گرفتاری کے لیے بھرپور کوشش کر رہے ہیں۔

امریکنوں نے اپنی روایات کے مطابق اُسامہ بن لادن کے متعلق بھی عجیب و غریب بے پر کی اڑانی شروع کر دی۔

نیوز ویک نے لکھا کہ اُسامہ بن لادن کی اپنی پگڑی میں تاروں کا ایک پوشیدہ وائرنگ موجود ہے جس کے ذریعے وہ انٹرنیٹ سسٹم سے تعلق قائم رکھتے ہیں۔

اس کے ذریعے وہ فیکس بھی کرتے ہیں۔

فیکس پیغامات وصول بھی کرتے ہیں۔

اور..........

اس پگڑی میں موجود خفیہ نظام کے ذریعے وہ دنیا بھر میں موجود اپنے ساتھیوں کو ہدایات بھی جاری کرتے رہتے ہیں۔

یہ ہدایات بذریعہ ویڈیو بھی دی جاتی ہیں اور ویڈیو پر وصول بھی کی جا سکتی ہیں۔

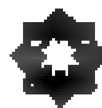
ایک اور امریکی جریدے کی اطلاع کے مطابق اُسامہ بن لادن کے والد کی عربی النسل بیوی سے ان کے صاحبزادے صرف اُسامہ بن لادن ہی ہیں۔ جنہوں نے انجینئر نگ کی تعلیم برطانیہ میں حاصل کی اُسامہ قدامت پسند اسلامی نظریات رکھنے والی عظیم ماں کے عظیم بیٹے ہیں۔

بن لادن نے انجینئر بننے کے بعد 250 ملین ڈالر کمائے۔

79ء میں وہ روس کے خلاف جہاد میں شامل ہوئے انہوں نے سوڈان میں دفاعی نوعیت کی سڑکیں بنائیں، زرعی فام بنائے ان کا حلقہ اثر آہستہ آہستہ الجزائر، یمن اور مصر تک پھیل گیا۔

ان تینوں حکومتوں نے اُسامہ بن لادن پر الزام عائد کیا کہ وہ ان کی حکومتوں کا تختہ الٹنے کی سازشیں کر رہے ہیں۔

نیوز ویک نے لکھا کہ ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے دھماکے کا ملزم یوسف رمزی اُسامہ بن لادن کے فیملی گیسٹ ہاؤس سے گرفتار ہوا تھا۔



امریکیوں کے پاکستان سے انخلاء پر پاکستانی اخبارات نے اشارہ کنایے سے عوام تک صورتحال کی سنگینی پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کی، جسے حکومت چھپائے رکھنے کے لیے کوشاں تھی اور حکومتی سطح پر پاکستانی عوام کو اعتماد میں لینے کی ضرورت ہی محسوس نہ کی گئی۔

روزنامہ جنگ نے اپنی 19 اگست کے اداریئے میں امریکیوں کا انخلا..... کیا یہ خطرے کی نئی گھنٹی ہے کہ عنوان سے لکھا۔

امریکہ نے اچانک اپنے شہریوں کو پاکستان چھوڑنے، سفارتی عملے کی بڑی تعداد کو کم کر کے واپس چلے جانے اور امریکی باشندوں کو پاکستان کے سفر سے روک دینے کا جو فیصلہ کیا ہے، اس پر اندرون ملک بجا طور پر تشویش اور حیرت کا اظہار ہوا ہے۔ یہ امر تو اور بھی زیادہ تعجب خیز ہے کہ ایک طرف امریکی دفتر خارجہ نے حکومت پاکستان کی تعریف کی ہے کہ وہ امریکی مفادات کے خلاف دہشت گردی کی روک تھام میں تعاون کر رہی ہے، اس پر پاکستان کا شکریہ بھی ادا کیا گیا ہے اور اپنے بیشتر سفارتی عملے کے پاکستان سے انخلا کے فیصلے کو پاکستان میں موجود سیکورٹی کے انتظامات پر اپنے عدم اطمینان کا نتیجہ قرار نہیں دیا مگر دوسری طرف امریکی شہریوں کو بلا تاخیر پاکستان چھوڑنے اور پاکستان کا سفر اختیار نہ کرنے کی ہدایت کر دی گئی ہے، امریکی شہریوں کو پاکستان سے فوراً باہر لے جانے کے لیے خصوصی پروازوں کا بھی انتظام کیا جا رہا ہے۔ امریکی سفارتی عملے کی کم سے کم موجودگی کی اجازت بھی صرف اہم نوعیت کے کاموں کے لیے انتہائی ناگزیر سمجھ کر دی گئی ہے۔ اور سفارتی سطح پر پاکستانیوں کے

ساتھ تمام معاملات میں انجام دہی روک دی گئی ہے۔ اسلام آباد ویزا سیکشن بند کردیا گیا ہے۔ پہلے سے دائر ہونے والی درخواستوں پر بھی ویزوں کا اجراء محدود کردیا گیا ہے اور نئی درخواستوں کی وصولی یکسر روک دی گئی ہے۔ اس کے علاوہ پاکستان بھر میں تمام امریکی مراکز بھی بند کردیئے گئے ہیں۔ سفارتی سطح پر پاکستان میں یہ امریکہ کی جانب سے اپنی نوعیت کا پہلا اقدام ہے۔ اس سے پہلے کراچی میں دوبار امریکی باشندے دہشت گردی کا شکار ہوئے اور امریکی سفارتخانے اور قونصل خانوں پر حملے بھی ہوئے مگر امریکہ نے اس نوع کا کوئی انتہائی اقدام نہیں کیا، اسی لیے عوامی سطح پر پاکستان میں اس کا رد عمل حیرت اور تشویش کا مظہر ہے۔

تاہم ہمارے دفتر خارجہ نے جہاں اس صورتحال کو غیر معمولی قرار دیا ہے اور یہ وضاحت بھی کی ہے کہ فی الوقت ملک میں ایسی صورتحال ہرگز نہیں کہ امریکیوں کا انخلا شروع ہو جاتا۔ وہاں اس نے امریکی محکمہ خارجہ کی اس اقدام کے حوالے سے کی جانے والی معذرت اور وضاحت کا حوالہ بھی دیا ہے جس کے مطابق امریکہ کو ایک پاکستان میں ہی نہیں بلکہ دوسرے کئی ملکوں میں بھی اپنے شہریوں کی سلامتی کے لیے خدشات لاحق ہو رہے ہیں اور یہ خدشات مشرقی افریقہ کے دو ملکوں کینیا اور تنزانیہ میں امریکی سفارتخانوں کو بموں سے اڑانے کے واقعات اور بعض دوسرے ملکوں میں امریکی مفادات کے خلاف دی جانے والی دھمکیوں کا نتیجہ ہیں۔ یہ امر بھی مسلمہ ہے کہ امریکہ دنیا بھر میں اپنے ایک ایک شہری کی سلامتی کے بارے میں حد درجہ حساس ملک ہے اور جہاں کہیں بھی کسی امریکی شہری یا امریکی مفاد کو کوئی خطرہ لاحق ہوتا ہے، وہاں سلامتی کے غیر معمولی اقدامات سے گریز نہیں کرتا۔ اس بار کینیا اور تنزانیہ میں رونما ہونے والی دہشت گردی نے تو امریکہ کو ہلا کر رکھ دیا ہے اور امریکی انتظامیہ کے ذہن میں ہر قسم کے امکانات اور خدشات نے سر اٹھالیا ہے، اس لیے اگر پاکستان میں متذکرہ امریکی اقدام اسی تشویش اور فکر مندی کا نتیجہ ہے تو ہمارے دفتر خارجہ کے اندازے کے مطابق حالات جلد معمول پر آ جائیں گے اور غیر ضروری سفارتی عملے کی واپسی سے دو طرفہ تعلقات متاثر نہیں ہوں گے۔ پھر یہ بھی امر واقعہ ہے کہ امریکہ نے تنہا پاکستان میں ایسا نہیں کیا بلکہ کچھ اور ملکوں میں بھی امریکی سفارتی عملہ کم کیا گیا ہے۔ خود سفارتی امور سے باخبر حلقوں کا بھی یہ تاثر ہے کہ امریکی محکمہ خارجہ کی یہ وضاحت قابل فہم ہے کہ بہت سے ملکوں میں ہمارے شہریوں کی جانوں کو خطرہ ہے اور کئی ممالک میں امریکی سفارتخانوں کو بموں سے اڑانے کی دھمکیاں مل رہی ہیں۔ اس لیے ہم کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتے۔

ان سب وضاحتوں کے باوجود امریکی اقدام کے بارے میں اہل پاکستان کی تشویش اور بعض اندیشے بھی قابل فہم ہیں۔ اولاً کسی پاکستانی کو اپنی سرزمین پر امریکیوں کی جانوں اور جائز مفادات

کو کوئی واضح خطرہ نظر نہیں آیا۔ کینیا اور تنزانیہ کی وارداتوں سے بھی پاکستان کا کوئی براہ راست تعلق نہیں جوڑا جا سکتا الٹا، پاکستان نے ایک مشتبہ فلسطینی کو حراست میں لیکر کینیا کے حوالے کرنے کی جو کارروائی کی ہے وہ بجائے خود اس امر کی شہادت ہے کہ پاکستان کی سیکورٹی ایجنسیاں ان وارداتوں کے بارے میں حد درجہ چوکس ہیں۔ طالبان کے ترجمان نے بھی یہ وضاحت کی ہے کہ امریکی سفارتخانوں کے خلاف ہونے والے بم دھماکوں کا کوئی ملزم افغانستان میں موجود نہیں اور نہ اُسامہ بن لادن ان دھماکوں میں ملوث ہیں۔ اسلام آباد میں طالبان کے سفیر نے یہاں تک وضاحت کی ہے کہ اُسامہ بن لادن طالبان کے کنٹرول میں ہیں اور وہ آزادانہ طور پر کچھ نہیں کر سکتے مگر اس کے باوجود اہل مغرب میں طالبان اور اُسامہ بن لادن کے بارے میں جو تصورات پائے جاتے ہیں ان کے پیش نظر بعض حلقے یہ محسوس کر رہے ہیں کہ افغانستان میں اُسامہ بن لادن یا دوسرے عرب دہشت گردوں کے خلاف کارروائی کے لیے امریکہ تیاریاں کر رہا ہے اور شائد اس مقصد کے لیے پاکستان کی سرزمین کو استعمال کرے۔

اہل پاکستان کے لیے فکر و تشویش کی دوسری بات یہ ہے کہ پاکستان پہلے سے بعض خارجی اور داخلی خطرات سے دوچار ہے۔ افغانستان کی حالیہ صورتحال کے حوالے سے پاکستان سے بعض ملکوں کی ناراضگی بڑھتی جا رہی ہے اور اسے طالبان کی سرگرمیوں میں ملوث قرار دیا جاتا ہے۔ ملک کی اقتصادی صورتحال بھی سبھی پاکستانیوں کے لیے پریشان کن ہوتی جا رہی ہے، خود وزیر تجارت اسحاق ڈار نے یہ تسلیم کیا ہے کہ عالمی مالیاتی ادارے ہمیں ڈیفالٹ کی طرف دھکیل رہے ہیں اور ہماری بیشتر مالی مشکلات آئی ایم ایف اور عالمی بینک کی وجہ سے پیدا ہوئی ہیں۔ ان بیرونی عوامل کے علاوہ خود اندرون ملک بھی خود انحصاری کے تمام تر خوش آئند دعوؤں کے باوجود ملکی معیشت اور مالیات میں بہتری کے معمولی سے آثار بھی نظر نہیں آتے۔ ملک کا سب سے بڑا زر مبادلہ کمانے کا ذریعہ ٹیکسٹائل کی مصنوعات ہیں مگر ان کی برآمد میں بھی کمی آ رہی ہے۔ قومی اثاثوں کو رہن رکھ کر کام چلانے کی ''ڈنگ ٹپاؤ'' کوششیں جاری ہیں اور سب سے بڑھ کر لندن میں ٹالبوٹ کے ساتھ آخری اور فیصلہ کن مذاکرات کا مرحلہ قریب آ رہا ہے جس کے نتائج کی روشنی میں امریکہ نے بعض سخت فیصلوں کا امکان ظاہر کر دیا ہے۔ اس پس منظر میں ہمارے ہاں کے کاروباری حلقوں میں امریکہ کے متذکرہ اقدام کے بارے میں سب سے زیادہ فکر مندی پائی جاتی ہے جس کا مظاہرہ امریکی سفارتی عملے کی واپسی کی خبر آتے ہی سٹاک ایکسچینج میں مندی کی صورت حال سے ہوتا ہے، گویا ہماری معیشت پر مزید منفی اثرات کا امکان موجود ہے۔ ان حالات میں ہمارے حکمرانوں کا فرض ہے کہ اپنی مجموعی خارجہ پالیسی کے سارے حساس پہلوؤں کا ازسرنو تفصیل سے جائزہ لیں اور ان عوامل کو دور کرنے کی سعی و تدبیر کریں جو ملک کی سلامتی اور معیشت کی بقا کے لیے

خطرے کا باعث بن سکتے ہیں۔ یہ سارا کام اگر قومی اتفاق رائے سے ہو سکے تو ملک و قوم کے لیے اور بھی زیادہ مفید اور بار آور ہو سکتا ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ حکمران اب وسیع تر مفاد میں اپوزیشن کو اعتماد میں لینے کی ضرورت کو شائد محسوس کریں اور جمعرات کو سینٹ کا جو اجلاس بلایا گیا ہے، اس میں معمول کے معاملات سے ہٹ کر ملک کو درپیش زیادہ سنگین مسائل پر کھلی یا بند ایوان کی بحث کا اہتمام کریں۔ یہ نازک موقع بہر حال محاذ آرائی کی سیاست کا نہیں رہا۔ ارباب حکومت کا فرض ہے کہ اپوزیشن کے ساتھ سر جوڑ کر بیٹھیں اور کامل غور و خوض کے ساتھ محتاط اور ٹھوس فیصلے کریں۔



اس صورتحال پر تبصرہ کرتے ہوئے روزنامہ پاکستان نے اپنے اداریئے بعنوان انتہا پسندانہ فیصلہ میں کہا۔

امریکی حکومت کا اپنے شہریوں کو پاکستان چھوڑنے کا مشورہ، سفارتی عملے میں کمی اور ویزوں کے اجراء میں تعطل کے فیصلے ایسے نہیں ہیں کہ انہیں سرسری نوعیت کے انتظامات کا نام دیا جا سکے یا محض اسے سیکورٹی اور امریکی باشندوں کے جان و مال کی حفاظت کی تدبیر سمجھا جا سکے۔ حقیقتاً یہ ایک انتہا پسندانہ فیصلہ ہے، جس کے مضمرات پر پوری سنجیدگی سے توجہ دینے کی ضرورت ہے، یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ امریکہ نے اپنے نصف سے زائد سفارتی عملہ کو پاکستان سے واپس بلانے کا فیصلہ کیوں کیا ہے۔ اس سے قبل بعض اوقات امریکی باشندوں کو محتاط رہنے کا مشورہ تو ضرور دیا جاتا رہا ہے لیکن ایسے انتہائی اقدامات کی نوبت کم ہی آتی ہے، حتیٰ کہ کراچی میں امریکی شہریوں کے قتل جیسے واقعات کے بعد بھی سفارتی عملے میں اس حد تک کمی کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی، نہ ہی پاکستانیوں کو ویزے جاری کرنے پر پابندی عائد کی گئی اور نہ امریکی شہریوں کے لیے اس نوع کی عام ہدایت جاری کی گئی کہ وہ پاکستان کا رخ نہ کریں۔

ہماری سمجھ میں اس اقدام کی جو ظاہری اور فوری وجہ آتی ہے، وہ ملک میں امن و امان کی بگڑتی ہوئی صورتحال ہی ہو سکتی ہے۔ وزیر اعظم پاکستان بھلے ہی یہ تقریریں کر کے خوش ہوتے رہیں کہ پابندیاں لگانے والے خود ہی شرمندہ ہو رہے ہیں اور گورنر پنجاب یہ تقریر کر کے جتنا دل چاہے خوش ہو لیں کہ امن و امان کی حالت سدھر چکی ہے، حقائق اس کے برعکس ہیں، خاص طور پر دہشت پسندوں کی سرگرمیاں ملک میں عروج پر ہیں، جہاد کے نعرے لگانے والے اور قتل و خونریزی کے ذریعے سیاسی اور گروہی مقاصد حاصل کرنے والے پوری طرح سرگرم عمل ہیں، اگر ہم یہ کہیں تو اسے غلط نہ سمجھا جائے کہ ایسے گروہوں اور ایسے لوگوں سے نمٹنے کے سلسلے میں حکومت بری طرح ناکام رہی ہیں، یہ ایک ناقابل

تردید حقیقت ہے کہ پاکستان میں کچھ لوگ کھلے بندوں دہشت گردی کی وارداتوں کا ارتکاب کر رہے ہیں اور ایسی وارداتوں کے جواز میں رائے عامہ کو ہموار کرنے میں بھی پیش پیش ہیں لیکن حکومت کی طرف سے ان کا نوٹس لینے کی ضرورت ہی نہیں سمجھی گئی۔ یہ درست ہے کہ امریکی انتظامیہ کو ایسے انتہا پسندانہ فیصلے سے پہلے حکومت پاکستان سے مشاورت کرنی چاہیے تھی اور امریکی باشندوں یا سفارتی عملے کی حفاظت کے لیے مزید اور موثر اقدامات کے سلسلے میں بشرط ضرورت اس کی توجہ مبذول کرنے کی کوشش کی ضرورت تھی لیکن حکومت پاکستان کے لیے یہ بھی لازم تھا کہ وہ دہشت گردی کی بڑھتی ہوئی وارداتوں کے پیش نظر غیر ملکی سفارت کاروں کی حفاظت کے انتظامات کو بہتر بنانے پر از سر نو توجہ دیتی، بظاہر تو یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ حکومت جہاں زندگی کے دوسرے مختلف شعبوں میں اپنا اعتماد کھو چکی ہے، وہاں ملک میں امن وامان کے قیام کے معاملے میں بھی اس کی صلاحیتوں کے بارے میں شک وشبے کا اظہار کیا جا رہا ہے جس سے غیر ملکی بھی متاثر ہو رہے ہیں، ہم سمجھتے ہیں کہ اب بھی حکومت اور متعلقہ ایجنسیوں کو امریکی انتظامیہ سے رابطہ کر کے یہ معلوم کرنا اور اس کے سدباب پر توجہ دینا ضروری ہے کہ اس فیصلے کے اصل محرکات کیا ہیں اور ایسے کون سے شواہد اس کے سامنے تھے جن کی بناء پر یہ فیصلہ کیا گیا ہے۔ امریکی محکمہ خارجہ کے ترجمان نے واشنگٹن میں بیان دیتے ہوئے کہا کہ امریکی حکومت نے یہ فیصلہ اپنے شہریوں کے مفادات کے پیش نظر کیا ہے کیونکہ پاکستان میں امریکی سفارتخانوں اور شہریوں کی زندگیوں کو شدید خطرہ لاحق ہے۔ بعض بین الاقوامی نشریاتی اداروں کے مطابق امریکہ نے اپنے شہریوں کو پاکستان چھوڑنے کا حکم کینیا اور تنزانیہ میں بم دھماکوں کے مبینہ ملزم محمد صادق کی پاکستان میں گرفتاری کے بعد اور کینیا کے حوالے کیے جانے کی تصدیق کرنے کے بعد کیا ہے۔

بظاہر یہ بات درست معلوم ہوتی ہے مگر بنظر غائر جائزہ لیا جائے تو اس فیصلے پر پہنچنا مشکل نہ ہوگا کہ صرف اتنی سی بات یا ایک دہشت پسند کی پاکستان میں گرفتاری کی وجہ سے اتنا بڑا فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔ امریکیوں کو یقیناً ایسی خبریں اور شاید دھمکیاں بھی ملی ہوں کہ ان کے سفارت خانے اور سفارتی عملے کے خلاف بھی کارروائی کی جاسکتی ہے، ہمارے ہاں ایسے جنونیوں کی کمی نہیں ہے جو نہ صرف دہشت پسندی کو ذریعہ نجات سمجھتے ہیں بلکہ دنیا بھر کے دہشت پسندوں کو ملت کا پاسبان سمجھ کر ہیرو قرار دینے اور اس کا برملا اظہار کرنے میں بھی مضائقہ نہیں سمجھتے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ حکومت ایسے اشخاص کی سرگرمیوں، بیانات اور تشدد کے پرچار کا نوٹس لینے میں اب تک ناکام رہی ہے، اگر دنیا بھر میں پاکستان کا دہشت گردوں کی پناہ گاہ کا تصور قائم ہو رہا ہے اور اگر غیر قانونی اور متشددانہ کارروائیاں کرنے والے لوگ دنیا کے کسی بھی حصے میں دہشت پھیلانے یا غیر قانونی اقدامات کے بعد پاکستان کا رخ کرتے ہیں

تو اس کے حقیقی اسباب ڈھونڈ نکالنا ضروری ہیں، یہ حکومت پاکستان کا فرض ہے کہ وہ ایسے لوگوں کی حوصلہ شکنی کرے۔ ان کے بارے میں خاموشی اختیار کرنا ان کی اعانت کرنے کے مترادف ہے۔ یہ بات حکمرانوں کے سوچنے کی ہے کہ پاکستان کو خطرناک ممالک کی فہرست میں شامل کرنے کا امریکی فیصلہ کس حد تک درست ہے اور اس میں ہماری کوتاہی کا دخل کہاں تک ہے؟ یہاں ایسے لوگوں کی کمی نہیں ہے جو اس کی دور دراز توجیہات کر کے امریکہ ہی کو مورد الزام ٹھہرائیں گے، ہم خود بھی اپنے کو ان لوگوں میں شامل سمجھتے ہیں جو امریکہ کو معصوم سمجھنے کے لیے تیار نہیں ہیں اور اس کے سامراجی کردار سے نالاں ہیں لیکن اس بنیاد پر ملک میں ہونے والی دہشت گردی کا جواز مہیا کرنا ہمارے لیے بھی ممکن نہیں ہے۔

ہم اس امریکی اقدام کو اس حد تک غیر ضروری اور جلد بازی کا نتیجہ سمجھتے ہیں کہ اسے سب سے پہلے حفاظتی انتظامات کے لیے حکومت پاکستان سے رجوع کرنا چاہیے تھا لیکن جہاں تک دہشت گردی کے خطرے سے اپنے شہریوں کو بچانے کی کوشش کا تعلق ہے، اس پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ اس واقعہ کو ہم اپنے گھر پر نظر ڈالنے اور اسے درست کرنے کا ایک ذریعہ ضرور بنا سکتے ہیں۔ یہ حقیقت بھی حکمرانوں اور پالیسی سازوں کے پیش نظر رہنی چاہیے کہ امریکہ کے اس فیصلے کے بعد دنیا بھر میں پاکستان کے ''امیج'' کو نقصان پہنچ سکتا ہے اور ملک کے دشمن اس صورتحال سے فائدہ اٹھانے کی پوری پوری کوشش کر سکتے ہیں، اس لیے یہ ضروری ہے کہ وزارت خارجہ ایسی کوششوں کے بروقت مقابلے کا اہتمام کرے، ملک کی صنعت و تجارت، برآمدات، قرضوں کے حصول کے کوششیں غرضیکہ ہمارا پورا مالی ڈھانچہ بھی اس فیصلے سے یقیناً متاثر ہوگا۔ سٹاک مارکیٹ پر امریکی فیصلے کے اثرات ظاہر ہونا شروع ہو گئے ہیں، گو فوری طور سے آئندہ پیش آنے والی مشکلات کا پوری طرح سے اندازہ کرنا آسان نہیں ہے، تاہم یہ امر یقینی ہے کہ نئی صورتحال ہمارے لیے مزید مشکلات اور پیچیدگیاں پیدا کر سکتی ہے۔ جن سے نبرد آزما ہونے کے لیے ابھی سے منصوبہ بندی کرنے کی ضرورت ہے۔ محض تقریریں جھاڑنے اور بڑھکیں مارنے سے ٹھوس حقائق کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ ان کا مقابلہ کرنے کے لیے نہ صرف ان کا ادراک ضروری ہے بلکہ قوم کو ان کی وجہ سے پیش آنے والی مشکلات کے لیے تیار کرنا بھی لازم ہے۔

امریکی سفیر نے گو کہ اگلے ہی روز ایک براہ راست سوال کے جواب میں اُسامہ بن لادن یا طالبان کے خلاف کسی کارروائی کے امکان کو رد کرتے ہوئے صرف یہ کہا تھا کہ خود انہیں اپنی جان کا خطرہ ہے لیکن اس دوران اخباری ایجنسیوں کی رپورٹس کے مطابق ہی خبریں سامنے آنے لگیں کہ امریکی اُسامہ بن لادن کے خلاف پاکستان کی سرزمین سے تادیبی کارروائی کرنے والے ہیں۔

اس ضمن میں یہ اطلاعات بھی ملیں کہ امریکی کمانڈوز پاکستان پہنچ چکے ہیں صورتحال زیادہ

مشکوک تب ہوئی جب پاکستانی حکام نے کسی فوجی آپریشن کی تصدیق یا تردید کرنے سے انکار کر دیا، جس کے بعد ان خدشات کو تقویت ملنا شروع ہو گئی کہ امریکی کمانڈوز اُسامہ بن لادن کی گرفتاری کے لیے پاکستانی سرزمین کو استعمال کرنا چاہتے ہیں اور اس آپریشن کے پیشِ نظر پاکستان سے امریکی سفارتکاروں اور باشندوں کو پہلے یہ نکالا جا رہا ہے۔

امریکی محکمہ خارجہ کے ایک اعلیٰ عہدیدار نے غیر ملکی ذرائع ابلاغ کے نمائندوں سے خصوصی بات چیت کے دوران سوالات کے ذومعنی جوابات دیتے ہوئے اس آپریشن کے امکان کو نہ تو تسلیم کیا اور نہ ہی اس کی تردید کی۔ اس نے کہا کہ انہیں اس بارے میں کوئی ایسی اطلاع سرکاری سطح پر نہیں ملی۔ تاہم اس بارے میں عالمی سطح پر بعض خبریں گردش کر رہی ہیں۔

انہوں نے کہا کہ وہ ذاتی طور پر ایسے کسی آپریشن سے آگاہ نہیں ہیں اور نہ ہی اس آپریشن کی قطعی طور پر تردید کر سکتے ہیں۔

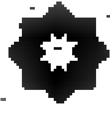
امریکی جریدے (یو ایس اے ٹوڈے) کی رپورٹ کے مطابق امریکی خفیہ اداروں نے اُسامہ بن لادن کے خلاف آپریشن کی منصوبہ بندی مکمل کر لی۔ رپورٹ کے مطابق امریکہ، نیروبی اور کینیا میں حالیہ بم دھماکوں سے قبل ہی اُسامہ بن لادن کے خلاف کارروائی کا فیصلہ کر چکا تھا۔

اڑھائی ماہ قبل سی آئی اے اور ایف بی آئی کی ایک خصوصی ٹیم پاکستان بھیج دی گئی تھی، جس نے اُسامہ بن لادن کے خلاف آپریشن کی تیاری کی۔ امریکی وزیر خارجہ میڈیلین البرائٹ نے نیروبی میں پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اُسامہ بن لادن کی امریکہ کے خلاف کارروائیوں میں دن بدن اضافہ ہوتا جا رہا ہے، جو امریکہ سمیت تمام عالمی برادری کے لیے قابلِ تشویش امر ہے۔ انہوں نے کہا کہ دنیا بھر میں امریکی مفادات کو نقصان پہنچانے اور بے گناہ لوگوں کے خون سے ہاتھ رنگنے والوں کو کبھی معاف نہیں کیا جائے گا۔

میڈیلین البرائٹ نے کہا کہ اگر طالبان چاہتے ہیں کہ ان کی حکومت کو باضابطہ طور پر تسلیم کیا جائے تو انہیں اُسامہ بن لادن کو امریکہ کے حوالے کرنا ہوگا۔ اس کے علاوہ طالبان کو ضمانت دینی ہوگی کہ افغانستان کی سرزمین کو دہشت گردی کے لیے استعمال نہیں ہونے دیا جائے گا۔ طالبان کو ایک نمائندہ حکومت کے قیام کے علاوہ انسانی حقوق سے متعلق اپنے ریکارڈ میں بہتری لانی ہوگی۔

وائس آف امریکہ کے مطابق افغانستان میں طالبان تحریک کے لیڈر نے عہد کیا ہے کہ دولت مند عسکریت پسند اُسامہ بن لادن کو امریکہ کے حوالے نہیں کیا جائے گا۔ اب یہ بات صاف تھی کہ امریکہ نے طالبان سے براہ راست مطالبہ کر دیا تھا کہ وہ اُسامہ بن لادن کو ان کے حوالے کر دے تو

امریکہ طالبان کی حکومت کو تسلیم کرلے گا لیکن طالبان اس چکر میں پھنسنے کے لیے تیار نہیں تھے۔



اس دوران "خلیج ٹائمز" نے اپنے نمائندے کے حوالے سے خبر دی کہ امریکہ نے اُسامہ بن لادن کے خلاف کارروائی کا فیصلہ کرلیا ہے جس کے لیے پاکستانی حکومت کی رضامندی سے پشاور کے ہوائی اڈے کو استعمال کرنے کی اجازت بھی حاصل کرلی گئی ہے۔

پاکستانی محکمہ خارجہ نے اس خبر کی سختی سے تردید کی کہ وہ امریکہ کو افغانستان میں کسی بھی فوجی ایکشن کے لیے اپنے اڈے استعمال نہیں کرنے دے گا اور خلیجی اخبار کی اس خبر کو گمراہ کن بتایا۔ اخباری اطلاعات کے مطابق وزارت خارجہ کے ترجمان نے کہا کہ امریکہ کی طرف سے پاکستانی ہوائی اڈے پشاور کو کسی بھی فوجی ایکشن کے لیے استعمال کرنے کی کوئی درخواست ہی نہیں ملی۔

ترجمان نے کہا کہ افغانستان ایک آزاد اور خود مختار ملک ہے اور پاکستان کسی بھی ملک کے اندرونی معاملات میں عدم مداخلت کے اصول پر سختی سے کاربند ہے ادھر پاکستان میں امریکی سفیر تھامس سائمنز جونیئر نے بھی افغانستان میں فوجی ایکشن کے لیے پشاور کو اڈے کے طور پر استعمال کرنے کے امکان کو مسترد کردیا انہوں نے کہا کہ امریکہ ایسی کوئی منصوبہ بندی نہیں کررہا دریں اثناء پاکستان میں سابق امریکی سفیر رابرٹ اوکلے نے بی بی سی کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ پشاور سے افغانستان میں حملہ کرنا خارج از مکان ہے انہوں نے کہا کہ یہاں بیٹھ کر افغانستان میں دہشت گردوں کو تلاش کرنا اور ان کی شناخت کرنا بہت مشکل ہے۔ دریں اثناء حکومت پاکستان نے امریکہ کو افغانستان میں کسی آپریشن کے لیے پاکستانی سرزمین کے استعمال کی اجازت دینے کے بارے میں خبروں کو قطعی طور پر بے بنیاد قرار دیتے ہوئے واضح اور دوٹوک الفاظ میں کہا کہ ہمیں امریکیوں سے زیادہ اپنے مفادات عزیز ہیں۔

اُسامہ بن لادن سے پاکستان کا کوئی تعلق نہیں یہ افغانستان کا معاملہ ہے منگل کو ایک سرکاری ترجمان نے اخبار نویسوں کو بریفنگ دیتے ہوئے کہا کہ صادق ہویدا کی گرفتاری کے واقعہ کے بعد پاکستان کو خواہ مخواہ ملوث کرنے کی کوشش کی جارہی ہے حالانکہ پاکستان نے تو ایک مجرم کو گرفتار کیا ہے ترجمان نے کہا کہ افغانستان پر طالبان کے قبضے کے بعد جو صورتحال پیدا ہوئی ہے اس کی بنیاد پر بہت سارے معاملات میں پاکستان کو ملوث کیا جارہا ہے۔ ترجمان نے کہا کہ پاکستان افغانستان کے اندرونی معاملات میں ملوث نہیں ہے۔

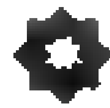
ترجمان نے کہا کہ پاکستان نے اُسامہ بن لادن کو پاکستان میں رہنے کی اجازت نہیں دی ہے اُسامہ بن لادن افغانستان میں ہے اور افغان حکومت نے ہی اُسامہ بن لادن کو پناہ دے رکھی ہے

سرکاری ترجمان نے کہا کہ صادق ہویدا کو ایف آئی اے نے جعلی پاسپورٹ رکھنے کے الزام میں گرفتار کیا اور بعدازاں تفتیش کے دوران اس نے کینیا میں امریکی سفارت خانے میں بم دھماکوں میں ملوث ہونے کا اعتراف کیا جس پر پاکستان نے اسے فوری طور پر کینیا حکومت کے حوالے کر دیا۔

سرکاری ترجمان نے ان اطلاعات کو قطعی طور پر غلط اور بے بنیاد قرار دیا کہ امریکہ نے اُسامہ بن لادن کے خلاف کسی ممکنہ آپریشن کے باعث اپنے سفارتی عملہ میں کمی کی ہے اور امریکی شہریوں کا انخلاء ہو رہا ہے ترجمان نے کہا کہ امریکیوں کو یہ خوف اور خطرہ ہے کہ کینیا میں ہونے والے بم دھماکے کی طرح اب پاکستان میں بھی امریکیوں کو نشانہ بنایا جا سکتا ہے اور ان کے مطابق انہیں دھمکیاں بھی دی جا رہی ہیں۔

سرکاری ترجمان نے بتایا کہ امریکہ نے سفارتی عملے میں کمی صرف پاکستان میں ہی نہیں کی ہے بلکہ اطلاعات کے مطابق قاہرہ اور کوالالمپور کے امریکی سفارتخانوں سے بھی سٹاف کم کیا جا رہا ہے سرکاری ترجمان نے واضح اور دوٹوک الفاظ میں کہا کہ حکومت پاکستان امریکیوں کو کسی دوسرے خودمختار ملک میں آپریشن کی اجازت نہیں دے گی۔

ترجمان نے کہا کہ چونکہ اُسامہ بن لادن کو پاکستان کے بعض مذہبی حلقوں کی حمایت حاصل ہے اس لیے بعض حلقے اُسامہ بن لادن اور امریکہ کے تنازعہ کو اسلام اور کفر کی جنگ قرار دینے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ یہ درست نہیں ہے ترجمان نے کہا کہ پاکستان طالبان کے کسی غلط یا صحیح فیصلے میں فریق نہیں ہے ترجمان نے کہا کہ بھارت اس صورتحال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہا ہے کہ پاکستان ایک دہشت گرد ملک ہے تاہم ترجمان نے واضح طور پر کہا کہ پاکستان ہر طرح کی دہشت گردی کی مذمت کرتا ہے اور حکومت پاکستان نے دہشت گردوں کے خلاف ملک بھر میں وسیع انتظامات کر رکھے ہیں۔



19 اگست کو امریکنوں کی طرف سے ایک اور حکم نامہ جاری کر دیا گیا!

اس ''حکم نامے'' کی رو سے امریکہ نے افغانستان میں کام کرنے والے تمام غیر ملکی رضا کار تنظیموں، ریڈ کراس کے ارکان اور دیگر امدادی کارکنوں کو مشورہ دیا کہ وہ افغانستان سے فوراً نکل جائیں۔

یہ خبر وائس آف امریکہ سے نشر کی گئی جس کے مطابق امریکنوں نے یہ مشورہ ایک دھمکی آمیز خط موصول ہونے کے بعد دیا تھا گویا امریکہ کی وجہ سے ساری دنیا کے سفید چمڑی والوں کی زندگیاں خطرے میں پڑ گئی ہیں۔

امریکن چونکہ واحد سپر پاور ہیں اس لیے انہیں یہ اختیار بھی خود بخود حاصل ہو جاتا تھا کہ وہ

جب چاہیں اپنی مرضی کی کوئی نہ کوئی توجیہہ تلاش کر کے اسے ساری دنیا پر ٹھونس دیں!

صاف ظاہر تھا کہ امریکن کوئی خطرناک فیصلہ کر چکے ہیں لیکن حیرت انگیز طور پر نہ تو ابھی تک وہ پاکستان کو اعتماد میں لے رہے تھے اور نہ ہی اپنے حلیف یورپی ممالک کو!

اگر امریکہ نے اپنے حلیف یورپی ممالک کو ہی اعتماد میں لے لیا ہوتا تو عین ممکن تھا کہ کابل میں دو غیر ملکی ریڈ کراس کے رضاکاروں کو اپنی جان سے ہاتھ نہ دھونے پڑتے اور یہ بھی ممکن تھا کہ بروقت رضاکار تنظیمیں ایسے حفاظتی اقدامات کر لیتیں جو ان کے لیے بعد میں بہتر ثابت ہوتے لیکن امریکن خود نا قابل اعتبار ہونے کے سبب کسی کو قابل اعتبار نہیں سمجھتے۔

ان اقدامات سے صاف ظاہر تھا کہ امریکہ اب کچھ کر گزرنے کا مصمم ارادہ کر چکا ہے۔

امریکی صدر بل کلنٹن جو داشتہ لیونسکی سے جنسی تعلقات کے اعتراف کے بعد امریکن عوام کے سامنے خاصے رسوا ہو چکے تھے اقبالی بیان دے کر چھٹیاں لے کر جزیرے کی سیر کو نکل گئے۔

صدر کلنٹن کے ساتھ ان کی اہلیہ ہیلری کلنٹن اور ان کی صاحبزادی بھی موجود تھیں اور صدر یہ کہہ کر گئے تھے کہ وہ اپنی بیوی اور بیٹی کا غصہ ٹھنڈا کرنے اور انہیں مطمئن کرنے کے لیے جا رہے ہیں۔

اچانک ہی اگلی رات صدر کلنٹن اکیلے وائٹ ہاؤس پہنچ گئے اور انہوں نے ایک دھواں دھار تقریر جھاڑ دی جس کا مکمل متن یہ ہے۔

آج میں نے اپنی مسلح افواج کو افغانستان اور سوڈان میں دہشت گردوں کے ٹھکانوں پر حملہ کرنے کا حکم دیا کیونکہ یہ ہماری سلامتی کے لیے خطرہ تھے۔ میں آپ سے اس عمل کے مقاصد کے بارے میں بات کرنا چاہتا ہوں اور بتانا چاہتا ہوں کہ یہ کیوں ضروری تھا۔

ان کا مشن قتل کرنا ہے اور ان کی تاریخ خونیں ہے۔ گزشتہ چند سالوں میں انہوں نے صومالیہ میں امریکی بلجیم اور پاکستانی (امن کے رکھوالوں) کو مارا۔ انہوں نے مصر کے صدر اور پوپ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ انہوں نے بحرالکاہل کے اوپر امریکہ کے چھ 747 طیاروں کو بم سے تباہ کرنے کا منصوبہ بنایا۔ انہوں نے پاکستان میں مصر کے سفارتخانے کو بم سے اڑایا ہے۔ انہوں نے مصر میں جرمن سیاحوں کو گولی مار کر ہلاک کیا۔

دہشت گردی کے ماضی قریب میں ہونے والے واقعات ہماری یادداشت میں تازہ ہیں۔ دو ہفتے قبل اس وقت 12 امریکی اور قریباً 300 کینیائی اور تنزانیائی باشندے اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے اور 5000 زخمی ہوئے۔ جب نیروبی اور دارالسلام میں ہمارے سفارتخانوں کو بم کا نشانہ بنایا گیا۔ ہمارے حساس اداروں کی مصدقہ اطلاع کے مطابق اُسامہ بن لادن کا دہشت گرد نیٹ ورک ان بم

حملوں کا ذمہ دار ہے۔ انہی اطلاعات کی وجہ سے ہمیں یقین ہے کہ اُسامہ بن لادن کے گروپ نے ہی بم کے حملوں کی منصوبہ بندی، پیسہ مہیا کیا اور یہ حملے کیے۔

امریکہ نے کئی سال دہشت گردی کے خلاف جنگ کی ہے جہاں جہاں ممکن تھا ہم نے قانونی اور سفارتی ذرائع کے ذریعے یہ جنگ لڑی۔ امریکی قانون کے لمبے ہاتھ پوری دنیا کے گرد پہنچ چکے ہیں، نیویارک، ورجینیا اور بحرالکاہل میں حملے کرنے کے ملزمان پر مقدمہ چلایا۔ ہم نے خاموشی سے دہشت گردوں کو منتشر کیا اور ان کے منصوبوں کو ناکام بنایا۔ ہم نے ان ممالک کو بھی تنہا کر دیا جو دہشت گردی میں ملوث تھے۔ ہم نے دہشت گردی کے خلاف بین الاقوامی اتحاد بنانے کے لیے بھی کام کیا۔ مگر ایسے مواقع آئے اور آئیں گے جب قانونی اور سفارتی ذرائع ناکافی ہوں گے اور ہمیں شہریوں کی حفاظت کے لیے غیر معمولی اقدامات کرنا ہوں گے۔ اس شہادت کے بعد کہ بن لادن کا دہشت گرد نیٹ ورک امریکی اور دوسرے آزادی پسند لوگوں پر مزید حملے کرنے کا منصوبہ بنا رہے ہیں۔ میں نے فیصلہ کیا کہ امریکہ کو لازماً کارروائی کرنا ہے۔ لہٰذا آج صبح اپنی سلامتی کی ٹیم کے متفقہ مشورے پر میں نے اپنی مسلح افواج کو بن لادن کے نیٹ ورک کی طرف سے خطرے کو روکنے کا حکم دیا۔

آج امریکہ نے افغانستان میں دہشت گردوں کے ٹھکانوں پر بیک وقت حملے کیے۔ ہماری افواج نے دنیا کے سب سے زیادہ متحرک دہشت کے اڈوں کو نشانہ بنایا جہاں بن لادن کے نیٹ ورک کے سب سے اہم عناصر موجود تھے جہاں دنیا کے مختلف حصوں کے ہزاروں دہشت گردوں کو تربیت مہیا کی جاتی تھی۔ ہم یقین سے کہتے ہیں کہ وہاں آج بڑے دہشت گرد لیڈروں کا اجتماع ہونا تھا جو کہ ہمارے تیز تر اقدام کی وجہ سے نہیں ہو سکا۔ ہماری افواج نے سوڈان کی ایک ایسی فیکٹری کو بھی نشانہ بنایا جس کا تعلق بن لادن کے نیٹ ورک سے تھا۔ اس فیکٹری میں کیمیائی ہتھیاروں میں استعمال ہونے والا مواد تیار ہوتا تھا۔ امریکہ اپنے اس اقدام کو معمولی نہیں سمجھتا۔ افغانستان اور سوڈان کو کئی سالوں سے متنبہ کیا جا رہا تھا کہ وہ ان دہشت گرد گروپوں کو پناہ اور امداد دینا بند کر دیں جو ممالک مستقل طور پر دہشت گردوں کو پناہ دیتے ہیں انہیں ایسا کرنے کا کوئی حق نہیں۔

میں اپنے حساس اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے محنت کی اور اچھا کام کیا۔ میں اپنی مسلح افواج پر بھی فخر کرتا ہوں جنہوں نے اس مشن کی تکمیل کی اور کوشش کی کہ معصوم شہریوں کا جانی نقصان کم سے کم ہو۔ میں آپ کو اور دنیا کو بتانا چاہتا ہوں کہ ہمارا آج کا اقدام اسلام کے خلاف نہیں تھا جو تمام دنیا بشمول امریکہ کے کروڑوں امن پسند لوگوں کا مذہب ہے۔ کوئی مذہب بھی معصوم شہریوں، خواتین اور بچوں کے قتل کی اجازت نہیں دیتا مگر ہماری کارروائی ان

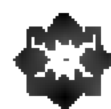
قاتلوں کے خلاف ہے جو قتل کو اچھائی کا لبادہ اوڑھاتے ہیں اور اس طرح اس عظیم مذہب کی توہین کرتے ہیں جس کے نام پر وہ سب کچھ کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔

میرے ہم وطن امریکیو! دہشت گردی کے خلاف ہماری جنگ نہ تو افریقہ میں ہمارے سفارتخانوں پر بم حملوں سے شروع ہوئی اور نہ ہی آج کے حملوں پر ختم ہوگی اس کو حوصلے، مضبوطی اور برداشت کی ضرورت ہوگی ہم اس دھمکی کے آگے گھٹنے نہیں ٹیکیں گے۔ ہم اس کا سامنا کریں گے چاہے یہ کتنی بھی طویل کیوں نہ ہو۔

یہ آزادی اور انتہا پسندی قانون کی بالادستی اور دہشت گردی کے درمیان ایک طویل جدوجہد ہوگی۔ ہم جو کچھ کر سکتے ہیں وہ ہمیں ضروری ہے۔ امریکہ دہشت گردوں کا ہدف ہے کیونکہ ہم قائد ہیں کیونکہ ہم ان کی ترقی، جمہوریت اور انسانی اقدار کی ترقی کے لیے کام کرتے ہیں کیونکہ ہمارا معاشرہ اس زمین پر سب سے زیادہ آزاد ہے اور اس لیے بھی کہ ہم نے یہ بتادیا ہے کہ ہم دہشت گردی کے ساتھ کوئی سمجھوتہ نہیں کرتے۔ مجھے یقین ہے کہ امریکہ کے لیے کارروائی نہ کرنا کارروائی کرنے سے زیادہ خطرناک ہوسکتا ہے۔ کیونکہ اس سے ہمارے دشمنوں کے حوصلے بلند ہوں گے اور ان کی ہم پر حملے کرنے کی خواہش اور صلاحیت بدستور موجود رہے گی۔ علاوہ ازیں ہمیں یہ پہلے سے معلوم تھا کہ یہ گروپ ہمارے اور دوسروں کے خلاف کارروائی کرنے کے منصوبے بنا چکے ہیں۔

میں دوبارہ اس بات کا اعادہ کرنا چاہتا ہوں کہ امریکہ جھگڑا نہیں امن چاہتا ہے۔ ہم تمام دنیا میں لوگوں کی زندگی لینا نہیں بلکہ بہتر بنانا چاہتے ہیں۔ ہم نے بوسینا، شمالی آئیرلینڈ، مشرقِ وسطیٰ اور دوسری جگہوں پر امن کے لیے کام کیا مگر آج امن کی کوشش دہشت گردی کے خلاف جنگ کے لیے جتنے کیے بغیر کامیاب نہیں ہوسکتی۔

آج کی ہماری کارروائی یہ پیغام دے گی کہ دہشت گردوں کے لیے کوئی محفوظ مقام نہیں ہوگا ہم اپنے لوگوں کی اقدار اور مفادات کا تحفظ کریں گے۔ ہم دنیا کے تمام حصوں میں تمام مذاہب کے لوگوں کی مدد کریں گے جو خوف اور تشدد سے پاک زندگی گزارنا چاہتے ہیں ہم یہ کرتے رہیں گے اور ہم کامیاب ہوں گے۔ شکریہ



امریکی صدر کی اجازت کے فوراً بعد فضائیہ نے افغانستان میں اُسامہ بن لادن کے مرکز اور سوڈان میں کیمیائی ہتھیاروں کی فیکٹری کو نشانہ بنایا۔ امریکی وزیر دفاع ولیم کوہن نے کہا کہ دہشت گردوں کے مراکز پر مزید حملے بھی کیے جاسکتے ہیں۔ صدر کلنٹن نے حملے کا اعلان کرتے ہوئے بتایا کہ

گزشتہ روز ہم نے کامیاب حملے کیے ہیں۔ افغانستان میں حملے صوبہ قندھار میں ان جگہوں پر کیے گئے جہاں اُسامہ بن لادن کی موجودگی کا زیادہ امکان تھا۔ اے ایف پی کے مطابق افغانستان میں چھ مقامات پر حملے کیے گئے۔ یہ حملے افغانستان کے وقت کے مطابق رات دس بجے کابل سے 150 کلومیٹر کے فاصلے پر پاکستان کی سرحد کے قریب ہوئے۔

ان مقامات پر سواکلی، البدر، بیس کیمپ اور اُسامہ بن لادن کے پیروکاروں کے چار ٹھکانے شامل ہیں، کلنٹن نے اپنی چھٹیاں منسوخ کردیں اور فوری طور پر واشنگٹن پہنچ گئے جہاں انہوں نے پینٹا گون میں فوجی حکام سے صلاح مشورے کیے۔ صدر کلنٹن نے پریس کانفرنس میں کہا امریکی فوج نے افغانستان میں دہشت گردوں کے ایک اڈے اور سوڈان میں کیمیائی ہتھیاروں کے اس مرکز کو نشانہ بنایا جن کا تعلق مشرقی افریقہ میں واقع امریکی سفارتخانوں پر حالیہ بمباری سے تھا۔

انہوں نے کہا کہ اس حملے کا مقصد سعودی کروڑ پتی اُسامہ بن لادن کے گروپوں کو ختم کرنا ہے جنہوں نے کینیا اور تنزانیہ میں بمباری میں بنیادی کردار ادا کیا۔ امریکی صدر نے کہا کہ آج ہم نے امریکی سفارتخانوں پر حملوں کا جواب دیا ہے۔ کلنٹن کی طرف سے حملوں کے حکم کے فوراً بعد امریکی وزیر دفاع ولیم کوہن اور امریکی افواج کے جوائنٹ چیفس کے چیئرمین ہاگ پینٹا گون چلے گئے جہاں انہوں نے باہمی تبادلہ خیال کے بعد پریس کانفرنس سے خطاب کیا۔ امریکی وزیر دفاع نے کہا کہ یہ کارروائی ضروری ہو چکی تھی اب ان دہشت گردوں سے کوئی رعایت نہیں ہوگی۔ ہمارا پیغام بہت واضح ہے۔ ایک سوال کے جواب میں ولیم کوہن نے کہا کہ بین الاقوامی قوانین کے مطابق دہشت گردوں کو پناہ دینا جرم ہے۔ افغانستان میں طالبان نے اُسامہ بن لادن کو پناہ دے کر یہ جرم کیا ہے اور اب یہ سب کچھ بھگتنا پڑے گا۔

جنرل ہاگ شلٹن نے کہا کہ امریکہ کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔ بین الاقوامی دہشت گرد اُسامہ بن لادن افغانستان میں روپوش ہے لیکن قابل افسوس بات یہ ہے کہ بہت سے ممالک ان بین الاقوامی دہشت گردوں کی حمایت کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ان دہشت گردوں کا ایک پورا نیٹ ورک ہے جو دنیا بھر میں کاروائیاں کر رہا ہے۔ ایک سوال کے جواب میں امریکی جنرل نے کہا کہ حملے صرف ان جگہوں پر کیے جائیں گے جہاں دہشت گردوں کے ٹھکانوں کا شبہ ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ ہماری اطلاع کے مطابق طورخم اور خوست میں بھی دہشت گردوں کے کیمپ واقع ہیں۔

ولیم کوہن نے پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہم ان اطلاعات پر گزشتہ ایک ہفتے سے معلومات جمع کر رہے تھے اور دو روز قبل ہم نے حملے کے فیصلے کو حتمی شکل دی۔ انہوں نے کہا کہ ابھی مزید حملے کیے جائیں گے واضح رہے کہ 7 اگست کو نیروبی اور دارالسلام میں ہونے والے بم

دھماکوں کے نتیجے میں بارہ امریکیوں سمیت اڑھائی سو افراد ہلاک ہو گئے تھے جبکہ پانچ ہزار سے زائد زخمی ہوئے تھے۔ جمعرات کی شام سوڈان اور افغانستان میں بیک وقت حملہ کیا گیا۔

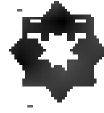
امریکہ نے دعویٰ کیا کہ سوڈان میں اُسامہ بن لادن کی طرف سے تیار کیا گیا کمپلیکس تباہ کر دیا گیا۔ سوڈان میں تباہ کیے گئے کیمپ کے بارے میں کہا گیا کہ وہاں اُسامہ بن لادن نے دہشت گردی کا ایک بڑا نیٹ ورک قائم کر رکھا تھا وہاں کیمیائی ہتھیار بھی رکھے گئے تھے۔ معلوم نہیں ہو سکا کہ عمارت میں موجود کتنے افراد مارے گئے۔ پینٹاگون میں اخباری کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے ولیم کوہن نے اُسامہ بن لادن کے بارے میں کچھ نہیں بتایا ایک اخبار نویس نے ان سے پوچھا کہ اُسامہ بن لادن کی کیا خبر ہے تو انہوں نے کہا کہ ابھی تک کوئی پتہ نہیں۔

سوڈان کی حکومت نے امریکہ فضائی حملے کی تصدیق کر دی اور کہا کہ خرطوم میں ادویات بنانے والی فیکٹری الشفاء فارماسیوٹیکل پر حملہ کیا گیا مگر حکام نے یہ نہیں بتایا کہ اس حملے میں عمارت تباہ ہوئی یا نہیں یا کتنے لوگ مارے گئے یا زخمی ہوئے جبکہ سوڈان کی اپوزیشن کے مطابق اس فیکٹری میں کیمیائی ہتھیار تیار کیے جاتے تھے اور کام میں عراقیوں سے مدد لی جاتی تھی۔ یہ فیکٹری دارالحکومت کے علاقہ خرطوم بحاری میں واقع ہے۔

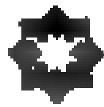
سوڈان کے وزیر داخلہ عبدالرحیم نے کہا کہ سوڈان میں کوئی کیمیکل اسلحہ کا پلانٹ نہیں ہے۔ سی این این کو انٹرویو میں انہوں نے امریکہ کی طرف سے سوڈان میں خرطوم کے کیمیکل پلانٹ پر حملے کے اعلان پر غم و غصے کا اظہار کرتے ہوئے امریکہ کی مذمت کی۔ حملے پر تبصرہ کرتے ہوئے بی بی سی ٹی وی نے کہا کہ پاکستان اگرچہ افغانستان پر امریکی فضاؤں حملوں کے لیے جگہ دینے سے انکار کر چکا ہے لیکن اگر اس نے افغانستان پر مزید فضائی حملے کرنا چاہے تو اسے پاکستان کے ہوائی اڈے استعمال کرنا لازمی ہوں گے تاہم ابھی کسی قسم کا اندازہ لگانا مشکل ہے کیونکہ صورتحال واضح نہیں ہے۔ بی بی سی ٹی وی کے مطابق یہ طے ہے کہ اُسامہ بن لادن قندھار کے قریب ایک کیمپ میں موجود ہے۔

چند ماہ قبل کچھ پاکستانی صحافیوں نے افغانستان کے دورے کے موقع پر اُسامہ بن لادن سے ملاقات کی تھی تو اُسامہ نے بڑے واضح اور کھلے انداز میں یہ بات کہی تھی کہ ان کی زندگی کا مشن امریکہ کو پوری دنیا میں نقصان پہنچانا ہے۔ بی بی سی کے مطابق پاکستان کے لوگ امریکہ کے ہر اقدام سے نفرت کرتے ہیں اور اُسامہ بن لادن کو اسلامی ممالک کا ہیرو سمجھتے ہیں۔ بی بی سی کے نامہ نگار نے کہا کہ اگر پاکستان بین الاقوامی برادری سے تعاون کرتے ہوئے ان حملوں کی حمایت کرتا ہے تو یہ ممکن ہے کہ اسے ملک کے اندر اپنے عوام کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑے۔ سی این این کے مطابق پاکستان کو شبہ تو

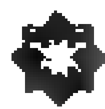
تھا کہ امریکہ کوئی نہ کوئی کارروائی کرے گا لیکن اس بات کا اندازہ نہیں تھا کہ امریکہ فوری اقدام اٹھاتے ہوئے اتنی بڑی کارروائی کا فیصلہ کرے گا۔ امریکی ٹی وی کے مطابق اس بارے میں پاکستان بڑے محتاط ردعمل کا مظاہرہ کرے گا۔



افغانستان پر امریکی حملے کے بعد تا حال یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ امریکی طیاروں نے اس مقصد کے لیے کون سا اڈا استعمال کیا۔ امریکہ افغانستان پر حملے کے لیے جو اڈے استعمال کرسکتا ہے، ان میں اومان اور مسقط کے اڈوں کے علاوہ خلیج میں موجود امریکی بحری بیڑے سے بھی اڑ کر بمباری کرسکتے ہیں۔ اگرچہ گوادر ایک امریکی کمپنی کو دینے کی اطلاعات تھیں تاہم حکومت پاکستان کے ٹھوس موقف کی وجہ سے یہاں سے کسی قسم کی کارروائی خارج از امکان ہے جبکہ ایران بھی شمالی محاذ پر طالبان کی موجودہ فتوحات کے بعد یہ پالیسی بیان دے چکا تھا کہ طالبان کے خلاف علاقائی پسپائی کے لیے ہم کسی سے بھی اتحاد کرسکتے ہیں۔ عالمی سیاسی ماہرین کے تحت صادق ہویدا کی گرفتاری منصوبہ بندی کے تحت تھی اور وہ سی آئی اے کا پلانٹ کیا ہوا شخص بھی ہوسکتا ہے۔ کیونکہ اس کی گرفتاری کے فوراً بعد پاکستان سے امریکیوں کی واپسی افغانستان پر امریکی حملے کا فیصلہ بین الاقوامی حالات کا جائزہ لینے والوں کو صاف دکھائی دے رہا تھا مگر ماہرین اس بات پر الجھے ہوئے تھے کہ سوڈان کے قریب تو کینیا کانگو اور تنزانیہ کے اڈے موجود ہیں جہاں سے امریکی طیارے تیل وغیرہ لے سکتے ہیں۔ مگر افغانستان کے لیے وہ کہاں سے مدد حاصل کرے گا بہرحال اس نے کرلی۔



پاکستان ٹیلی ویژن نے افغانستان اور سوڈان پر امریکی حملے کے بارے میں رات گئے تک چپ سادھے رکھی۔ جمعرات کی رات 10 بجے جب امریکہ نے افغانستان پر حملہ کیا تو چند ہی لمحوں بعد سی این این اور بی بی سی سمیت امریکی اور یورپی ممالک کے نشریاتی اداروں نے حملے کی خبر نشر کردی لیکن حملے کے بعد حملے کی خبر نشر کرنے کے بجائے پی ٹی وی ورلڈ چینل پر طارق عزیز شو جبکہ پی ٹی وی چینل پر کالاباغ ڈیم کے متعلق پروگرام چل رہا تھا۔

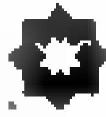


افغان ذرائع اطلاعات کے مطابق امریکی حملہ ایک ٹریپ تھا جس میں وہ کامیاب نہیں ہوسکا اور حملے کا اصل ٹارگٹ اُسامہ بن لادن بالکل ٹھیک ہیں، انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ سکائی براڈکاسٹ پر گزشتہ رات بتایا گیا کہ طالبان نے کہا ہے کہ اُسامہ بن لادن کو اس حملے میں کچھ نہیں ہوا اور وہ بچ گئے۔

ہیں۔اے ایف پی کے مطابق طالبان نے افغانستان پر امریکی حملے کو کھلی جارحیت قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ اُسامہ بن لادن کو امریکی فضائیہ کے حملے سے پہلے محفوظ مقام پر منتقل کر دیا گیا تھا۔طالبان کے لیڈر ملا محمد عمر نے کہا کہ افغانستان میں اُسامہ بن لادن کے کیمپوں پر امریکہ کا حملہ افغان قوم کے ساتھ کھلی دشمنی قرار دیا اور کہا کہ یہ اُسامہ بن لادن پر نہیں پوری افغان قوم پر حملہ کیا گیا ہے۔بی بی سی ٹی وی کے مطابق اُسامہ بن لادن کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ امریکی حملوں کی اطلاع ملتے ہی وہ افغانستان میں ہی کہیں نامعلوم مقام پر منتقل ہو گئے تھے۔اُسامہ کے بارے میں اس سے قبل شبہ تھا کہ وہ قندھار کے قریب کسی کیمپ میں موجود ہے۔

یہ ایسی اطلاع ہے جو یقیناً امریکہ اور اس کے سیٹلائیٹ سے بھی خفیہ نہیں رہی ہوگی۔ایسی صورت میں اُسامہ بن لادن کو اس وقت شہید کیا جا سکتا تھا، جب پورے کے پورے پہاڑ کو تہس نہس کر دیا جائے مگر امریکہ اپنے 6 حملوں میں ایسا نہیں کر سکتا تھا۔

ایسا اس وقت ممکن تھا، جب امریکہ کوئی چھوٹا سا ایٹم بم مارے اور اس پورے علاقے کو صفحہ ہستی سے ہی مٹا دے۔چنانچہ توقعات کے عین مطابق اُسامہ بن لادن اللہ کے فضل و کرم سے محفوظ رہا اور آج کی تاریخ میں امریکہ کی یہ تاریخی ناکامی ہے، اُسامہ بن لادن کے محفوظ ہونے کی خبر نہ صرف دوسرے عالمی ذرائع ابلاغ بلکہ خود بی بی سی نے بھی دے دی ہے۔



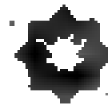
امریکہ نے یہ حملہ کیوں کیا اور اس طرح دوسرے ممالک پر ننگی اور بدترین جارحیت کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟ عالمی تجزیہ نگار اگرچہ مختلف نوعیت کی رائے رکھتے ہوں گے لیکن یوں محسوس ہوتا ہے کہ کلنٹن نے پیار کے کھیل کے بعد سارا کھیل امریکی عوام کی توجہ اس پیار کے کھیل سے ہٹانے کے لیے کھیلا ہے کیونکہ اب کلنٹن کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں رہا تھا کہ وہ کوئی دوسرا محاذ کھول دے، اس سے یہ بھی احساس ہوتا ہے کہ امریکی سفارتخانوں پر حملے اور صادق ہویدا کی گرفتاری اسی کھیل کا حصہ تھی۔حالات بتاتے ہیں کہ یہ سارا کھیل کلنٹن کے لیے ہی نہیں، سارے امریکہ کے لیے ایک بہت بڑی مصیبت بن جائے گا۔

امریکہ نے ایک ایسے اسلامی ملک پر حملہ کیا ہے جو بہر حال عراق نہیں ہے، اس حملے کے بعد عالم اسلام کا ایک بہت بڑا حصہ اگر بظاہر نہیں تو در پردہ ضرور امریکہ کا مخالف ہو جائے گا پھر طالبان کی حمایت تو سعودی عرب بھی کر رہا ہے اور اُسامہ بن لادن معتوب ہی سہی بہر حال سعودی شہری ہے اور اس کے خاندان کے سعودی شاہی خاندان کے ساتھ تعلقات ہیں پھر افغانستان پر حملہ کر کے امریکیوں نے

پوری دنیا میں اپنے خلاف محاذ کھول لیا ہے کیونکہ طالبان کوئی چھوٹی یا کمزور قوت نہیں ، وہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کر کے میدان میں اترنے والے لوگ ہیں۔

افغانستان کی جغرافیائی حیثیت اور وہاں کی روایات کو بھی امریکہ نے پیش نظر نہیں رکھا۔ امریکی پالیسی ساز غالباً طاقت کے زعم میں ہی یہ سب کچھ کر گئے ہیں۔ برطانیہ 100 سال کی جدوجہد کے باوجود اس خطے کو سرنگوں نہ کر سکا اور روس اس پر قبضے کے چکر میں اپنے آپ کو تڑوا بیٹھا، امریکہ شاید بھول گیا ہے کہ اس معاملے میں اس کا اپنا کردار بھی رہا ہے۔ابھی تک یہ واضح نہیں ہوا کہ حملہ کہاں سے کیا گیا، امکان غالب ہے کہ حملہ کے لیے اس کا فلیٹ استعمال ہوا ہے، جنگی ماہرین کا کہنا ہے کہ اگر بحری جہاز سے اڑ کر طیارے حملہ کریں تو ان کے پاس پرواز کا وقت محدود ہوتا ہے اور محدود حملوں میں وہ کوئی موثر کارکردگی نہیں دکھا سکتے، نہ وہ اپنے ٹھکانوں کو بھرپور انداز میں نشانہ بنا سکتے ہیں کیونکہ ایسی صورت میں تو ٹارگٹ کی تلاش بھی کچھ وقت لے لیتی ہے۔امریکہ نے ایک عقلمندی ضروری کی ہے کہ افغانستان پر فزیکل حملہ نہیں کیا، یعنی کمانڈوز یا باقاعدہ فوج نہیں اتری کیونکہ اسے علم ہے کہ افغان صدیوں سے گھات لگا کر مارنے میں ماہر ہیں اور اب تو ان کے پاس دو عشروں کی جنگ کا تجربہ بھی ہے، ان کی مہارت یقیناً کئی گنا ہو چکی ہے۔

اس حملے کی وجہ سے امریکہ نے ان قوتوں کو ایک بار پھر بیدار کر دیا ہے جنہیں وہ بنیاد پرست کہتا ہے، یہ قوتیں اب اس کے لیے بہت بڑی مصیبت بن جائیں گی لیکن اس بات پر کہا جا سکتا ہے کہ مونیکا لیونسکی جیت گئی کیونکہ محض مونیکا سکینڈل کو پس پشت ڈالنے کے لیے کلنٹن نے اپنا بڑا جوا کھیل لیا جس سے خود امریکی مفادات داؤ پر لگ گئے ہیں اور لگتا ہے کہ کلنٹن نے اپنے کھیل میں پورے امریکہ کو ہروا دیا ہے۔

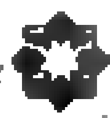


اس سلسلے میں ایک انتہائی خطرناک خبر یہ تھی کہ امریکہ کی طرف سے داغے گئے میزائل میں سے ایک کروز میزائل بلوچستان کے اس علاقے کے قریب گرا جہاں پاکستان نے 28 مئی 98ء کو پانچ ایٹمی دھماکے کیے تھے اس حساس ترین علاقے میں میزائل گرنے سے پاکستان کی سیکورٹی ایجنسیاں شدید تشویش میں مبتلا ہو گئی ہیں۔ حساس علاقے کے قریب میزائل گرنے سے شبہ پیدا ہو گیا کہ کہیں امریکہ نے جان بوجھ کر تو اس علاقے کو ٹارگٹ نہیں بنایا تھا جہاں پاکستان نے ایٹمی دھماکے کیے اور وہاں پر پاکستان کی حساس تنصیبات بھی موجود ہیں۔

خاران سے آمدہ اطلاعات کے مطابق جمعرات کی شب امریکہ نے خلیج میں موجود اپنے بحری بیڑے سے جو میزائل داغے تھے، وہ بلوچستان کے ضلع خاران کے علاقے میں گرا، جو راسکوہ کے

پہاڑی علاقے کے قریب واقع ہے۔ بعض ذمہ دار ذرائع کے مطابق اس علاقے میں میزائل گرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ امریکہ کا مقصد اس علاقے میں پاکستان کی حساس تنصیبات کو تباہ کر کے ایک تیر سے دو شکار کرنا تھا۔

بلوچستان کے ضلع خاران سے تعلق رکھنے والے رکن صوبائی اسمبلی میر عبدالکریم نوشیروانی نے خاران میں امریکی میزائل گرنے کی شدید مذمت کرتے ہوئے کہا کہ امریکہ کا اصل مقصد اس علاقے کو ٹارگٹ بنانا تھا جہاں پاکستان نے ایٹمی دھماکے کیے تھے۔ انہوں نے کہا کہ وہ اس پر امریکہ کے خلاف ایک کروڑ روپے ہرجانہ کا دعویٰ دائر کریں گے اور اس میں امریکہ اور امریکی سفیر کو فریق بنائیں گے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کو اس پر شدید احتجاج کرنا چاہیے۔ نوشیروانی نے کہا کہ اس علاقے میں شدید خوف و ہراس پھیل گیا۔



امریکہ کے اس انتہائی بزدلانہ اور وحشیانہ اقدام پر تبصرہ کرتے ہوئے روزنامہ ''خبریں'' نے 22 اگست کو اداریہ بعنوان ''افغانستان اور سوڈان پر امریکی حملہ کیا یہ دہشت گردی نہیں'' لکھا۔

امریکہ نے جمعرات کو پاکستانی وقت کے مطابق تقریباً ساڑھے دس بجے شب افغانستان پر اسلامی مجاہد اُسامہ بن لادن کے چھ اڈوں پر کروز میزائلوں سے حملہ کیا۔ اس طرح سوڈان پر بھی شام کے وقت حملہ کیا گیا اور کیمیاوی اشیاء بنانے کا پلانٹ اور ادویات سازی کی ایک فیکٹری تباہ کر دی گئی، جو اُسامہ بن لادن کی ملکیت بتائی جاتی ہے۔ اس حملہ میں متعدد عمارتیں تباہ ہوگئیں اور چھ شہری جاں بحق ہو گئے۔ افغانستان کے ایک سرکاری اعلان میں بتایا گیا ہے کہ امریکی حملہ سے کوئی جانی نقصان نہیں ہوا اُسامہ بن لادن اور ان کے رفقاء مجاہد بخیریت ہیں کیونکہ انہیں حملہ سے قبل ہی محفوظ مقامات پر منتقل کر دیا گیا تھا۔ امریکہ کے صدر بل کلنٹن نے جو تعطیلات گزارنے دارالحکومت سے باہر گئے ہوئے تھے، حملہ کے بعد واپس واشنگٹن پہنچ گئے اور قوم سے مختصر خطاب میں صرف اتنا کہا کہ ''افغانستان میں دہشت گردوں کے اڈوں پر اور خرطوم میں کیمیاوی ہتھیار بنانے والی دو فیکٹریوں پر حملہ کیا گیا ہے لیکن یہ حملہ اسلام کے خلاف نہیں ہے۔'' مجاہد اُسامہ بن لادن نے امریکی حملے کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ نیروبی اور دارالسلام میں امریکی سفارتخانوں پر حملوں سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ تاہم ان کی تنظیم امریکیوں پر حملے جاری رکھے گی۔ امریکہ کے وزیر دفاع ولیم کوہن نے کہا ہے کہ امریکہ اس نوع کے مزید حملے کر سکتا ہے۔

پاکستان سے امریکیوں کے انخلاء کے بعد افغانستان پر اس نوع کے حملے کی توقع کی جا رہی تھی۔ حکومت پاکستان نے بھی اسی خدشہ کے پیش نظر واضح کیا تھا کہ کسی بھی ہمسایہ ملک کے خلاف

کارروائی کے لیے پاکستان کی سرزمین استعمال کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ تاہم امریکہ نے گزشتہ روز افغانستان میں چھ ٹھکانوں پر کروز میزائلوں سے حملہ کیا جو بحیرہ عرب میں کسی جگہ کھڑے امریکی جنگی جہازوں سے داغے گئے تھے۔ حملہ کے بعد صدر کلنٹن نے وزیر اعظم میاں نواز شریف سے بھی اس معاملہ پر بات چیت کی لیکن وزیر خارجہ سرتاج عزیز نے عالمی ذرائع ابلاغ کو بتایا کہ حکومت پاکستان کو حملوں کی پیشگی اطلاع نہیں دی گئی تھی۔

افغانستان اور سوڈان میں نشانوں پر میزائلوں سے امریکی حملہ قابل مذمت ہے۔ یہ ''جس کی لاٹھی اس کی بھینس'' اور جنگل کے قانون کی واضح مثال ہے۔ پاکستان کے مختلف سیاستدانوں نے بھی اس حملہ کی مذمت کی ہے۔ جمعرات کی شب وزارت خارجہ میں بھی ان حملوں پر غور کیا گیا۔ وزیر اعظم سے پاک فوج کے سربراہ جنرل کرامت نے بھی گزشتہ رات ہی حملے کے بارے میں تبادلہ خیال کیا۔ جمعہ کو کابینہ کے ہنگامی اجلاس اور فوجی سربراہوں کے ساتھ وزیر اعظم کی ملاقات میں بھی ان حملوں اور ان سے پیدا ہونے والی صورتحال پر غور کیا گیا۔ امریکی حکومت کا یہ موقف ہے کہ انہوں نے یہ حملے دہشت گردوں کے خاتمہ کے لیے کیے ہیں لیکن امریکہ نے جو اقدام کیا ہے، وہ بذات خود دہشت گردی کی ہی ذیل میں آتا ہے۔ امریکہ نے افغانستان اور سوڈان پر کسی اعلان کے بغیر حملے کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اسے دوسرے ملکوں کی خودمختاری، آزادی اور اقوام متحدہ کے منشور کا بھی کوئی پاس نہیں اور وہ صرف اور صرف طاقت کے استعمال کو ہی تمام مسائل کا حل تصور کرتا ہے۔ یہ نظریہ عالمی امن کے لیے نہایت خطرناک ہے۔

امریکہ کے میزائل حملوں سے یہ خدشہ اور بھی بڑھ گیا ہے کہ اب بڑے ممالک چھوٹے ملکوں پر کسی بھی بہانے سے حملے کرنے کے لیے آزاد ہو گئے ہیں اور وہ امریکہ کی مثال سامنے رکھتے ہوئے من مانی کارروائیاں کر سکتے ہیں۔ بھارت مقبوضہ کشمیر میں جاری جدوجہد آزادی پر پاکستان کو دھمکیاں دیتا رہا ہے اور بھارتی وزیر دفاع اور وزیر امور کشمیر دونوں یہ دھمکی دے چکے ہیں کہ ''جنگ آزادی کے کشمیری مجاہدین'' کو آزاد کشمیر میں فوجی تربیت دی جاتی ہے اور وہ مجاہدین کے اڈے تباہ کرنے کے لیے آزاد کشمیر کے اندر کارروائی کر سکتے ہیں۔ امریکہ کی اس کارروائی نے ایک خطرناک مثال قائم کر دی ہے۔ حکومت پاکستان کو اس دہشت پسندانہ کارروائی کی مذمت کرنی چاہیے اور یہ معاملہ اقوام متحدہ میں بھی پیش کرنا چاہیے۔ امریکہ کے حزب اختلاف نے بھی اس کارروائی کی مذمت کی ہے اور اسے مونیکا سیکس سکینڈل سے توجہ ہٹانے کی ایک کوشش قرار دیا ہے۔ اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کوفی عنان نے بھی اس حملہ پر تشویش کا اظہار کیا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ دنیا کی آزادی پسند اقوام اس پر کیا موقف اختیار کرتی ہیں۔''



20اور 21اگست کی درمیانی شب کو ہونے والے ان حملوں کے ضمن میں اب تک مختلف اور متضاد رپورٹس سامنے آئی ہیں۔

پاکستانی اخبارات نے 21اگست کو اس حملے کی خبر نشر کی اس حوالے سے کچھ تشویشناک باتیں بھی سننے میں آئیں جن میں ایک اہم بات یہ تھی کہ امریکی حملے کے وقت پاکستان کے تمام ریڈار جام ہو گئے اور 16امریکی طیارے ترکی میں موجود تھے۔ جو ایران، سنٹرل ایشیا یا پاکستان کی فضائی حدود کی خلاف ورزی کر کے افغانستان میں داخل ہوئے۔

گو کہ بعد میں یہ بات سامنے آئی کہ امریکہ نے یہ حملہ اپنے بحری جہازوں پر نصب کروز میزائل کے ذریعے کیا تھا۔

لیکن.........آج تک پاکستان کے بعض دفاعی ماہرین بضد ہیں کہ حملے میں امریکی جہاز استعمال کئے گئے بہر حال واقعات کا تسلسل برقرار رکھنے اور مکمل تصویر قارئین کے سامنے پیش کرنے کے لیے راقم نے 21اگست سے آج تک امریکن حملے کے حوالے سے شائع ہونے والی تمام خبریں اور تبصرے قارئین کے سامنے رکھنا زیادہ مناسب خیال کیا تا کہ آپ خود کوئی بہتر رائے قائم کر سکیں۔

21اگست کی خبروں کے مطابق اُسامہ بن لادن کے ٹھکانوں پر بمباری کرنے کے لیے 16امریکی جنگی جہازوں نے آپریشن کیا۔

ان میں ایف 15قسم کے آٹھ اور ایف۔11قسم کے سات طیارے شامل تھے۔ حملے کے فوراً بعد پاکستانی جی ایچ کیو میں انتہائی اہم حساس نوعیت کا اجلاس ہوا جس میں وزارت دفاع کے سرکردہ عہدے داروں نے شرکت کی۔

اطلاعات کے مطابق امریکن حملہ آور طیارے اپریشن سے تین روز پہلے ترکی کے ایک اہم بیس پر جمع ہوئے جہاں سے آپریشن کے روز یہ طیارے ترکی کے راستے سنٹرل ایشیا کی فضائی حدود کی خلاف ورزی کرتے ہوئے افغانستان میں داخل ہو گئے۔

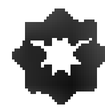
اس بارے میں تین امکانات سامنے آئے ہیں۔

(1) حملہ آور طیارے سنٹرل ایشیا کے راستے افغانستان پہنچے۔

(2) امریکی طیارے مسقط سے اڑے اور ایران کی فضائی حدود کی خلاف ورزی کرتے ہوئے افغانستان پہنچے۔

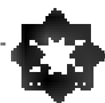
(3) امریکن طیارے مسقط سے اڑے اور پاکستان کی فضائی حدود کی خلاف ورزی کرتے ہوئے افغانستان میں داخل ہوئے۔

یہ تشویشناک خبر بھی ملی ہے کہ حملے کے وقت پاکستان کے ریڈار جام کردیئے گئے تھے۔



حملے کے فوراً بعد غیرملکی ذرائع ابلاغ نے تبصرے ہوئے ان میں اس سوال کی تکرار موجود تھی کہ اس حملے میں پاکستانی اڈے استعمال ہوئے یا نہیں۔

بی بی سی نے اپنے نامہ نگار متعین اسلام آباد کے حوالے سے خبر دی کہ اس سوال کا جواب فی الحال نہیں مل سکا کیونکہ پاکستانی حکام ایک روز پہلے ہی واضح کر چکے تھے کہ وہ پاکستانی سرزمین کو افغانستان کے خلاف کسی بھی جارحانہ اقدام کے لیے استعمال کرنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ تاہم اگر امریکہ نے افغانستان پر فضائی حملے کیے ہیں تو پھر یقینی طور پر فضائی اڈے استعمال کیے گئے ہوں گے لیکن ابھی تک کوئی واضح تصویر سامنے نہیں آئی۔ عوامی ردعمل کے بارے میں نامہ نگار نے کہا کہ پاکستانی ذرائع ابلاغ نے اُسامہ بن لادن کو اسلامی دنیا کے ہیرو کے طور پر پیش کیا ہے اور اگر پاکستان نے امریکہ سے اس سلسلے میں تعاون کیا ہے تو پھر ملک کے اندر شدید ردعمل سامنے آئے گا۔ پاکستان کے اڈوں کے استعمال سے متعلق سوال پر امریکی آرمی کے چیف آف سٹاف جنرل ہیگ شلٹن نے کہا کہ میں اس سلسلے میں نہیں بتا سکتا یہ ہمارے آپریشن کا حصہ تھا۔ واشنگٹن میں بریفنگ دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ یہ آپریشن اپنے دفاع میں کیا ہے جو کہ امریکیوں کو درپیش دہشت گردی کے خطرات سے ہے۔ انہوں نے کہا کہ دہشت گردوں کے لیے کوئی محفوظ جنت (مقام) نہیں ہو سکتی۔ عالمی برادری ان کارروائیوں کو کبھی برداشت نہیں کرے گا۔

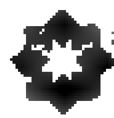


اس ضمن میں پاکستانی حکومت کی طرف سے پہلی وضاحت افغانستان پر امریکن حملے کے پونے تین گھنٹے بعد ہی کردی گئی۔

اس ضمن میں پاکستانی وزارت خارجہ میں فوری طور پر ایک ہنگامی اجلاس سیکرٹری خارجہ کے

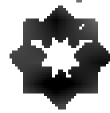
زیرِ صدارت منعقد ہوا۔ جس میں امریکی حملے سے پیدا صورتحال کا جائزہ لیا گیا۔

سیکرٹری خارجہ شمشاد احمد خان نے وزیراعظم کو اپنی رپورٹ پیش کی۔ ترجمان وزارت خارجہ طارق الطاف نے امریکی حملے کے بعد جمعرات کی نصف شب ایک استفسار پر بتایا کہ پاکستان افغانستان اور سوڈان پر امریکی حملوں اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی صورتحال کا بغور جائزہ لے رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کو امریکہ کے حملوں کی پیشگی خبر نہیں تھی۔ انہوں نے اس بات سے بھی انکار کیا کہ پاکستان کی سرزمین کو اس مقصد کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ طارق الطاف نے کہا کہ پاکستان امریکی حملوں پر اعلیٰ سطحی اجلاسوں کے بعد جمعہ کو ردعمل جاری کرے گا۔



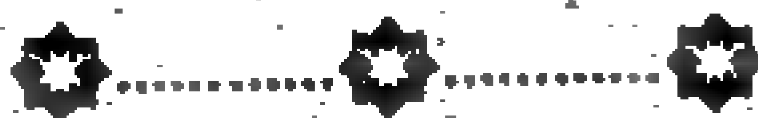
ایک اطلاع یہ بھی تھی کہ امریکی جاسوسی طیارہ پاکستانی ساحل کے قریب سے اڑا ہے۔ پاکستان کے ساحل کے قریب بحیرہ عرب پر پرواز کرنے والے امریکی جاسوسی طیارے مسافر بردار جہازوں کی سلامتی کے لیے خطرات پیدا کر رہے ہیں اور کسی وقت بھی کسی فضائی حادثے کا سبب بن سکتے ہیں۔

باخبر ذرائع نے اطلاع دی تھی کہ ایک امریکن جاسوسی پی تھری اورین طیارہ جمعرات کی صبح مسافر بردار طیارے کے راستے میں اچانک آ گیا تھا۔ یہ مسافر بردار طیارہ کراچی ایئرپورٹ سے اڑا تھا اور بلندی طے کر رہا تھا اور کراچی سے 55 میل دور مغرب میں 19 ہزار 500 فٹ کی بلندی پر ہوگا کہ سعودیہ کی اس پرواز ایس ڈی وی 701 کے راستے میں امریکی جاسوس پی تھری اورین طیارہ آ گیا جسے ریڈار پر نوٹ کرتے ہی کنٹرولر نے متنبہ کیا کہ تم اس روٹ پر کیوں آ رہے ہو؟ تو جاسوس طیارے کی جانب سے جواب ملا میں اس روٹ پر آنے سے بچوں گا۔ تاہم وہ قرب وجوار میں رہا۔ کنٹرولر نے سعودیہ کی پرواز کا راستہ تبدیل کروانے کے لیے اسے ویکٹر دیا۔



حملے کے فوراً بعد امریکی وزیر دفاع ولیم کوہن نے ایک بیان جاری کیا کہ ضرورت پڑنے پر وہ مزید آپریشن بھی کریں گے اور اپنی افواج کو اسی خطرناک صورت حال سے دوچار نہیں کریں گے۔

ولیم کوہن نے کہا قریباً ایک ہفتہ پہلے کی بات ہے جب ہم نے اینڈریوز ائرفورس بیس پر دس امریکن شہریوں کی لاشیں وصول کی تھیں اور کہا تھا کہ ہم اس کا حساب ضرور چکائیں گے ہم نے جو کہا وہ ثابت کر دکھایا۔



افغانستان کے کسی گمنام مقام سے بی بی سی کے نمائندے سے ٹیلی فون پر گفتگو کرتے ہوئے اُسامہ بن لادن نے کہا کہ نیروبی اور دارالسلام کے بم دھماکوں سے ان کا کوئی تعلق نہیں مگر وہ امریکیوں کے خلاف اپنی جنگیں جاری رکھیں گے۔

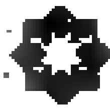
بی بی سی کے نام یہ ان کا پہلا پیغام تھا جو انہوں نے پشاور میں بی بی سی کے نامہ نگار رحیم اللہ یوسف زئی کو دیا۔

رحیم اللہ یوسف زئی نے بتایا کہ یہ پیغام اُسامہ بن لادن نے خود نہیں بلکہ یہ انہیں ڈاکٹر احمد نے دیا ہے۔ جو مصر میں الجہاد نامی تنظیم کے سربراہ ہیں۔ اور افغانستان میں کافی عرصے سے رہائش پذیر ہیں۔ انہوں نے بھی اُسامہ کی طرح افغان جہاد میں حصہ لیا ہے رحیم اللہ نے اس خیال کا اظہار کیا کہ اُسامہ نے اس لیے خود بات نہیں کی کیونکہ وہ عربی بولتے ہیں اور ڈاکٹر احمد انگریزی میں گفتگو کرتے ہیں ان کا خیال تھا کہ وہ عربی نہیں سمجھتے اس لیے انہوں نے یہ پیغام انگریزی میں ریکارڈ کروایا اور پاکستانی وقت کے مطابق رات 9 بجے ڈاکٹر احمد نے سیٹلائیٹ ٹیلی فون پر یہ پیغام لکھوایا اور کہا کہ وہ افغانستان میں کسی جگہ سے بول رہے ہیں۔

بی بی سی نے اپنے نامہ نگار سے سوال کیا کہ آیا کچھ اندازہ ہے کہ کہاں سے بول رہے تھے؟ رحیم اللہ یوسف زئی نے بتایا کہ اس کا اندازہ نہیں ہے تاہم یہ پتہ ہے کہ افغانستان میں قندھار خوست لوگر اور جلال آباد میں ان کے اڈے ہیں اس کے علاوہ بھی شاید کہیں ان کی پناہ گاہ ہو انہوں نے وہیں سے فون کیا تھا پیغام میں کہا گیا کہ اُسامہ بن لادن نے مسلم امہ سے کہا ہے کہ وہ امریکیوں اور یہودیوں کے خلاف اپنا جہاد جاری رکھیں اور اپنے مقدس مقامات کو آزاد کرائیں اس پیغام میں یہ کہا گیا ہے کہ افریقی ممالک میں ہونے والے حالیہ دھماکوں میں اُسامہ کا ہاتھ نہیں ہے۔

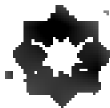
پشاور میں طالبان کے ذمہ دار ذرائع نے بتایا کہ وائرلیس پر پشاور میں طالبان کے دفتر میں اُسامہ بن لادن کے موصول ہونے والے پیغام میں کہا گیا ہے کہ الحمد للہ میں زندہ ہوں اور اس قسم کی کارروائیوں سے میرے حوصلے پست نہیں ہوں گے کینیا اور تنزانیہ کے دھماکوں سے میرا کوئی تعلق نہیں

ہے تاہم امریکہ کے خلاف میری جدوجہد جاری رہے گی۔



پہلے ہی روز حملوں کے بعد یہ حقیقت سامنے آ چکی تھی کہ امریکہ نے یہ حملے طیاروں سے نہیں بلکہ میزائلوں سے کیے ہیں اور امریکہ کے خلیج میں 15 بحری بیڑے موجود ہیں جن میں 7 بحری بیڑوں پر ٹام ہاک کروز میزائل نصب ہیں۔ جبکہ پانچواں بحری بیڑا ابراہام لنکن 20 ایف 14 ٹام کیٹس اور 36 ایس 18۔اے ہاؤنٹس سے مسلح ہے۔

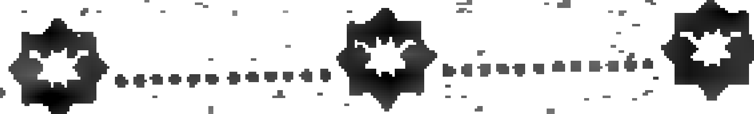
یہ بحری بیڑے ٹام ہاک کروز میزائل جن میں 3 گائیڈڈ کروز میزائل 6 تباہ کن جبکہ ایک حملہ آور آبدوزوں پر مشتمل ہے۔ دستیاب اعداد و شمار کے مطابق دور مار ٹام ہاک زمین پر مار کرنے والا میزائل ہے جو آبدوز اور بحری بیڑے سے کسی بھی موسمی حالات میں داغا جا سکتا ہے۔ داغے جانے کے بعد یہ میزائل درست سمت کی نشاندہی کرتا ہے حتیٰ کہ اس میں لگا ہوا ٹربوفین انجن پرواز کے حصے بھی اپنے اندر لے لیتا ہے۔ ٹام ہاک کروز میزائل ایک موثر ہتھیار ہے جس کا ریڈار کے ذریعے سراغ لگانا بھی مشکل ہوتا ہے کیونکہ ایک تو اس کا چھوٹا حجم اور نیچی پرواز اور دوسرا اس کا ٹربوفین انجن بہت کم حرارت خارج کرتا ہے۔



نیویارک ٹائمز کی اطلاع کے مطابق امریکہ نے بحیرہ عرب میں پاکستان کی سمندری حدود میں موجود اپنے امریکی بحری جنگی جہازوں سے افغانستان پر ٹام ہاک کروز میزائلوں سے حملہ کیا جبکہ امریکہ اور پاکستان کی طرف سے اس امر کو انتہائی خفیہ رکھنے اور خاموشی سے ان حملوں میں دونوں ممالک کے تعاون کے بارے میں خدشات جنم لینے لگے ہیں۔

نیویارک ٹائمز کے مطابق بحیرہ احمر میں موجود دو جنگی جہازوں نے سوڈان پر میزائل داغے جبکہ بحیرہ عرب میں پاکستانی سمندری حدود میں موجود دو جنگی جہازوں نے افغانستان پر میزائل داغے۔

اخبار کے مطابق داغے جانے والے ٹام ہاک کروز میزائلوں کی رینج ایک ہزار کلومیٹر تک ہے۔ کابل اور خوست پر داغے جانے والے یہ میزائل صرف بحیرہ عرب میں پاکستانی سمندری حدود میں رہ کر ہی داغے جا سکتے ہیں جس سے اس شک کو تقویت ملتی ہے کہ امریکہ کو ان حملوں کے لیے پاکستان کی رضامندی حاصل رہی، تاہم پاکستان اور امریکہ کے سفارتی ذرائع اس بارے میں انتہائی خفیہ خاموشی اختیار کیے ہوئے ہیں لیکن ایک بات یقینی ہے کہ امریکہ نے ان حملوں کے لیے پاکستان سے رابطہ کیا تھا مگر اس رابطہ پر پاکستان کے ردعمل کے بارے میں کوئی واضح پتہ نہیں چلا۔



امریکہ کی طرف سے افغانستان اور سوڈان پر حملوں کی خبر ملتے ہی مہذب دنیا سراپا احتجاج ہوگئی۔

عالم اسلام ہی نہیں امریکہ، لندن اور تیسری دنیا کے بیشتر ممالک میں امریکہ کے خلاف زبردست مظاہرے ہوئے اس ضمن میں ایک خطرناک حادثہ کابل میں پیش آیا جہاں مظاہرین نے ایک ریڈکراس کے یورپی کارکن کو مارڈالا اور ایک فرانسیسی باشندہ زخمی ہوگیا۔

اسی روز اخباری اطلاعات کچھ اس طرح تھیں۔

اے ایف پی کے مطابق حملہ امریکی طیاروں کی بمباری کے خلاف ردعمل کے طور پر کیا گیا۔ فرانسیسی باشندے کو طبی امداد کے لیے ریڈکراس کے طبی مرکز میں داخل کرا دیا گیا۔ اقوام متحدہ کے اہلکاروں پر حملے کے بعد افغانستان میں مقیم غیر ملکی باشندے اپنے رہائشی احاطوں میں بند ہوگئے ہیں اور انہوں نے باہر نکلنا بند کر دیا ہے۔ متعدد غیر ملکی تنظیموں نے اسلام آباد میں اپنے دفاتر کو ہدایات جاری کی ہیں کہ وہ افغانستان میں مقیم اپنے باشندوں کو نکال لیں۔ دریں اثناء قندھار میں لاکھوں افغان باشندوں نے امریکی حملوں کے خلاف احتجاجی ریلی منعقد کی۔ افغان ترجمان جہانگیر وال نے فون پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ قندھار کے عوام امریکی حملوں پر شدید احتجاج کر رہے ہیں۔

قندھار کے احتجاج میں شرکت کے لیے قریبی حلقوں سے بھی ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ جہانگیر وال نے مزید کہا کہ اگر امریکہ نے اپنے حملے جاری رکھے تو اس پر سخت ردعمل کیا جائے گا۔ جہانگیر وال نے بتایا کہ طالبان کے سربراہ ملا محمد عمر نے بی بی سی کو بتایا ہے کہ امریکی حملہ کسی شخص کے خلاف نہیں بلکہ افغان عوام کے خلاف ہے۔ ان حملوں سے افغانستان سمیت پوری دنیا کے عوام کی امریکہ کے خلاف نفرت میں اضافہ ہوگا۔ ملا عمر نے مزید کہا کہ امریکی حملے جاری رہے تو بھی مطلوبہ شخص امریکیوں کے حوالے نہیں کیا جائے گا کیونکہ وہ ہمارے مہمان ہیں۔

جہانگیر وال نے ان اطلاعات کی تردید کی کہ امریکی بمباری کے نتیجے میں 15 افغانی ہلاک

ہوئے ہیں۔ جہانگیر وال نے بتایا کہ خوست کے گورنر نے بتایا ہے کہ امریکی طیاروں سے تمام تر بمباری پہاڑی علاقوں میں کی گئی جس کے باعث کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔ دریں اثناء امریکہ کے فضائی حملے کے خلاف سوڈان کے دارالحکومت خرطوم میں ہزاروں لوگوں نے امریکہ کے خلاف زبردست مظاہرہ کیا اور خرطوم میں واقع بند امریکی سفارت خانے پر حملہ کر کے امریکی پرچم نذر آتش کر دیا۔ مظاہرین نے امریکہ مردہ باد اور امریکہ ٹھاہ کے نعرے لگائے اور امریکی صدر بل کلنٹن کا پتلا نذر آتش کیا۔ بی بی سی کے مطابق خرطوم میں مشتعل ہجوم نے خالی امریکی سفارتخانے پر پتھراؤ کیا اور مظاہرین ڈنڈوں اور سلاخوں سے مسلح تھے۔ بی بی سی ٹیلی ویژن کے مطابق امریکی حملے کے خلاف ہزاروں لوگ امریکہ کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے سڑکوں پر نکل آئے۔

انہوں نے کہا کہ جھوٹ بولنا امریکہ اور اس کے صدر کے لیے کوئی نئی بات نہیں ہے۔ انہوں نے کلنٹن کے سیکس سکینڈل کا حوالہ دیا۔ عمر البشیر نے کہا کہ حملوں کا مقصد کلنٹن کا اپنے سکینڈل سے توجہ ہٹانا تھا تاکہ وہ اپنی صدارت بچا سکیں۔

عمر البشیر نے کہا کہ 1989ء میں جب سے ہم اقتدار میں آئے ہیں امریکہ نے ہمیشہ ہمارے اسلامی نظام کی مخالفت کی ہے دریں اثناء گزشتہ روز سوڈان ٹیلی ویژن پر امریکی حملوں سے زخمی ہونے والے پانچ افراد کو بار بار دکھایا گیا۔ ٹیلی ویژن کے مطابق زخمیوں کو اس ادویات فیکٹری سے لایا گیا ہے جہاں امریکہ نے بمباری کی ہے۔ اس کے علاوہ امدادی کارروائیں دکھائی جا رہی ہیں، ٹیلی ویژن پر مسلسل قومی ترانے اور فوجیوں کو دی جانے والی تربیت دکھائی جا رہی ہے۔

خرطوم سے سی این این کے مطابق سوڈان نے امریکی جارحیت کے بعد اپنا تمام سفارتی عملہ واشنگٹن سے واپس بلا لیا ہے جبکہ سوڈان کے دفتر خارجہ کے ترجمان نے کہا ہے کہ امریکہ کی طرف سے سوڈان پر بلا جواز حملے کے بعد احتجاجاً سفارتی عملے کو امریکہ سے واپس بلا لیا گیا ہے۔ این این آئی کے مطابق کابل اور جلال آباد سمیت افغانستان کے بڑے بڑے شہروں میں افغانستان اور سوڈان پر ہونے والے امریکی حملوں کے خلاف ہزاروں افراد نے زبردست مظاہرے کئے اور امریکہ کے خلاف زبردست نعرے بازی کی۔ مظاہروں کے دوران کابل میں امریکی سفارتخانے پر پتھراؤ کیا گیا جبکہ جلال آباد میں اقوام متحدہ کے دفتر پر بھی مظاہرین نے حملہ کیا تاہم اس دفتر سے طالبان حکام اہلکاروں کو بخیریت نکالنے میں کامیاب ہو گئے۔

ان حملوں کے باعث اقوام متحدہ کے دو اہلکار بھی زخمی ہوئے۔ کابل میں ہزاروں افراد نے نماز جمعہ کے بعد افغان ذرائع ابلاغ کے انچارج قاضی فضل ربی کی قیادت میں ایک بہت بڑا جلوس نکالا

جس میں کابل یونیورسٹی، پولی ٹیکنیکل انسٹیٹیوٹ اور دیگر اداروں کے طلبہ سمیت زندگی کے تمام شعبوں سے متعلقہ افراد نے شرکت کی۔ ان مظاہروں میں ضعیف العمر افراد بھی شریک تھے۔

مظاہرین نے پختونستان چوک میں زبردست مظاہرہ کیا اور امریکہ کے خلاف زبردست نعرے بازی کی اور ایمبیسی پر پتھراؤ بھی کیا جس سے سفارتخانے کی عمارت کو معمولی نقصان پہنچا۔ علاوہ ازیں جلال آباد میں بھی ہزاروں افراد نے ایک مظاہرہ کیا۔ مظاہرین امریکہ کے خلاف نعرہ بازی کر رہے تھے۔ بعدازاں یہ مظاہرین اقوام متحدہ کے دفتر پہنچ گئے اور وہاں توڑ پھوڑ کی تاہم طالبان حکام وہاں سے اقوام متحدہ کے تمام اہلکاروں کو نکالنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس توڑ پھوڑ اور پتھراؤ سے متعدد مظاہرین بھی زخمی ہوئے۔ خوست میں بھی ایک بڑے مظاہرے کی اطلاعات موصول ہوئی ہیں۔

بی بی سی کے مطابق قندھار میں مظاہرین نے روس، امریکہ اور ایران مردہ باد کے نعرے لگائے۔ مظاہرین اس قدر غصے میں تھے کہ انہوں نے پاکستان سے آئی ہوئی صحافیوں کی ایک ٹیم پر ہلکا سا پتھراؤ بھی کیا تاہم کوئی زخمی نہیں ہوا اور نہ ہی ان کا کوئی نقصان ہوا تاہم مظاہرہ سے کسی طالبان رہنما نے خطاب نہیں کیا۔ افغانستان اور سوڈان پر امریکی حملوں کے خلاف پاکستان بھر میں زبردست مظاہرے ہوئے۔ جس میں بڑی تعداد میں لوگوں نے امریکہ مردہ باد کے فلک شگاف نعرے لگائے اور اتحاد اسلامی کا عملی مظاہرہ کیا۔ پشاور میں احتجاجی مظاہرے پر پولیس نے گولی چلا دی جس سے ایک شخص ہلاک اور متعدد زخمی ہو گئے جن میں ڈی ایس پی اور پولیس اہلکار بھی شامل ہیں۔

مظاہرین نے پولیس پر جوابی فائرنگ بھی کی۔ مقبوضہ کشمیر کے دارالحکومت سرینگر میں مظاہرین نے امریکی پرچم نذر آتش کر دیا اور دکانیں بند رکھیں۔ صوبائی دارالحکومت لاہور میں مختلف دینی و سیاسی جماعتوں نے مظاہرے کئے اور امریکہ کے ان حملوں کی بھرپور مذمت کی۔ اس سلسلے میں جماعت اسلامی لاہور کے زیر اہتمام مسجد شہداء کے سامنے احتجاجی مظاہرہ کیا گیا۔ جس میں سینکڑوں کی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی۔

مظاہرے کی قیادت جماعت اسلامی لاہور کے امیر فرید احمد پراچہ نے کی۔ مظاہرے میں جہادی تنظیموں کے نمائندوں نے بھی شرکت کی۔ مظاہرین نے مختلف بینرز اور کتبے بھی اٹھائے ہوئے تھے۔ جن پر "عالم اسلام کا بڑا دشمن امریکہ، امریکی جارحیت کے خلاف احتجاج، مونیکا کا مقابلہ نہ کرنے والا کلنٹن اُسامہ کا مقابلہ کیسے کرے گا" جیسے نعرے درج تھے۔ فرید احمد پراچہ نے کہا کہ افغانستان اور سوڈان پر امریکی حملہ پوری ملت اسلامیہ اور پاکستان پر حملہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ امریکہ کی کوئی حیثیت نہیں ہے لیکن اس سے قبل ہمیں اپنی صفوں میں موجود غداروں اور آستینوں کے سانپوں کا مقابلہ کرنا

ہو گا۔ انہوں نے کہا کہ شہباز شریف امریکہ گئے تو وہاں سے میزائل آئے اور حملہ ہوا۔ حافظ سلمان بٹ نے کہا کہ جب حکمران پاکستان کے بنیادی حقوق، نظریات اور آزادی کے خلاف امریکی منصوبوں کی تکمیل میں مدد دیں گے، ہم ان کے راستے میں سیسہ پلائی دیوار بن جائیں گے۔

پیر سیف اللہ خالد نے کہا کہ اُسامہ کسی ایک شخص کا نام نہیں بلکہ ہمارے ملک کا ایک ایک بچہ جوان اُسامہ بنے گا۔ مظاہرے سے میاں عثمان، سمیع اللہ بٹ اور مولانا عبدالمالک نے بھی خطاب کیا۔ بعد ازاں پنجاب اسمبلی تک احتجاجی واک کی گئی۔ جھنگ میں سپاہ صحابہ کا طالبان کے حق میں یوم تشکر یوم احتجاج میں بدل گیا۔ کراچی سے پی پی آئی کے مطابق جے یو آئی نے امریکی پرچم نذر آتش کیا اور حکومت کے خلاف نعرے لگائے۔

قلات میں بڑے پیمانے پر طالبان کے حق میں مظاہرے ہوئے۔ جے یو آئی (ف) نے امریکہ کی جانب سے افغانستان کے مختلف شہروں اور سوڈان پر حملوں کے خلاف ملک بھر میں یوم احتجاج منایا اور ملک بھر میں مظاہرے کیے۔ کئی شہروں میں امریکی پرچم بھی نذر آتش کیے گئے۔ اس سلسلے میں لاہور میں ایک احتجاجی مظاہرہ عبدالکریم روڈ سے لاہور ہوٹل تک کیا گیا۔ مظاہرے کی قیادت جے یو آئی (ف) کے سرپرست اعلیٰ مولانا اجمل خان نے کی۔ کے پی آئی کے مطابق سری نگر میں بھی ہڑتال رہی۔ بھارتی فوج نے جلوس کو منتشر کرنے کے لیے طاقت کا استعمال کیا اور جلوس کے شرکاء پر شدید لاٹھی چارج کیا۔

بارہ مولا، سوپور، اسلام آباد (اننت ناگ) کپواڑہ، پلوامہ، بانڈی پورہ میں بھی امریکی جارحیت کے خلاف احتجاجی مظاہرے ہوئے۔ دریں اثناء بارہ مولا کی جیل میں نظر بند 150 قیدیوں کی حالت تشدد کی وجہ سے نازک ہو گئی۔

اسلام آباد میں بھی امریکہ کی طرف سے سوڈان اور افغانستان پر حملوں کے خلاف زبردست احتجاج کیا گیا۔ شہر بھر میں مختلف مقامات پر مذہبی و دینی جماعتوں اور اس کی ذیلی جماعتوں نے اجتماعات کیے اور امریکہ کے خلاف نفرت کا اظہار کیا۔ جماعت اسلامی، سپاہ صحابہ جمعیت العلماء اسلام (ف) جمعیت العلماء اسلام (س) تنظیم اسلامی، تحریک جعفریہ پاکستان، جمعیت طلبہ اسلام، اسلامی جمعیت طلبہ سمیت دوسری تنظیموں اور جماعتوں نے امریکہ کے اقدام کو قابل نفرت قرار دیا۔ جمعیت طلبہ اسلام اور اسلامی یونیورسٹی کے طلبہ کی بڑی تعداد نے امریکن سنٹر کے سامنے زبردست مظاہرہ کیا۔ مظاہرین نے پلے کارڈ اور بینرز اٹھا رکھے تھے، جس پر امریکہ اور اسرائیل کے خلاف نعرے درج کیے گئے تھے۔

طلبہ نے امریکہ سنٹر کے سامنے کافی دیر مظاہرہ کیا اور پرامن طور پر منتشر ہو گئے۔ جمعیت

العلماء دارالسلام اور تنظیم اسلامی کا ایک بہت بڑا مظاہرہ آب پارہ چوک میں ہوا۔ تحریک جعفریہ پاکستان کے رہنماؤں نے جمعہ کے اجتماعات میں امریکہ کے دہشت پسندانہ طرز عمل پر اس کی مذمت کی اور کہا کہ سوڈان ایک پرامن اسلامی ملک ہے۔ امریکی حملہ کے نتیجے میں سوڈان کا بھی جانی و مالی نقصان ہوا۔ ہم اس پر امریکہ کی مذمت کرتے ہیں۔

حیدرآباد میں جمعیت علمائے اسلام (فضل الرحمٰن گروپ) نے پریس کلب کے سامنے امریکہ کے خلاف مظاہرہ کیا۔ مظاہرین نے امریکی پرچم نذر آتش کیا۔ مظاہرے کی قیادت مولانا تاج محمد اور مولانا اسلام جہانگیر نے کی۔ کوئٹہ میں امریکہ کے خلاف بڑے پیمانے پر مظاہرے ہوئے۔ بٹ گرام میں بھی جمعیت علمائے اسلام نے امریکہ کے خلاف احتجاجی جلوس نکالے گئے۔

کالاس میں جماعت اسلامی، جمعیت علمائے اسلام اور دیگر جماعتوں نے امریکہ کے خلاف جلوس نکالے اور طالبان کی ہر حالت میں مدد کرنے کا اعلان کیا۔

سکھر سے سپاہ صحابہ حرکتہ المجاہدین اور محاذ نوجوان اہل سنت نے امریکہ کے خلاف الگ الگ جلوس نکالے۔ سپاہ صحابہ کے رہنماؤں نے کہا کہ اگر ایران نے طالبان پر حملہ کیا تو سپاہ صحابہ ایک لاکھ رضاکار افغانستان بھجوائے گی۔

راولپنڈی سے جمعیت علمائے اسلام (فضل الرحمٰن گروپ) اور اشاعت التوحید والسنت تعلیم قرآن نے امریکہ کے خلاف جلوس نکالا۔ پشاور روڈ پر بھی جامع مسجد صدیق اکبر سے ایک احتجاجی جلوس نکالا گیا۔ مظاہرین نے امریکی صدر بل کلنٹن کا پتلا بھی نذر آتش کیا۔

ریڈیو تہران کے مطابق افغانستان میں امریکی حملوں کے خلاف پاکستان میں شدید ردعمل پایا جاتا ہے۔ نماز جمعہ کے اجتماعات پر شیعہ، سنی، اہلحدیث، دیوبندی اور دیگر مکاتب فکر کے علماء کرام نے کہا کہ ہمیں امریکہ کے خلاف متحد ہو جانا چاہیے کیونکہ امریکی حملوں سے پوری دنیا کی آزادی و خودمختاری خطرے میں پڑ گئی ہے۔ ریڈیو تہران کے مطابق امریکی جارحیت سوچی سمجھی منصوبہ بندی کا حصہ ہے اور دو روز قبل امریکیوں کا انخلاء بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

امریکی حملے کے خلاف گزشتہ روز بعد از نماز جمعہ افغان باشندوں نے جن میں طالبان کی بڑی تعداد شامل تھی، امریکہ کے خلاف زبردست احتجاجی مظاہرہ کیا۔ جلوس نکالا اور جلسہ منعقد کیا، اس دوران پولیس اور احتجاجی جلوس کے شرکاء کی طرف سے گولی چلنے سے ایک شخص ہلاک اور متعدد زخمی ہو گئے۔ تفصیلات کے مطابق طالبان نے جیسے ہی مساجد سے جمعہ کی نماز ادا کی، ہزاروں کی تعداد میں کچہ گڑھی افغان مہاجر کیمپ سے باہر نکل آئے اور امریکہ مردہ باد، کلنٹن مردہ باد، بھارت مردہ باد کے

نعرے لگا رہے تھے۔ جلوس جیسے ہی آگے بڑھا تو راستے میں لکڑی کے ایک بڑے ٹال سے لکڑی کے بڑے بڑے ڈنڈے اٹھائے۔ جیسے ہی پولیس نے حیات آباد موڑ کے قریب روکنے کی کوشش کی تو طالبان کی طرف سے پتھراؤ کے جواب میں شیلنگ اور ہوائی فائرنگ کی۔ پانچ ہزار سے زائد طالبان مظاہرین اور پولیس میں تصادم کا سلسلہ جاری رہا اور پولیس اور انتظامیہ کے اعلیٰ افسران بھی موقع پر پہنچ گئے طالبان کے پتھر اور ڈنڈے برسانے اور فائرنگ کے باعث متعدد گاڑیوں کے شیشے ٹوٹ گئے۔ طالبان نے دکانوں کے سائن بورڈ توڑ ڈالے اور دکانوں پر لوٹ مار شروع کر دی۔ طالبان جب زیادہ مشتعل ہو گئے تو پھر یہ نعرے بازی شروع کر دی کہ حیات آباد تک منی افغانستان ہے لہٰذا یہاں ہمارے علاقے میں پولیس دخل نہ دے۔ امریکہ کو اس عمل کا مزہ ضرور چکھائیں گے۔ یہ افغانستان پر نہیں بلکہ براہ راست عالم اسلام پر حملہ ہے۔ امریکہ کے خلاف پوری دنیا کے ممالک علم بغاوت بلند کریں۔

پاکستان کے ماہرین حرب وضرب جن میں زیادہ تعداد ریٹائرڈ جرنیلوں کی تھی نے اس حملے کو انتہائی بزدلانہ اقدام قرار دیتے ہوئے کہا کہ امریکہ نے بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ ڈال دیا ہے اور اس کا انجام روس جیسا ہو گا۔

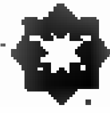
(ر) جنرل سعید الزماں نے کیا کہا امریکن حملہ بری طرح ناکام ہوا ہے۔ اُسامہ بن لادن کے ساتھ تربیت یافتہ افغان اور عربی مجاہد موجود ہیں جو چھپ کر حملہ کرنے اور کسی بھی کمانڈو کارروائی سے نمٹنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اس لیے امریکہ کبھی زمینی حملہ نہیں کرے گا۔

جنرل (ر) غلام محمد نے افغانستان پر امریکہ کی طرف سے حملے کو بزدلانہ قرار دیا اور کہا کہ امریکہ کا سوڈان اور افغانستان کے خلاف میزائلوں سے حملہ کھلی جارحیت ہے۔ اقوام متحدہ اور مسلمانوں کو اس بات کا نوٹس لینا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ امریکی حملوں نے ایک ہی رات میں اُسامہ بن لادن کو پورے عالم اسلام میں ہیرو بنا دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ افغانستان میں پہاڑوں کی وجہ سے میزائلوں کے حملے اتنے کامیاب نہیں ہو سکتے۔ آئی ایس آئی کے سابق سربراہ جنرل (ر) حمید گل نے کہا ہے کہ نواز شریف مہربانی کریں اور استعفیٰ دے کر خود ہی امریکہ چلے جائیں چونکہ ہمیں اب یہ بات اچھی طرح معلوم ہو گئی ہے کہ ان کی جڑیں پاکستان میں نہیں، امریکہ میں ہیں، وہ امریکہ کے لیے اور امریکی مفادات کے لیے کام کرتے ہیں اور اس کے لیے انہوں نے طے کر لیا ہے کہ وہ قوم کی امنگوں کا خون کر کے بھی امریکہ کو خوش رکھیں گے۔ انہوں نے کہا کہ ہم نواز شریف کو لائے تھے، اس کے لیے اپنا کیریئر چھوڑا تھا، آج میں جنرل حمید گل کہہ رہا ہوں الوداع، الوداع، نواز شریف الوداع۔ انہوں نے کہا کہ نواز شریف نے امریکہ کو افغانستان پر حملہ کرنے میں مدد کر کے ساری دنیا میں ہمیں رسوا کر دیا۔ شہباز

شریف اس لیے امریکہ گئے ہیں تاکہ یقین دہانی کرائیں کہ ہم سی ٹی بی ٹی پر دستخط کردیں گے۔

انہوں نے کہا کہ اب وقت آ گیا ہے کہ پوری قوم اٹھ کھڑی ہو۔ بری فوج کے سابق سربراہ جنرل (ر) اسلم بیگ نے کہا ہے کہ امریکہ افغانستان میں دہشت گردی بند کرے۔ انہوں نے حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنی سرزمین امریکی غنڈہ گردی کے استعمال کے لیے دے ورنہ اس کے سنگین نتائج برآمد ہوں گے۔ انہوں نے کہا کہ امریکہ پھر وہی غلطی دہرانے جا رہا ہے جو روس نے افغانوں کے خلاف جارحیت کر کے کی تھی۔ اسلم بیگ نے کہا امریکی حملہ سے قبل انہوں نے اُسامہ بن لادن اور طالبان حکومت کے ذمہ داروں کو اطلاع کر دی تھی، انہوں نے کہا امریکہ افغانستان پر حملے اور فوجی آپریشن کے لیے اسرائیل اور ترکی کی سرزمین استعمال کرسکتا ہے۔ لیفٹیننٹ جنرل (ر) کے ایم اظہر نے امریکہ کے سوڈان اور افغانستان پر جارحانہ اقدامات کی شدید مذمت کی ہے۔ انہوں نے اقوام متحدہ سے اپیل کی کہ وہ امریکہ کی اس طرح کی سرکشی کو لگام دے۔ ایڈمرل (ر) افتخار احمد سروہی نے کہا امریکی حملوں کے بعد حکومت کو سر جوڑ کر بیٹھ جانا چاہیے اور ٹھوس حکمت عملی مرتب کرنا ہوگی کیونکہ وقت آ گیا ہے کہ بلاخوف وخطر ہم امریکہ سے ''فیس ٹو فیس'' بات کریں، انہوں نے کہا امریکی حملوں کے وقت ہمارے ریڈار نے امریکہ کو لازمی چیک کیا ہوگا، اگر ہماری فضائی حدود کی خلاف ورزی کی گئی ہے تو حکومت کو سخت نوٹس لینا چاہیے۔ جنرل (ر) کے ایم عارف نے کہا دنیا میں کوئی ایسا قانون نہیں ہے کہ جس کے تحت امریکہ کو یہ حق مل جائے کہ جس پر مرضی ہو، وہ حملہ کر دے، ایسے نہیں ہونا چاہیے۔ مسلم امہ امریکہ کی دہشت گردی کے خلاف متحد ہو جائے۔ افغانستان اور سوڈان پر امریکی حملے پر اظہار خیال کرتے ہوئے۔ جنرل (ر) محمد اقبال نے کہا کہ حکومت پاکستان کو فوجی اور سفارتی سطح پر شدید ردعمل کا اظہار کرنا چاہیے اگرچہ حملہ افغانستان پر تھا لیکن پاکستانی علاقے پر بھی میزائل گرائے گئے۔ جس سے کئی افراد شہید ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ افغانستان اور طالبان کے ساتھ پاکستان کا تعلق بڑا واضح ہے۔ اور امریکہ نے اپنے اس اقدام سے اپنے عزائم کو واضح کر دیا ہے، ہمیں امریکیوں پر ہرگز بھروسہ نہیں کرنا چاہیے اور امریکہ کسی بھی وقت کوئی بھی بہانے بنا کر پاکستان میں بھی کارروائی کرسکتا ہے۔ جنرل (ر) راحت لطیف نے کہا کہ پاکستان کو فوری طور پر ایٹمی تنصیبات کی حفاظت کے انتظامات کا ازسرنو جائزہ لے کر سیکورٹی کے غیر معمولی انتظام کو یقینی بنانا چاہیے اور امریکہ کسی بھی وقت پاکستان میں دہشت گردوں کی موجودگی کا بہانہ بنا کر کارروائی کرسکتا ہے، اس لیے قوم کو ذہنی طور پر جنگ کے لیے تیار کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کو امریکہ کو اپنی فضائی یا سمندری حدود کے استعمال کی اجازت نہیں دینی چاہیے۔ جنرل (ر) ایم ایچ انصاری نے کہا کہ امریکہ کی کھلی جارحیت بنیادی طور پر عالم اسلام کے

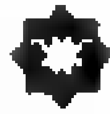
لیے بہت بڑا چیلنج ہے۔ فوری طور پر او آئی سی کا اجلاس بلایا جائے۔ انہوں نے کہا کہ اُسامہ بن لادن اور ان کے ساتھیوں پر امریکی سفارتخانوں کو بم سے اڑانے کا محض الزام ہے، امریکہ نے کوئی ٹھوس ثبوت مہیا نہیں کیے۔ انٹیلی جنس بیورو کے سابق سربراہ بریگیڈیئر امتیاز احمد نے افغانستان پر امریکی حملے کی شدید مذمت کرتے ہوئے اسے ریاستی دہشت گردی کی بدترین مثال قرار دیا ہے۔



21 اگست کو پاکستان میں سینٹ کا اجلاس زبردست ہنگامہ آرائی کی نذر ہو گیا اپوزیشن نے پہلی مرتبہ وزیر خارجہ کے سینٹ میں غیر موجود ہونے پر بطور احتجاج واک آؤٹ کیا کیونکہ ایسے اہم موقعہ پر وزیر خارجہ کا موجود نہ ہونا ان کے نزدیک شرم کی بات تھی۔

اپوزیشن ارکان نے کہا وہ اس وقت تک ایوان میں نہیں آئیں گے جب تک وزیر خارجہ سرتاج عزیز دو اسلامی ملکوں پر امریکی حملے کے حوالے سے آ کر کوئی پالیسی بیان نہیں دیتے۔

دوسری مرتبہ اپوزیشن نے سرتاج عزیز کے بیان پر عدم اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے واک آؤٹ کیا اور ان کے بیان کو ناکافی غیر تسلی بخش قرار دے کر رد کر دیا۔



ڈپٹی اپوزیشن لیڈر سینٹر رضا ربانی نے امریکی حملوں اور پاکستان کی سمندری و فضائی خلاف ورزی کی شدید مذمت کی۔ انہوں نے کہا کہ اس اہم مسئلے پر وزیر اعظم کو یہاں موجود ہونا چاہیے تھا اور انہیں پالیسی بیان دینا چاہیے تھا مگر افسوس کہ حکومت نے اس اہم مسئلے کو بھی اہمیت نہیں دی۔

انہوں نے کہا کہ وزیر خارجہ کا بیان نہ صرف سینٹ بلکہ پوری قوم کی توہین ہے۔ سینٹر خدائے نور نے کہا کہ خدا کرے یہ صحیح ہو کہ یہاں کا کوئی اڈہ استعمال نہیں ہوا۔ محض بیان دینے سے پاکستان کو بری الذمہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ شفقت محمود نے کہا کہ اگر تحقیقات کے بعد یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ پاکستان کی سمندری حدود کو استعمال کیا گیا ہے تو حکومت کیا کارروائی کا ارادہ رکھتی ہے۔ سینٹر قاضی انور نے کہا کہ وزیر خارجہ بتائیں میزائل پاکستان سے گزرے بغیر جلال آباد کیسے پہنچے۔

اعتزاز احسن نے کہا کہ وزیر خارجہ نے متعدد سوالوں کے جواب نہیں دیئے وہ بتائیں حکومت پاکستان کو کب حملے کی اطلاع ملی حکومت کو اطلاعات پیشگی ملیں یا حملے کے بعد اگر حکومت پاکستان کو لاعلم رکھا گیا تو حکومت کی اپنی ایجنسیاں کیا کر رہی تھیں۔

پنجاب کے وزیر اعلیٰ کا واشنگٹن میں موجود ہونا معنی خیز ہے۔ وہ کس پوزیشن میں امریکہ میں موجود ہیں کیا ہم یقین کر لیں کہ کوئی بھی وزیر اعلیٰ دوسرے ممالک میں مذاکرات کر سکتا ہے یہ بات

الارمنگ ہے کہ ایک پنجابی وزیراعلیٰ امریکہ میں مذاکرات میں مصروف ہے۔

ہمیں امریکہ کے ساتھ نیروبی اور دارالسلام میں بم دھماکوں پر ہمدردی ہے مگر ہمارا امریکہ سے سوال ہے کہ اس نے ایسا کیوں کیا؟ حملے کے واقعہ کے بعد وزیراعظم کی واشنگٹن میں کوئی بات چیت ہوئی ہے۔ اس بارے میں کچھ نہیں بتایا گیا۔

حبیب جالب نے کہا کہ امریکہ نے پاکستان کی زمینی فضائی حدود کی خلاف ورزی کی ہے۔ وزیر خارجہ کے بیان میں تشنگی ہے۔ پاکستان کے کردار کی وضاحت نہیں ہوئی اور نہ ہی موقف سامنے آیا ہے۔ پاکستان کی وزارت خارجہ کو حقیقت پسند ہونا چاہیے۔ حسین شاہ راشدی نے کہا کہ ہمیں پہلے بتایا جائے کہ وزارت خارجہ کون چلا رہا ہے۔

وزیر خارجہ کو بائی پاس کر کے وزیراعظم کے چھوٹے بھائی واشنگٹن میں ہیں ان کی موجودگی میں ہی سوڈان اور افغانستان پر حملہ ہوا۔ حکومت کی پالیسی کیا ہے۔ مسلم لیگ کے سینٹر جاوید عباسی نے کہا کہ امریکہ نے بدمعاشی بنائی ہوئی ہے۔ آج افغانستان اور سوڈان پر کل کسی اور پڑوسی ملک پر حملہ ہوسکتا ہے۔ حکومت پاکستان فوری اسلامی ممالک کا سربراہ اجلاس بلائے اور حکومت امریکہ کو منہ توڑ جواب دے۔

ظفر اقبال جھگڑا نے کہا کہ امریکہ نے دوہرا معیار اپنایا ہے ایک طرف دہشت گردی کے خلاف ہے دوسری جانب خود دہشت گردی میں ملوث ہوگیا ہے۔ قبل ازیں سینٹ کے ارکان نے افغانستان اور سوڈان پر امریکی فضائی حملوں کی شدید مذمت کرتے ہوئے اسے کھلی جارحیت اور دہشت گردی قرار دیا اور اسلامی ممالک کی تنظیم اور اقوام متحدہ کا فوری اجلاس بلانے کا مطالبہ کیا۔ ارکان نے یہ مطالبہ جمعہ کو پوائنٹ آف آرڈر پر اپنی تقاریر کے دوران کیا۔

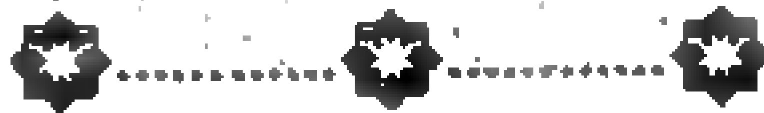
جے یو آئی کے رکن حافظ فضل محمد نے کہا کہ ان حملوں سے پوری دنیا کے مسلمانوں میں بے چینی ہے اور ان کے دل دکھ سے بوجھل ہیں۔ امریکہ نے اُسامہ بن لادن کا بہانہ بنا کر عالم اسلام کے خلاف ننگی جارحیت کا مظاہرہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ امریکہ دنیا کا نمبرون منافق ہے۔ وہ عالم اسلام کا دشمن ہے۔

انہوں نے وزیراعلیٰ شہباز شریف پر تنقید کی اور کہا کہ وہ امریکہ میں کلنٹن کی گود میں جا کر بیٹھ گئے ہیں۔ انہوں نے کلنٹن کو خبردار کیا کہ خون کا بدلہ خون ہوتا ہے امریکہ نے اپنی تباہی کی بنیاد رکھ دی ہے۔ انہوں نے مسلمان ممالک کے حکمرانوں پر بھی تنقید کی کہ وہ امریکی ایجنٹ ہیں اور ان کی کمزوریوں کی وجہ سے آج یہ دن دیکھنا پڑا ہے۔

انہوں نے کہا کہ حکمران یہ وضاحت کریں ایسے ناپاک عزائم کے لیے امریکہ نے پاک سرزمین تو استعمال نہیں کی۔

سینٹر بشیر مٹہ نے کہا کہ افغانستان میں پاکستان نے ضیاء الحق کے دور میں مداخلت کی جس کے نتائج ہمیں آج بھگتنے پڑ رہے ہیں۔ انہوں نے خدشہ ظاہر کیا کہ حملوں کے لیے پاکستان کی سرزمین استعمال کی گئی۔ انہوں نے پنجاب سے تعلق رکھنے والے ارکان سے کہا کہ وہ وزیراعظم کو تبدیل کریں یہ ثابت ہو گیا کہ وہ ملک چلانے کے اہل نہیں ہیں۔

مولانا عبدالستار نیازی نے کہا کہ اُسامہ بن لادن پر امریکی حملہ درندگی اور بربریت ہے وہ افغانون کے مہمان ہیں انہوں نے او آئی سی اور اقوام متحدہ کا فوری طور پر اجلاس بلانے کا مطالبہ کیا۔ سینٹر اقبال حیدر نے کہا کہ امریکی حملہ کھلی دہشت گردی ہے اس امریکی اقدام کا کوئی جواز نہیں ہے امریکہ اپنے مفادات کے لیے خود دہشت گردوں کی تربیت کرتا ہے انہیں اسلحہ فراہم کرتا ہے امریکہ دنیا کا سب سے بڑا دہشت گرد ہے۔ انہوں نے وزیراعلیٰ شہباز شریف پر تنقید کی کہ وہ امریکہ کیوں گئے ہیں؟



22 اگست کو سرکاری طور پر جاری اس خبر نے ایک مرتبہ پھر اخبارات میں سرخیوں میں جگہ پائی کہ ایک امریکی میزائل پاکستان میں گرنے سے پاکستان کے 8 شہری جاں بحق ہو گئے اطلاعات کے مطابق شمالی وزیرستان میں پاک افغان سرحد کے قریب میران شاہ پر جمعرات کی شب ایک امریکی کروز میزائل گرنے سے [illegible] پاکستانی جاں بحق اور 22 شدید زخمی ہو گئے جن میں دو کی حالت نازک بیان کی جاتی تھی۔

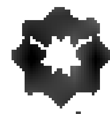
جاں بحق اور زخمی ہونے والے تمام پاکستانی شہری ہیں جن میں سے تین کا تعلق صوبہ پنجاب اور 2 کا صوبہ سرحد سے ہے۔ حملے سے ایک مسجد بھی شہید ہو گئی۔ بلوچستان کی صوبائی کابینہ کے رکن کے مطابق ایک کروز میزائل خاران کی تحصیل بسیمہ میں بلوچ آباد اور شنگر کے درمیان دیہاتی علاقے میں گرا جو پھٹ نہیں سکا۔ جس سے علاقے میں خوف و ہراس پھیل گیا۔ میران شاہ کے قریب ہلاک ہونے والے پاکستانیوں کی نعشیں راولپنڈی پہنچ گئیں۔

امریکی کروز میزائلوں سے افغانستان پر ہونے والے حملوں سے ہلاکتوں کے بارے میں متضاد اطلاعات ملیں۔ اسلام آباد میں طالبان حکومت کے ترجمان نے کہا کہ دو درجن سے زیادہ افراد جاں بحق اور پچاس زخمی ہوئے امریکی ٹی وی کے مطابق 21 افراد ہلاک اور 30 زخمی ہوئے برطانوی ٹی وی کا کہنا ہے کہ مرنے والوں کی تعداد 15 اور بھارتی ریڈیو کے مطابق 26 ہے غیر مصدقہ ذرائع کا کہنا ہے کہ حملے میں 50 افراد ہلاک اور 30 زخمی ہوئے افغان اسلامی پریس کے مطابق میزائلوں کے پھٹنے سے سب سے زیادہ نقصان خوست میں ہوا جبکہ جلال آباد میں میزائل ایک غیر آباد پہاڑ پر گرا۔

اے ایف پی کا کہنا ہے کہ افغانستان اور پاکستان کے سرحدی علاقوں میں میزائل گرنے سے کم از کم 5 پاکستانی شہید اور [illegible] شدید زخمی ہوئے شہید ہونے والوں کی نعشیں اور زخمیوں کو میران شاہ کے جس ہسپتال میں پہنچایا گیا وہاں کے ایک ڈاکٹر جہانزیب خاں نے ٹیلی فون پر بتایا کہ شہید اور زخمی ہونے والوں کا تعلق مرکزی پنجاب اور صوبہ سرحد سے ہے لیکن یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ طالبان کے حمایتی تھے۔

این این آئی کے مطابق ایک امریکی میزائل میران شاہ کے قریب پاک افغان سرحد کے قریب گرا اور میں گرا۔ پی پی آئی کی غیر مصدقہ ذرائع سے رپورٹ ہے کہ 50 افراد خان بحق اور 30 زخمی ہوئے جاں بحق ہونے والے سپاہ صحابہ کے کارکن تھے پشاور سے گزشتہ روز جلال آباد میں گورنر ہاؤس سے رابطہ کیا تو وہاں موجود ایک اہلکار نے بتایا کہ جلال آباد پر کوئی حملہ نہیں ہوا بلکہ یہاں زندگی معمول کے مطابق چل رہی ہے ادھر سرکاری ذرائع کا کہنا ہے کہ خوست میں پانچ افراد ہلاک اور بیس سے زائد زخمی ہوئے حملے میں ہلاک وزخمی ہونے والے تمام افراد پاکستانی ہیں۔

ادھر غیر سرکاری ذرائع اس حملے میں ہلاک ہونے والوں کی تعداد 15 سے 50 جبکہ زخمیوں کی تعداد سینکڑوں میں بتا رہے ہیں۔



حیرت انگیز طور پر وزارت خارجہ نے اچانک ہی اپنی دوپہر کی خبر کی تردید کر دی یعنی دوپہر کو پاکستانیوں کی امریکن میزائل سے ہلاکت کا اعتراف اور رات کو تردید کر دی گئی۔ اخباری اطلاعات کے مطابق ایڈیشنل سیکرٹری خارجہ نے ایک ہنگامی نیوز کانفرنس میں چھ پاکستانیوں کی ہلاکت کی خبر دی۔ یہ خبر ریڈیو پاکستان نے بھی نشر کی تھی۔

لیکن.......... نیوز کانفرنس کے کئی گھنٹے بعد دفتر خارجہ کے ترجمان نے کہا پاکستان کی سرحد کے اندر نہ کوئی میزائل گرا، نہ کوئی پاکستانی ہلاک یا زخمی ہوا۔ اس سے پہلے کا اعلان غلط اطلاع پر مبنی تھا۔

یہ وضاحت 21 اگست کو رات نو بجے ٹی وی کے خبرنامے میں جاری کی گئی۔ بی بی سی کے نامہ نگار نے بتایا کہ یہ ابہام شاید اس وجہ سے پیدا ہوا کہ حرکت الانصار اور حزب المجاہدین کے پاکستانی مجاہدوں کی لاشیں پاکستان آنے سے یہ سمجھا گیا کہ وہ اپنے ملک میں شہید ہوئے ہیں۔ اور یہ لگا کہ شاید یہ لوگ پاکستان کی سرحد کے اندر مارے گئے ہیں اور اسی حوالے سے پاکستان کے دفتر خارجہ نے بیان دیا جس کی اب تردید کر دی گئی ہے۔ یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ پاکستان کے دفتر خارجہ کی جانب سے ان دو متضاد بیانوں کے سامنے آنے کے بعد سفارتی سطح پر پاکستان کو کوئی پیچیدگی تو پیش نہیں آئے گی۔ نامہ نگار نے کہا کہ پیچیدگی بھی پیش آئی ہے اور اس سے زیادہ خفت کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ کیونکہ جس وقت پاکستانی دفتر خارجہ کی جانب سے یہ بیان جاری ہوا تھا اس نے پوری دنیا میں ایک ہنگامہ کھڑا کر دیا تھا اور سوال یہ اٹھنے لگا تھا کہ امریکہ نے جس طرح افغانستان کے اندر یہ میزائل داغے ہیں اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ان کو اندازہ ہی نہیں کہ ٹھکانے کہاں ہیں اور یہ کہ میزائل پاکستان میں گر سکتا ہے تو گنجان آبادی والے علاقے میں بھی گر سکتا ہے۔ اس تمام صورتحال میں اس تردید سے ایک نئی صورتحال پیدا ہوئی ہے۔

اس سے امریکہ کی بجائے اب پاکستان کو خفت کا سامنا ہے۔ بی بی سی نے مزید کہا کہ صدر کلنٹن سے وزیر اعظم نواز شریف کی ٹیلیفون پر گفتگو کی اب سرکاری طور پر تصدیق ہو گئی ہے اور لگتا ایسا ہے کہ صدر کلنٹن نے پاکستان کے سخت بیان کے بعد اپنا موقف پیش کیا ہے اور اس کے بعد سے پاکستان کا جو موقف سامنے آیا ہے اس میں اب امریکہ کے اس عمل کی سختی سے مذمت کی گئی ہے۔ بی بی سی کے مطابق وزیر اعظم نواز شریف نے ذاتی طور پر امریکی صدر کو ٹیلی فون کیا اور امریکی حملوں پر اپنی نامنظوری کا اظہار کیا۔ افغانستان پر امریکی حملوں کے خلاف ملک بھر میں جمعے کو احتجاجی مظاہروں اور وزیر اعظم نواز شریف کے لیے امریکی صدر کلنٹن کی ٹیلیفون کال کے بعد پاکستان وزارت خارجہ نے صبح کو دیئے گئے اس بیان کو واپس لے لیا جس میں کہا گیا تھا کہ ایک امریکی میزائل پاکستانی سرزمین پر بھی گرا ہے جس میں کم از کم 6 افراد ہلاک ہو گئے۔

خدا جانے کیا گورکھ دھندا تھا.........

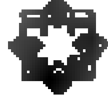
اگلے روز یعنی 23 اگست کو اخبارات نے نمایاں سرخیوں کے ساتھ خبر شائع کی کہ میاں نواز شریف نے پاکستان پر میزائل گرنے کی غلط اطلاع پر صدر کلنٹن سے معذرت کر لی ہے۔ اور غلط اطلاع دینے کے جرم میں چیف سیکرٹری صوبہ سرحد رستم شاہ کو اور آئی بی کے سربراہ چوہدری منظور کو ملازمت سے فارغ کر دیا گیا ہے۔

تفصیلات کے مطابق انٹیلی جنس بیورو کے چیف اور سرحد کے چیف سیکرٹری نے جمعہ کو قبل دوپہر سوا گیارہ بجے وزیر اعظم کے ملٹری سیکرٹری کو فون پر اطلاع دی کہ افغانستان پر امریکی حملے کے نتیجے میں ایک میزائل پاکستانی سرزمین پر بھی گرا ہے جس سے پانچ پاکستانی شہری جاں بحق ہوئے ہیں۔

وزیر اعظم میاں نواز شریف اس وقت پی ایم اے ہاؤس میں اعلیٰ سطح کے ایک اجلاس کی صدارت کر رہے تھے، جس میں سروسز چیفس بھی موجود تھے۔ ملٹری سیکرٹری نے فوری طور پر یہ اطلاع وزیر اعظم کو پہنچائی۔ بعد میں وزیر اعظم کی جب امریکی صدر کلنٹن سے ٹیلی فون پر بات ہوئی تو وزیر اعظم نے صدر کلنٹن کو بھی یہ اطلاع فراہم کی تو وہ حیران رہ گئے اور صدر کلنٹن نے وزیر اعظم سے معذرت کی اور کہا کہ وہ امریکی انتظامیہ کے ایک سینئر ممبر کو پاکستان بھیجیں گے جو اس واقعہ پر پاکستان اور آپ سے معذرت کرے گا۔ وزیر اعظم نے بعد میں جب امریکی بمباری اور پاکستانی باشندوں کی مبینہ ہلاکت کے واقعہ کی تفصیلات معلوم کیں تو پتہ چلا کہ سرے سے ایسا واقعہ رونما ہی نہیں ہوا اس وقت تک وزارت خارجہ امریکی ناظم الامور سے احتجاج کر چکا تھا۔ وزیر اعظم کو اس غلط اطلاع پر نہایت دکھ ہوا اور واقعہ کے ذمہ دار افراد کے خلاف سخت کارروائی کا حکم دیا۔ وزیر اعظم نے اس بارے میں صدر کلنٹن کو بھی ایک

خط لکھا ہے جس میں غلط اطلاع کی فراہمی پر معذرت کی گئی ہے۔

صوبہ سرحد اور قبائلی علاقوں میں وسیع پیمانے پر تبادلہ کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ معلوم ہوا ہے کہ پولیٹیکل ایجنٹ میرن شاہ سمیت کمشنر بنوں، ڈی سی کوہاٹ اور دیگر اعلیٰ افسر بھی تبدیل کیے جا رہے ہیں۔



اصلیت کیا تھی؟

یہ سارا ڈرامہ کہاں پلان ہوا؟

بیان دے کر واپس کیوں لیا گیا؟

اس پس منظر کو سمجھنے کے لیے ممتاز صحافی اور روزنامہ خبریں اسلام آباد کے ایڈیٹر خوشنود علی خان کا یہ کالم پڑھ لیجیے۔ جن کا عنوان ہے ''دھماکے کی اصل کہانی سے دھماکہ غائب ہونے تک۔''

خوشنود علی خاں رقمطراز ہیں۔

''افغانستان پر امریکہ نے جو حملہ کیا اس کے حوالے سے بعض حیران کن تفصیلات سامنے آئی ہیں۔ اور سب سے اہم انفارمیشن یہ ہے کہ امریکہ نے مجاہدین کے جن کیمپوں پر اُسامہ بن لادن کے حوالے سے حملہ کیا وہ اُسامہ ن لادن کے کیمپوں سے زیادہ حرکت الانصار کے تربیتی کیمپ تھے، جن میں مقبوضہ کشمیر کے مجاہدین تربیت حاصل کر رہے تھے۔ اور اس سے بھی زیادہ حیران کن اور دلچسپ بات یہ ہے کہ امریکہ نے ان کیمپوں کو تباہ کرنے کے لیے جو میزائل استعمال کیے وہ اس وقت تک اپنے نشانے پر مار ہی نہیں کر سکتے جب تک انہیں گائیڈ کرنے والے آلات یا آلے خود اس جگہ پر نہ ہوں جہاں ان میزائلوں کو ٹارگٹ کرنا ہے۔ لہٰذا دلچسپی کی بات یہ ہے کہ امریکیوں نے اپنے ٹارگٹ تک وہ آلات پہنچانے کے لیے این جی اوز کارکنوں کے نام پر وہاں اپنے کچھ لوگوں کو بھیجا اور اس مشن کی نگران ایک امریکی خاتون تھی، جو اپنا مشن مکمل کر کے واپس کسی محفوظ جگہ پر پہنچ چکی ہے...... ماہرین بتاتے ہیں کہ امریکہ نے جو میزائل ٹارگٹ پر مارے، انہیں وہاں ٹارگٹ کرنے کے لیے ضروری تھا کہ وہاں (نشانے کی جگہ پر) پر ان میزائلوں کو گائیڈ کرنے کے لیے مطلوبہ آلات موجود ہوتے، جو سسٹم آن کرتے ہی گائیڈ کرنے کے لیے ان میزائلوں کے گائیڈ سسٹم کو ٹارگٹ کے بارے میں تفصیلات فراہم کرتے...... لہٰذا یہی ہوا۔ این جی اوز کے نام پر کچھ لوگ ان کیمپوں میں گئے جن کی سربراہ ایک خاتون تھی اور وہاں وہ آلات چھوڑ آئے، جنہوں نے امریکی میزائل سسٹم کو گائیڈ کیا۔

اب ذرا اس سے آگے چلتے ہیں کہ کیا امریکیوں کا نشانہ واقعی اُسامہ بن لادن تھے تو میری اطلاع یہ ہے کہ امریکیوں نے اُسامہ بن لادن کا نام استعمال کیا، مگر ان کا اصل نشانہ حرکت الانصار کے

تربیتی کیمپ تھے۔ جن کی تباہی کے بعد بھارتی وزیر اعظم نے امریکہ کی طرف سے دہشت گردی کے خلاف Long Term Operation شروع کیے جانے پر کہا ہے اور ہمیں بھی (بھارت کو) اس آپریشن میں ساتھ ملائیں۔ لہٰذا افغانستان اور پاکستان میں امریکہ کی طرف سے بعض ٹارگٹس کو نشانہ بنانے کے چند گھنٹے بعد ہی یہ بات نکل گئی ہے کہ امریکیوں کا اصل مقصد وہ ہے جس سے براہ راست کشمیر میں تحریک آزادی کو نقصان ہوگا، بلکہ کشمیری اور افغان مجاہدین جہاں جہاں پڑھ رہے ہیں اور پڑھتے رہے ہیں ان جگہوں کی تباہی بھی امریکیوں کا ٹارگٹ ہو سکتی ہے۔ اور مسجدیں ہیں، جیسے اکوڑہ خٹک میں مولانا سمیع الحق کے والد محترم مولانا عبدالحق کی قائم کردہ دینی درسگاہ طالبان اور مجاہدین تو مولانا صوفی محمد کے ہاں مالاکنڈ میں بھی تعلیم قرآن حاصل کرتے ہیں اور میجر عامر کے والد محترم مولانا طاہر پنج پیر کے ادارے پنج پیر میں بھی دین کی تعلیم حاصل کرتے رہے ہیں۔ ان کی اصل تربیت بھی دین کی تعلیم ہے۔ لہٰذا اب تو امریکہ جب چاہے جس دینی ادارے اور درسگاہ کو (جو ہمارے ہاں مساجد ہیں) چاہے نشانہ بنا سکتا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ بھارتی وزیر اعظم نے امریکہ کے اس لانگ ٹرم آپریشن کے لیے بھارت کو والنٹیر کرنے کا بھی کہا ہے۔ لہٰذا پاکستان اور اسلام سے محبت کرنے والے سب لوگ جان لیں کہ وہ سب کے سب امریکہ کا ٹارگٹ ہیں اور کل اگر آپ خبر سنیں کہ امریکہ نے مقبوضہ کشمیر آزاد کشمیر یا پاکستان میں کسی جگہ مقبوضہ کشمیر کے مجاہدین کے کسی ٹھکانے کو نشانہ بنایا تو یہ کوئی اچنبے کی بات نہیں ہوگی، کیونکہ دنیا کے سب سے بڑے دہشت گرد "امریکہ" کو دنیا کے کسی بھی ملک میں دہشت گردی کرنے کے لیے اقوام متحدہ یا کسی بھی ملک کی اجازت کی ضرورت نہیں۔ ویسے پاکستان کے وزیر اعظم میاں نواز شریف نے تو سب سے سخت الفاظ یہ استعمال کیے ہیں کہ "مسٹر کلنٹن یہ مناسب نہیں" میں اپنے پڑھنے والوں سے پوچھتا ہوں کہ کوئی آپ کے منہ پر تھپڑ مار دے...... یا آپ کو گرا کر مارنا شروع کر دے تو کیا آپ اسے جواب میں یہی کہتے ہیں کہ یہ مناسب نہیں۔ امریکہ نے افغانستان میں مسلمانوں پر ہی نہیں خود پاکستان کی سرزمین پر میزائل مار کر چھ نوجوانوں کو شہید کیا ہے۔ میں یہ بات دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ امریکی "ٹیکنیکل غلطی" کے الفاظ تکلفاً استعمال کر رہے ہیں۔ انہوں نے حرکت الانصار کے کسی لیڈر کو ٹارگٹ کر کے یہ میزائل پاکستان پر مارا۔ کیونکہ پاکستانی علاقے میں گرنے والے میزائل سے جو لوگ شہید ہوئے وہ کون تھے۔ اگر آپ یہ معلوم کر لیں تو پھر آپ کو معلوم ہوگا کہ امریکیوں نے سوچ سمجھ کر یہ میزائل پاکستان پر ٹارگٹ کیا۔

میں سمجھتا ہوں اُسامہ بن لادن اس سارے معاملے میں اب پیچھے چلے گئے ہیں اور امریکہ محض ان کا نام استعمال کر رہا ہے۔ اس کا اصل مقصد کچھ اور تھا اور کچھ اور ہے اور اس کا ٹارگٹ کشمیری

مجاہدین ہیں۔ طالبان نہیں۔

سارے پڑھے لکھے لوگ یہ بات جانتے ہیں کہ ایرانی اب تک یہ الزام لگاتے رہے کہ طالبان امریکہ کے ساتھ ہیں اور بعض لوگ تو یہاں تک بھی گئے کہ امریکی اُسامہ بن لادن کو خود ہیرو بنا رہے ہیں۔ کیونکہ وہ اسے چین کے صوبے سنگ کیانگ میں علیحدگی کی تحریک میں استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن اب منظر بدل گیا ہے امریکیوں نے اُسامہ بن لادن کی شکل میں ایک ''سنی امام'' پیدا کر دیا ہے۔ اس کی حیثیت اب سنیوں کے لیے وہی ہے جو شیعہ حضرات کے لیے امام خمینی کی تھی۔ سنی مسلمانوں کے پاس کوئی ایسا لیڈر نہ تھا جس کی اتنی بڑی فالوئنگ ہو۔ شیعہ حضرات میں تو امامت کا سلسلہ موجود ہے۔ لیکن سنیوں میں خلافت کا سلسلہ اصل میں تو خلافت راشدہ کے بعد ختم ہو گیا۔ سنی حضرات خلافت عثمانیہ کے حوالے سے بھی بڑے جذباتی رہے، لیکن اتاترک نے جب سلطان عبدالحمید کو ہٹایا تو پھر یہ سلسلہ بالکل ہی ختم ہو گیا۔ لیکن اب بھی ہمارے ہاں اور دنیا بھر میں بہت سے لوگ خلافت موومنٹ چلا رہے ہیں۔ اور مجھے یقین ہے، بہت عرصے کے بعد اُسامہ بن لادن سنی حضرات کے ایک لیڈر کے طور پر ابھر رہا ہے۔ ایران میں بعض لوگ اُسامہ بن لادن کے اس حیثیت سے ابھرنے کے بھی خلاف ہیں، کیونکہ مراکو سے برونائی تک اب ایک گھر بھی ایسا نہیں جس میں لوگ اُسامہ بن لادن سے واقف نہ ہوں، لہٰذا مجھے یقین ہے اگر اُسامہ بن لادن زندہ رہا تو مسلمانوں کے ایک متفقہ لیڈر کے طور پر ابھرے گا۔

پاکستان بھر میں 80 فیصد لوگ اُسامہ بن لادن کے ساتھ ہیں، بلکہ اُسامہ بن لادن کے بارے میں جذباتی ہیں۔ لیکن حکومت پاکستان بڑی مشکل میں ہے۔ اس کی کئی وجوہات ہیں۔ میں پیارے پڑھنے والوں کو بتاتا چلوں کہ گزشتہ دنوں سعودی عرب سے ترکی الفیصل کی پاکستان آمد بھی طالبان کے معاملات سے متعلق تھی ترکی الفیصل سعودی عرب کی سیکرٹ انٹیلی جنس سروس کے انچارج بھی ہیں۔ لیکن جس موضوع پر میں بات کر رہا ہوں وہ یہ ہے کہ بعض حلقے تو سعودی عرب کے اندر سے اُسامہ بن لادن کو سپورٹ کر رہے ہیں۔ لیکن اُسامہ بن لادن سعودی حکومت کا باغی ہے، اس لیے حکومت پاکستان اگر پاکستان کے عوام کی رائے کو دیکھے تو اسے لادن کا ساتھ دینا چاہیے۔ اور اگر ویسے پاکستان کے مفاد کو دیکھے تو حال ہی میں سعودی حکومت اور ''شاہ فیملی'' نے پاکستان کی بے پناہ مالی مدد کی ہے اور وہ مزید مدد کریں گے۔ وزیر اعظم محمد نواز شریف کا کلنٹن سے صرف یہ کہنا کہ آپ کا یہ قدم ''مناسب نہیں'' یہ بھی شاید مجبوری میں ہے۔

لیکن میں اپنے قارئین کو بتاتا چلوں کہ امریکہ کی مہربانی سے سنی لیڈر شپ کا خلا پر ہو گیا ہے۔

اور اُسامہ بن لادن کو خود امریکیوں نے اسلامی قوتوں کا ہیرو بنا دیا ہے۔ اس سے پہلے ایرانی اسلامی انقلاب ایکسپورٹ کرنے کی بات کرتے تھے اور انہیں اسلامک لیڈر شپ کا دعویٰ بھی تھا۔ اور وہ طالبان کو امریکی پٹھو کہتے تھے اب اس حملے کے بعد صورتحال الٹ گئی ہے، ایران طالبان کے خلاف امریکہ کے ساتھ کھڑا ہے اور اسلامک لیڈر شپ لادن کے پاس چلی گئی ہے، اب اگر دنیا میں اسلامی انقلاب ایکسپورٹ کرنے کی بات ہوگی تو لوگ پہلے اُسامہ بن لادن کا نام لیں گے اور کوئی نام اُسامہ بن لادن کے مقابلے میں نہیں آسکے گا......

بہر حال اُسامہ بن لادن اور حرکت الانصار کے کیمپوں پر حملے کے حوالے سے حکومت پاکستان کا رویہ بوجوہ معذرت خواہانہ ہے۔ لیکن کل جو جمعہ لگا ہے وہ پورے کا پورا اُسامہ بن لادن کے حق میں تھا۔ اُسامہ اس وقت تو پاکستان میں سب کا لیڈر ہے، سب اس سے محبت کرتے ہیں اور اُسامہ پر حملے کی وجہ سے پاکستان کے عوام کے دلوں میں امریکہ کے خلاف نفرت بھر چکی ہے۔

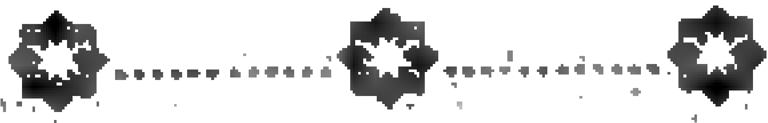
کل صبح آ کر دفتر بیٹھا ہی تھا کہ مجھے فیکس سے ''دی نیوز'' میں شائع ہونے والی ایک خبر ملی جس کا عنوان تھا۔

Benazir Backs Us Strikes. اور نیچے کسی دوست نے لکھا تھا۔ جناب خوشنود علی خاں صاحب! شاید یہ بیان آپ کی نظر سے نہ گزرا ہو۔ پڑھیں سر دھنیں اور داد دیں، اس حب الوطنی اور مسلم دوستی کی۔

بے نظیر بھٹو اس وقت اپوزیشن میں ہیں، اور سینٹر سیف الرحمٰن کے احتساب بیورو کی طرف سے بنائے گئے کرپشن کے کیسوں سے اپنی اور اپنے شوہر کی کھال بچانے کی بہت کوشش کر رہی ہیں اور ان کا اصل ٹارگٹ اقتدار میں واپسی ہے۔ اور وہ یہ بات بخوبی سمجھتی ہیں کہ اس کے لیے پاکستان سے باہر انکل سام (امریکہ) اور پاکستان کے اندر خاکی وردی والوں کا راضی ہونا ضروری ہے۔ لہٰذا وہ کوئی ایسا موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتیں، جس میں وہ ان دونوں کو خوش کر سکیں، محترمہ کا افغانستان اور پاکستان پر امریکی حملے کو درست قرار دینا شاید کچھ لوگوں کے لیے اچنبے کی بات ہو، لیکن میں سمجھتا ہوں بی بی اقتدار کے لیے کچھ بھی کر سکتی ہیں۔ امریکہ کو راضی کرنا بی بی کی پہلی ترجیح ہے۔ پاکستان کا مفاد بہر حال بے نظیر بھٹو کی ترجیح نہیں۔

ڈی آئی جی اور صوبہ سرحد کے چیف سیکرٹری کو وزیر اعظم نے فارغ کر دیا ہے اور اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ وزیر اعظم کو گزشتہ روز ان دونوں افسروں نے آگاہ کیا کہ میران شاہ کے پاکستانی علاقے میں امریکہ کا پھینکا ہوا میزائل پھٹا ہے، جس سے چھ پاکستانی شہید ہوئے ہیں۔ اس پر پاکستان

نے امریکہ سے احتجاج کیا۔اب کہا جا رہا ہے کہ پاکستانی علاقے پر امریکی میزائل گرائے جانے کی خبر غلط تھی اور اس کی غلط اطلاع چیف سیکرٹری سرحد اور ڈی آئی جی نے وزیراعظم کو دی تھی۔لہٰذا اس غلطی کی سزا کے طور پر ڈی آئی جی کا تو کنٹریکٹ ختم کر دیا گیا اور چیف سیکرٹری سرحد مسٹر مہمند کو او ایس ڈی بنا دیا گیا۔میں نے اپنے طور پر جو معلومات حاصل کی ہیں ان کے مطابق میران شاہ کے علاقے کے پولیٹیکل ایجنٹ نے گزشتہ روز چیف سیکرٹری سرحد کو اطلاع دی کہ یہاں امریکی میزائلوں میں سے ایک میزائل پھٹا ہے۔چیف سیکرٹری نے پوچھا کہ یہ کنفرم خبر ہے جس پر پولیٹیکل ایجنٹ کا جواب تھا۔کنفرم خبر ہے۔ تھوڑی دیر بعد مزید تفصیلات دیتا ہوں۔لہٰذا ابتدائی اطلاع کے بعد چیف سیکرٹری نے گورنر کو بتایا اور گورنر نے ان سے کہا آپ وفاقی حکومت کو بتائیں۔بعد میں پولیٹیکل ایجنٹ نے چیف سیکرٹری کو بتایا کہ میزائل گرنے سے 6 لوگ شہید ہوئے ہیں اور اس پر وزارت خارجہ نے امریکہ سے احتجاج کیا......اور اب سٹوری نے یہ ٹرن لے لیا ہے کہ پاکستانی علاقے میں میزائل گرا ہی نہیں تھا۔پیارے پڑھنے والو! کیسا ہے۔امریکہ کتنا طاقتور ہے کہ 48 گھنٹے بعد میزائل اور دھماکہ دونوں غائب ہو گئے ہیں۔



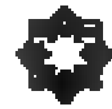
افغانستان اور سوڈان پر کروز میزائلوں سے امریکہ کے حملوں نے پوری دنیا میں دھماکہ خیز صورت حال پیدا کر دی ہے اور بعض حلقے اسے ریاستی دہشت گردی کی بدترین مثال قرار دے رہے ہیں۔ دوسری جنگ عظیم میں بھی جمہوریت کے اس نام نہاد چیمپئن اور انسانی حقوق کے جعلی علمبردار نے ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم گرا کر بربریت اور وحشت کا مظاہرہ کیا تھا۔

لیگ آف نیشنز کے اصول وضوابط اور بین الاقوامی اخلاقیات کی جس بری طرح دھجیاں بکھیری تھیں۔ ان حملوں نے اس کی یاد تازہ کر دی اور اس کے چہرے سے ''انسان دوستی'' کا نقاب نوچ ڈالا ہے، دنیا بھر میں اس کے اقدام کی مذمت کے ساتھ احتجاجی مظاہرے جاری ہیں، ویت نام میں بری طرح پٹ .... جانے کے بعد اس نے مختلف اسلامی ممالک کے خلاف دہشت گردی کی۔ لیبیا کے صدر کرنل قذافی پر حملہ کیا گیا۔ ''آپریشن ڈیزٹ سٹارم'' کے نام پر عرب ممالک کے تیل کے کنوؤں پر قابض ہو گیا اور عراق پر مختلف حیلوں بہانوں سے اب تک پابندیاں عائد کروا رکھی ہیں۔

ایران کو دہشت گرد ملک قرار دینے اور اس کے خلاف کارروائی کے بہانے تلاش کرتا رہا ہے، سربیا میں ایک لاکھ مسلمان جب تک شہید نہیں ہوئے امریکہ کو ہوش نہ آیا ان دنوں سربیا، البانیہ میں مسلمانوں کا قتل عام کر رہا ہے۔ کشمیر میں بھارت نے انسانی حقوق کا جنازہ نکال دیا ہے، الجزائر میں اسلامی تنظیم کو خون میں نہایا جا رہا ہے۔ اب افغانستان اور سوڈان پر چڑھ دوڑا ہے۔ دنیا کے ردعمل کے پروا کئے بغیر اس نے مزید کارروائیاں کرنے کا پروگرام ترتیب دے رکھا ہے۔ ان حالات میں سلامتی کونسل کے مستقل ارکان پر بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اس کی رسی کھینچیں ورنہ حالات خطرناک ترین رخ اختیار کر لیں گے اور مسلم امہ ایک بند گلی میں کھڑی ہو گی۔

ماہرین کے مطابق یہی وقت ہے کہ دنیا کے سوا ارب مسلمان اب امریکہ اور اس کے حواریوں کے خلاف مشترکہ لائحہ عمل مرتب کر کے اس کا راستہ روکنے کی پہل کریں۔ اس ضمن میں ہماری حکمت عملی کیا ہونی چاہیے اور ماہرین حرب وضرب اور ماہرین سیاسی امور اس صورتحال کا کیا تجزیہ کرتے

ہیں۔ذیل میں ان سوالات کے جوابات تلاش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔



اس سلسلے میں (ر) جنرل مرزا اسلم بیگ کہتے ہیں۔

امریکہ خود کو عالمی سپر پاور سمجھتا ہے اور دنیا کے کسی اصول، ضابطے کو تسلیم نہیں کرتا وہ چاہتا ہے کہ اپنی سوچ ساری دنیا پر مسلط کر دے۔ اس فلسفے کے تحت امریکہ نے بہت سی غلطیاں کی ہیں۔لیکن یہ جان لینا چاہیے کہ یہ غلطی صریحاً اقوام متحدہ کے چارٹر کے خلاف ہے اور اخلاقی اعتبار سے بھی یہ غلط قدم ہے۔ حملے کا پس منظر دیکھا جائے تو امریکہ کے اپنے مسائل ہیں، اندورنی طور پر امریکی صدر بل کلنٹن سیکس سیکنڈل میں ملوث ہیں۔

پہلے کلنٹن نے جرم کی صحت سے انکار کیا بعد میں اس کا اعتراف کر لیا اس سے کلنٹن کی جو ساکھ مجروح ہوئی اسے بحال کرنے کے لیے امریکی صدر نے افغانستان اور سوڈان پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ امریکہ نے فطری طور پر بزدلی کا مظاہرہ کیا۔ اس نے ویت نام میں مار کھائی۔

امریکہ جب کسی جنگ میں خود براہ راست ملوث نہیں ہوتا تو وہاں دوسروں سے اپنی جنگ لڑنے کی کوشش کرتا ہے، کچھ عرصہ قبل امریکہ نے ہمت کر کے صومالیہ میں مداخلت کی وہاں سے ناکامی کا سامنا کرنا پڑا بلکہ ذلیل بھی ہوا۔

اب بھی امریکہ کو اس کی جرأت نہیں ہوئی کہ وہ اپنے کسی سپاہی کو کہتا کہ افغانستان کی زمین پر قدم رکھو بلکہ امریکہ نے پندرہ سو کلو میٹر دور بیٹھ کر میزائلوں سے افغانستان پر حملہ کیا اور اپنے ہدف کو نشانہ بنایا۔ یہ بزدلی کی نشانی ہے۔ ایک وہ قوم جو اپنے آپ کو سپر پاور کہلاتی ہے جس قوم نے روسی حملے کے وقت اپنی جان مال سب کچھ امریکہ کی خاطر داؤ پر لگا دیا لیکن امریکہ نے احسان کا بدلہ افغانستان پر میزائلوں کی بارش کر کے چکایا۔

اسی اُسامہ بن لادن اور دوسرے بہت سے لوگوں کو امریکہ نے روسی جارحیت کے خلاف تربیت دی، اسلحہ دیا، مکمل امداد مہیا کی، یہ فتنہ بھی امریکہ ہی کا پیدا کردہ ہے جہاں تک سوال دہشت گردی کا ہے وہ قابل مذمت ہے لیکن یہ کوئی جواز نہیں بنتا کہ دہشت گردی کے جواب میں آپ اس سے بڑی دہشت گردی کر دیں۔

آپ دیکھیں تو اندازہ ہوگا کہ پاکستان کے خلاف کتنی دہشت گردیاں ہوئی ہیں اور ہو رہی ہیں۔ گزشتہ دو سال کا ریکارڈ دیکھ لیں اس دوران پاکستان میں گیارہ بڑے دہشت گردی کے واقعات ہوئے اور ان میں ہمارا ہمسایہ اور ازلی دشمن بھارت بری طرح ملوث ہے۔ اس کے شواہد موجود ہیں۔

ہمیں اس بات کا بخوبی اندازہ ہے کہ دہشت گردی کے ان واقعات کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے۔ یہ دہشت گرد کہاں سے آئے ان کو کس نے بھیجا، اس کا حل یہ تھا کہ اب پاکستان کلکتہ، بمبئی اور دلی پر کئی حملے کر چکا ہوتا لیکن پاکستانی ایک مہذب قوم ہیں ہمیں بین الاقوامی اصولوں کا احترام ہے اس لیے ہم اسی حد تک جاتے ہیں جو مقرر کی گئی ہیں امریکہ نے جو یہ قدم اٹھایا یقیناً ان حدود کو بائی پاس کیا ہے جو قابل مذمت ہے۔

یہی وجہ ہے کہ سوائے چند ممالک کے تمام دنیا نے امریکی اقدامات کی مذمت کی ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ امریکہ کے خلاف شدید ردعمل ہوگا۔ امریکہ کے اس غیر آئینی، غیر قانونی اور غیر اخلاقی اقدام سے بھی بڑھ کر افسوسناک بات ہماری حکومت کا رویہ ہے پہلے تو یہ تاثر دیا کہ ہمیں کچھ علم نہیں کہ ہماری زمینی فضائی حدود کی خلاف ورزی کی گئی لیکن جب اندرون ملک دباؤ بڑھا تو اقرار کرلیا یہ بالکل اسی طرح ہے جس طرح امریکی صدر نے جنسی سکینڈل میں ملوث ہونے کی پہلے تردید کی لیکن بعد میں اپنے جرم کا اعتراف کرلیا۔

ہماری حکومت کی مرضی کے بغیر امریکہ یہ اقدام کر ہی نہیں سکتا۔ امریکی بحری بیڑہ جو گزشتہ کئی ہفتوں سے پاکستان کے ساحلی علاقوں کے نزدیک موجود تھا اسی بحری بیڑے سے میزائل فائر کیے گئے لیکن کسی نے سوال نہیں اٹھایا کہ یہ بحری بیڑہ یہاں کیا کرنے آیا ہے۔

ہماری اطلاعات کے مطابق افغانستان اور سوڈان پر حملے کرنے سے قبل امریکی صدر نے پاکستانی وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف، مصر کے صدر حسنی مبارک اور برطانیہ کے وزیر اعظم ٹونی بلیئر کو اعتماد میں لیا ہے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امریکہ نے جرم کرنے سے قبل پاکستانی وزیر اعظم نواز شریف کو بھی اس جرم میں شریک کیا۔

پاکستان نے امریکہ کو افغانستان تک پہنچنے میں مدد دی جنہوں نے ہوم ورک کیا گیا یہی وجہ ہے کہ امریکی ہوم ڈیپارٹمنٹ نے پاکستان کا شکریہ ادا کیا کہ پاکستان نے امداد فراہم کی پھر امریکہ نے جو میزائل استعمال کیے وہ بہت نچلی پرواز کرتے ہوئے ٹارگٹ کو جا لیتے ہیں۔

کروز میزائل زمین سے پانچ سو سے ایک ہزار فٹ تک زمین سے بلند ہوتا ہے۔ بلکہ ایک طرح سے زمین پر ہی چلتا ہے اسی طرح اس حملے کے دوران بارہ سو کلومیٹر تک پاکستان کی زمین اور فضائی حدود کی خلاف ورزی کی گئی۔

خفیہ اداروں کے جو لوگ افغانستان گئے جنہوں نے وہاں جا کر خفیہ معلومات امریکہ کو پہنچائیں۔ ٹارگٹ کیے اس کے علاوہ امریکی بحری بیڑے سے ایک جاسوسی ہوائی جہاز

(P-3-Orion) ہماری فضاؤں میں بلندی پر محو پرواز رہا۔ جس نے ''راہنمائی'' فراہم کی۔

یوں بھی ہماری فضاؤں کی خلاف ورزی کی گئی یہ سارے شواہد موجود ہونے کے باوجود حکومت پاکستان کہہ رہی ہے کہ ہمیں کچھ پتہ ہی نہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ ہماری فضائیہ سو رہی ہے۔ بری فوج بے خبر ہو کیا کچھ ہو رہا ہے۔ کس طرح بحری بیڑہ ہماری سمندری حدود کے نزدیک موجود رہا جہاں سے میزائل فائر کئے گئے۔ کچھ دن پہلے امریکی ٹیمیں آئی تھیں ان کی رپورٹ پر امریکہ نے اپنے باشندوں کو پاکستان سے واپس آنے کا حکم دیا جب امریکی جا رہے تھے۔

اس وقت میں نے عوام کو باخبر کر دیا تھا کہ ہوشیار رہو ہوائی حملہ ہونے والا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ افغانی بھائی ہوشیار ہو گئے اور انہوں نے اُسامہ بن لادن کو محفوظ مقام پر منتقل کر دیا۔ یہ سارے شواہد ظاہر کرتے ہیں کہ امریکی حملے میں پاکستان کی رضامندی شامل ہے۔ لگتا ہے کہ پاکستان نے امریکہ سے سمجھوتہ کر لیا ہے۔

یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ امریکہ یہ خیال کرے کہ پاکستان سو رہا ہے ہم جائیں گے حملہ کریں گے۔ آثار بتاتے ہیں کہ پاکستان نے امریکہ سے ''ڈیل'' کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک وفاقی وزیر نے کہا ہے کہ ہم لوگوں کو ایک بڑی خوشخبری سنانے والے ہیں۔

کلنٹن کی طرف سے پاکستان کا شکریہ ادا کرنا بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ سی این این پر آیا کہ جب صحافیوں نے امریکن جائنٹ چیف آف سٹاف سے پاکستان کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے بھی پاکستان کا شکریہ ادا کیا کہ پاکستان نے ہمیں سپورٹ کی۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت درکار ہوگا۔ صاف ظاہر ہے کہ پاکستان کی اجازت کے بغیر آپریشن مکمل نہیں ہو سکتا۔

جہاں تک افغانستان کے اندرونی حالات اور شمالی اتحاد کے راہنماؤں کے ایران کے دورے یا ان سے مشاورت کا سوال ہے تو اس بارے میں واضح ہے کہ شمالی اتحاد کو ایران، ہندوستان، ازبکستان، تاجکستان اور روس سے بھرپور امداد مل رہی تھی۔ یہ پانچوں ممالک شمالی اتحاد کے راہنماؤں کو اپنا وجود برقرار رکھنے کے لیے فوجی اور مالی امداد فراہم کرتے رہے ہیں۔

اس کے باوجود دنیا نے دیکھا کہ طالبان نے ان سب کو شکست دی۔ شکست کھانے کے بعد دوستم کے لیے افغانستان میں کوئی جگہ نہیں۔ احمد شاہ مسعود ربانی کے لیے بھی کوئی ٹھکانہ نہیں۔

شکست کے بعد یہ لوگ بھاگ گئے ان شکست خوردہ افغان لیڈروں نے دیکھا کہ ایران سارے معاملہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہا ہے۔ تو انہوں نے خیال کیا کہ شاید ایران کی مدد سے یہ اپنی پوزیشن بحال کر سکیں۔ شکست کا بدلہ لے سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ ایران کے گرد جمع ہو گئے۔

میں نہیں سمجھتا کہ یہ طالبان کو شکست دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔امریکی حملے سے طالبان پاکستان سے متنفر بھی ہو سکتے ہیں وہ سوچنے پر مجبور ہو سکتے ہیں کہ پاکستان کی رضامندی کے بغیر یہ حملہ ہو ہی نہیں سکتا۔شاید امریکہ بھی یہ چاہتا ہے کہ پاکستان اور طالبان کے درمیان اختلافات پیدا کر دیئے جائیں۔

جہاں تک اس پروپیگنڈے کا سوال ہے کہ پاکستان یا امریکہ طالبان کی پشت پناہی کر رہے ہیں یہ بالکل غلط ہے۔افغانی قوم کی ایک نظریاتی طاقت ہے جو آہستہ آہستہ منظر پر آئی اور چھا گئی۔

طالبان نہ تو امریکہ کی سوچ کے تابع ہیں اور نہ پاکستان و ایران کی۔ان کی اپنی ترجیحات اور سوچ ہے۔آپ اندازہ کر لیں ایک ایسی قوم جس کی معیشت تباہ ہو چکی ہو جہاں ہر گھر برباد ہو وہ قوم اپنے اوپر اعتماد کر کے اٹھی اور اس نے کس طرح متحد ہو کر ایک بڑی طاقت کو شکست سے دوچار کر دیا یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

رہا سوال افغانستان اور پاکستان کے تعلقات کا تو یہ درست ہے کہ ہمارا افغانستان سے مذہبی، دینی اور نظریاتی تعلق ہے طالبان جانتے ہیں کہ پاکستان نے افغانستان کو روس کی جارحیت کے خلاف کتنی مدد فراہم کی۔آٹھ سال تک ہم جنگ میں برابر شریک رہے۔پاکستان اور افغانستان کے پختونوں کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔یہ ہو سکتا ہے کہ حکومتوں کی تبدیلی سے تعلقات میں نشیب و فراز آئیں لیکن یہ عارضی ہیں یہ بھی حقیقت ہے کہ بعض پاکستانی حکمرانوں نے غلطیاں بھی کیں مثلاً جب روس کو شکست ہوئی تو پاکستان نے امریکی سوچ کے تحت کام کرنا شروع کر دیا۔

امریکہ افغانستان میں امن نہیں چاہتا وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ مجاہدین کامیاب ہوں نہ کوئی حکومت بنے شاید یہی وجہ تھی کہ ہم افغانستان کے معاملات سے لاتعلق ہو کر پیچھے ہٹ گئے پھر آپ نے دیکھا کہ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ کابل میں پاکستانی سفارتخانے کو آگ لگا دی گئی۔

پاکستانی سفیر کو زدوکوب کیا گیا۔بچوں کو اغوا کیا گیا۔یہی افغانستان جس کی جنگ پاکستان نے لڑی جس کے نتیجے میں پاکستان کی معیشت تباہ ہوئی۔پاکستان میں دہشت گردی کرائی گئی اوجڑی کیمپ کا حادثہ رونما ہوا لیکن اب پاکستان اسی افغانستان پر حملہ کی صورت میں امریکہ کو سہولیات فراہم کر رہا ہے۔

حالات بتاتے ہیں کہ پاکستان کی حکومت سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرنے پر آمادہ نظر آتی ہے۔اور جس کے بدلے میں پاکستان کو بہت سی مراعات فراہم کی جائیں گی اور جس کی خوشخبری کا اعلان ایک وفاقی وزیر بھی کر چکے ہیں۔یہ ظلم و زیادتی کے مترادف ہے کہ حکومت نے پاکستان کے مفادات کا سودا کر لیا میں نے پہلے بھی ذکر کیا ہے کہ افغانستان پر امریکہ کے حملے کی کوئی اہمیت نہیں۔

ایسے بیسیوں حملے افغانستان پر پہلے ہوتے رہے ہیں۔افغان ان کے عادی ہیں۔سوڈان پر

حملے کے لیے یہی طریقہ اختیار کیا گیا وہاں مصر کے صدر حسنی مبارک کو اعتماد میں لے کر سب کچھ کیا گیا۔
امریکہ نے جس عالمی دہشت گردی کا مظاہرہ کیا اس کا کوئی جواز نہیں تھا۔ امریکہ کا فرض تھا کہ وہ ثبوت اور شواہد اقوام متحدہ میں پیش کرتا لیکن امریکہ نے یو این او کو بائی پاس کر کے ایک کمزور ثبوت "پاکستان نے ہویدا نامی جس شخص کو امریکہ کے حوالے کیا اس نے تنزانیہ اور کینیا میں امریکی سفارتخانوں پر حملے کرنے کا اعتراف کر لیا" پر اتنا بڑا اقدم اٹھالیا۔

اس عالمی دہشت گردی پر چین نے بڑے سخت ردعمل کا اظہار کیا ہے۔ ایران نے قدرے نرم الفاظ میں مذمت کی۔ بھارت نہیں بولا، کیونکہ اس کے جہاں مفاد ہوں وہاں کی بات کرتا ہے۔ افغانستان میں جب تک روس موجود رہا انڈیا خاموش رہا جب روس کو شکست ہوئی تو انڈیا بھی افغانستان میں کردار ادا کرنے کے لیے سرگرم ہو گیا۔ جہاں تک امریکہ کی جانب سے دوبارہ حملہ کرنے کا سوال ہے تو اگر ہماری حکومت امریکہ سے اسی طرح تعاون کرتی ہے تو امریکہ پھر حملے کر سکتا ہے لیکن ایک بات میں جو یہاں واضح کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ پھر حکومت کے لیے بڑا مشکل وقت آنے والا ہے۔ عوام ان حکمرانوں کو نہیں چھوڑیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ حکومت اب بھی بڑی مشکلات میں ہے۔

اگر امریکہ دوبارہ ایسا کرتا ہے تو اس کے خلاف سخت موقف اختیار کرنا پڑے گا۔ اپنی زمینی اور فضائی حدود کے استعمال کی کسی صورت بھی اجازت نہیں دینی چاہیے۔ افواج پاکستان نے بھی اس پر شدید ردعمل کا اظہار کیا جیسے جیسے واقعات سامنے آتے جا رہے ہیں ان میں مزید سختی آئے گی۔ ابھی تک تو افواج کو اعتماد میں نہیں لیا گیا صرف کلنٹن اور نواز شریف کے درمیان ہی راز و نیاز ہوتا رہا۔ لیکن جہاں تک فوج کا تعلق ہے وہ یہ سب کچھ برداشت کرنے کو تیار نہیں۔

فوج وہی سوچتی ہے جو قوم سوچتی ہے۔ جہاں تک موجودہ حکومت کی جانب سے سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرنے کا معاملہ ہے تو یہ خودکشی کے مترادف ہوگا اور قوم کسی صورت یہ برداشت نہیں کرے گی اور دیگر سیاسی جماعتوں کا فرض بنتا ہے کہ وہ آئندہ امریکی حملے کی صورت میں شدید ردعمل کا اظہار کریں۔

ہم اس کی مذمت کرتے ہیں لیکن افسوس پاکستان پیپلز پارٹی کی چیئرپرسن بے نظیر بھٹو نے امریکی حملے کی حمایت کی ہے اور امریکی موقف کو صحیح قرار دیا ہے۔ ایسی سیاسی پارٹیاں جو عوام کو بائی پاس کر کے امریکی موقف کی حمایت کر رہی تھیں۔ میرے خیال میں ان کو عوام کی حمایت سے زیادہ امریکی خوشنودی درکار ہے۔ امریکہ کا اثر و رسوخ ہمارے ملک میں اتنا ہے کہ کوئی حکومت اس کی مرضی کے بغیر اقتدار میں رہ ہی نہیں سکتی۔

یہی وجہ ہے کہ امریکہ کو خوش کرنے کی کوششیں کی جاتی ہیں۔ نواز شریف خوش کر رہے ہیں کہ

اس کے اقتدار کو طول مل جائے۔

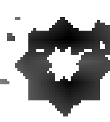
بے نظیر بھٹو خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کر رہی ہے کہ شاید نہیں تیسری بار اقتدار حاصل ہو جائے لیکن یہاں میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ ایک وقت آتا ہے جب قوم خود فیصلہ کرتی ہے۔

طالبان کی مثال آپ کے سامنے ہے۔ ہماری حکومت کا جو کردار رہا ہے۔ ایٹمی دھماکوں کے بعد یہ بہت کچھ حاصل کر سکتی تھی لیکن حاصل نہیں کر سکی۔ غلط پالیسیوں کی وجہ سے یہ مواقع گنوا دیئے گئے اور اب جب دیکھا کہ قوم کی جانب سے دباؤ بڑھ رہا ہے تو قوم کی جانب دیکھنے کے بجائے امریکہ کی خوشنودی حاصل کرنے میں لگ گئے شاید اس طرح ان کی کرسی اقتدار چند دنوں کے لیے محفوظ ہو جائے گی لیکن جلد آپ دیکھیں گے کہ قوم فیصلے کرے گی۔

میری ذاتی طور پر کوشش ہے کہ یہ فیصلہ سڑکوں پر نہ ہو آئینی طور پر ہو۔ آئینی حدود میں، آئینی طریقے سے یہ فیصلے ہوں کیونکہ جو فیصلے سڑکوں پر ہوتے ہیں ان کے بڑے خونی نتائج نکلتے ہیں۔ اس سے سسٹم ٹوٹ جاتا ہے بڑی بربادی ہوتی ہے۔

ہمارا ملک ایسی تبدیلی کا متحمل ہی نہیں ہو سکتا۔ اس لیے ہماری جماعت اور اتحادی جماعتوں کی کوشش یہ ہے کہ ان حدود میں رہتے ہوئے تبدیلی لائیں اور ان اثرات سے اپنے آپ کو محفوظ رکھیں وہ اثرات جو امریکی سوچ سے مرتب ہوتے ہیں۔

پاکستان کی سیاست میں پاکستان کی معیشت پر اور پاکستان کے حالات پر امریکی اثرات کو کم کرنا چاہیے اور امریکی اثر و رسوخ سے باہر نکل جانا چاہیے اور یہ ممکن ہے ہم انشاء اللہ امریکی اثر و رسوخ سے نکل جائیں گے۔



سابقہ سیکرٹری خارجہ اور سینیٹر جناب اکرم ذکی نے اس صورت حال پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا:

دہشت گردی بہر صورت قابل مذمت ہے کینیا اور تنزانیہ میں ہونے والے بم دھماکوں میں سینکڑوں انسانی جانیں ضائع ہوئیں اس فعل کی ہر ذی شعور مذمت کرے گا ہم نے بھی اس حادثے پر افسوس کا اظہار کیا۔

لیکن امریکہ نے اسے بنیاد بنا کر جو کارروائی کی اس کا کوئی جواز نہیں تھا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ انہوں نے کیا ثبوت حاصل کیے ہیں کہ وہ دھماکے کس نے کروائے ہیں؟

اگر ثبوت موجود ہیں تو انٹرپول اور دوسرے ممالک کے ذریعہ مطلوبہ اشخاص تک پہنچنے کی کیوں کوشش نہیں کی گئی۔ صرف جواز بنا کر آزاد خود مختار ملکوں کی سرحدوں سے گزر کر جارحیت کا مظاہرہ

کرنا بین الاقوامی اصولوں کی صریحاً خلاف ورزی ہے۔ افغانستان اور سوڈان کی خودمختاری آزادی اور علاقائی سالمیت کا خیال نہیں رکھا گیا ہم اس کی بھی شدید مذمت کرتے ہیں۔

موجودہ بین الاقوامی نظام کے تحت کسی بھی ملک کو چاہے وہ جتنا طاقتور کیوں نہ ہو اسے یکطرفہ طور پر طاقت کے استعمال یا دھمکی دینے کی اجازت نہیں ہے۔ یہ جرم سربیا میں بوسینا کے خلاف ہوا یہ جرم اب سربیا البانیہ کے خلاف کر رہا ہے۔

اس کا دنیا میں اتنا شدید ردعمل ہوا کہ یہاں تک کہا جانے لگا کہ ایک بین الاقوامی عدالت بنائی جائے جو ایسے مجرموں کو سزا دے۔ امریکہ نے اس عدالت کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ امریکہ کو اس عدالت کے دائرہ کار سے باہر ہونا چاہیے اس کا مطلب یہ ہے کہ امریکہ کے دل میں بھی چور تھا وہ اس قسم کی غیر قانونی کارروائی کرنے کے لیے تیار تھے۔

میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ امریکہ کے اس وقت جو اندرونی حالات اور یہ اس بوکھلاہٹ کا فیصلہ ہے کہ آزاد ملکوں پر اس طرح بمباری کی جائے اس میں ایک لحاظ سے پاکستان کی حدود کی خلاف ورزی بھی ہوئی، کیونکہ امریکی بیڑہ جو بحیرہ عرب میں موجود تھا نیویارک ٹائمز کے مطابق اس نے پاکستانی سمندری حدود کے اندر سے میزائل فائر کیے اگر ایسا ہوا ہے تو بری بات ہے اگر ایسا نہیں ہے تو بھی پاکستان کی فضائی حدود کی خلاف ورزی کی گئی ہے۔

اس حملے سے کچھ پاکستانی شہری متاثر ہوئے وہ خوست میں ہوں، جلال آباد میں سب سے بڑی بات جو ہوئی وہ یہ ہے کہ امریکہ جو اپنے آپ کو انسانی حقوق کا علمبردار ظاہر کرتا ہے بین الاقوامی اصولوں کی بات کرتا ہے اس نے ان سب اصولوں کو بائی پاس کر کے ایک غلط کام کی داغ بیل ڈال دی ہے جس سے دوسرے ممالک کو شہ ملے گی۔

مجھے سب سے زیادہ تشویش اس بات پر ہے کہ کل ہندوستان (خدانخواستہ) اس کو جواز بنا کر پاکستان کے خلاف کوئی اس قسم کی کارروائی کرنے کی جرأت نہ کرے جس کے بہت سنگین نتائج نکل سکتے ہیں۔ اس لیے تمام ممالک کا فرض ہے کہ وہ امریکہ کے اس فعل کی مذمت کریں جہاں تک سلامتی کونسل میں امریکہ کے خلاف کوئی فیصلہ کرنے کی بات کا تعلق ہے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ سلامتی کونسل کے پانچ مستقل ارکان کے پاس ویٹو کے اختیارات موجود ہیں اس لیے ان کے خلاف کوئی کارروائی تو ہو نہیں سکتی لیکن اس طرح رائے عامہ کو منظم کیا جا سکتا ہے۔

پاکستان کا فرض ہے کہ وہ اسلامی ممالک سے رابطہ کرے دوست ممالک کو اعتماد میں لے کر امریکہ پر دباؤ ڈالے کہ اس قسم کی کارروائی دوبارہ نہیں ہونی چاہیے۔ امریکہ پہلے بھی لیبیا پر حملہ کر چکا ہے

عراق پر حملے کے لیے سلامتی کونسل کی قرارداد کا جواز موجود تھا بعد میں سلامتی کونسل کے تین مستقل ارکان چین فرانس اور روس کی مخالفت کی بناء پر عراق پر دوبارہ حملہ نہ کیا جا سکتا۔

یہی وجہ ہے اس مرتبہ انہوں نے سلامتی کونسل کو گھاس نہیں ڈالی، اور یکطرفہ کارروائی کا فیصلہ کر لیا جو بہت ہی غلط خطرناک اور سنگین واقعہ ہے۔ اس طرح پاکستان اور افغانستان کے تعلقات بھی متاثر ہو سکتے ہیں۔ ابھی تک پاکستان پر یہ الزام بھی تھا کہ وہ طالبان کی پشت پناہی کر رہا ہے۔

اگرچہ حکومت اس کی تردید کر چکی ہے اب یہ الزام عائد ہو گا کہ امریکہ سے تعاون کیا گیا اگرچہ پاکستان تردید کر چکا ہے کہ اس کو امریکی حملے کی اطلاع نہیں تھی لیکن ایک بات واضح ہو گئی کہ پاکستان طالبان کی پشت پناہی نہیں کر رہا۔ اس سے ایران کی غلط فہمی بھی دور ہو سکتی ہے۔ پاکستان اور ایران کے تعلقات میں پائی جانے والی سرد مہری کم ہونے کی گنجائش بھی موجود ہے۔ لیکن ایک بات جو انتہائی افسوسناک ہے کہ امریکیوں کو افغانستان میں داخل ہونے کا راستہ تو ہم نے دکھایا جب روس نے وہاں جارحیت کا مظاہرہ کیا تو اس وقت پاکستان نے امریکہ کے ساتھ مل کر روس کے خلاف کارروائی اور اب 180 ڈگری کا فرق ہے اب افغانستان میں امریکہ حملے کر رہا ہے اور روس احتجاج کر رہا ہے۔

بنیادی بات یہ ہے کہ امریکی صدر بوکھلاہٹ میں ایسا کر رہا ہے اگر امریکی کانگریس صدر کے خلاف کوئی کارروائی کرنا چاہتی ہے تو کانگریس کو اپنے صدر کے ذاتی کردار کے علاوہ اس کے ذہنی توازن کو بھی مدنظر رکھنا ہو گا۔ کیا صدر ذہنی طور پر سپر پاور کی قیادت کرنے کے قابل ہے ذہنی انتشار میں مبتلا ایسے شخص سے اور بھی حماقتیں سرزد ہو سکتی ہیں جس سے دنیا کے امن کو خطرات لاحق ہو سکتے ہیں ہمیں سچائی کا ساتھ دینا چاہیے صداقت کے ساتھ کھڑا ہونا چاہیے ظالم کے مقابلے میں مظلوم کی مدد کرنی چاہیے۔ لیکن اس وقت ہم تذبذب میں ہیں ہمیں ابھی تک پتہ ہی نہیں چل سکا کہ ہوا کیا ہے۔ جہاں تک اس الزام کا تعلق ہے جو حکومت پاکستان پر عائد کیا گیا کہ اس کو کلنٹن نے اعتماد میں لیا اس کے بارے میں میری اطلاعات کے مطابق پاکستان کی حکومت کو پیشگی اطلاع نہیں تھی اگر تھی تو پھر پارلیمنٹ کو اعتماد میں نہیں لیا گیا ریکارڈ پر یہ بات موجود ہے سینٹ میں وزیر خارجہ نے پالیسی بیان دیتے ہوئے کہا تھا کہ پاکستان کو ان حملوں کی پیشگی اطلاع نہیں تھی آج سینٹ میں مزید بحث ہو گی ہاں کوئی نئی بات سامنے آتی ہے تو پھر دیکھیں گے جہاں تک کروز میزائل اور ریڈار پر نہ آنے کی باتیں ہیں ان بارے میں میری کوئی زیادہ معلومات نہیں۔

ایک ماہر سے بات ہوئی ہے اس کے مطابق ہماری سلامتی کو خطرہ مشرقی سرحدوں سے ہے کیونکہ آج تک ہم پر جتنے حملے ہندوستان کی جانب سے ہوئے ہیں اس لیے تمام ریڈار کا رخ مشرق کی

جانب ہے مغرب کی طرف کوئی ایسی سہولت موجود ہی نہیں کہ ہم صحیح اندازہ لگا سکیں۔

مزید کسی پریشان کن صورتحال سے بچنے کے لیے پاکستان کو کوئی ایسا قدم نہ اٹھائے کہ اس کی سلامتی کو خطرات لاحق ہو جائیں۔ ایک بدمست ہاتھی کے سامنے اپنے آپ کو روندنے کے لیے پیش نہیں کرنا چاہیے ہمیں پہلے سے زیادہ چوکس رہنے کی ضرورت ہے افغانستان کے مسئلے پر تمام ہمسایہ ممالک سے بات چیت کرنی چاہیے روس اور چین کے ساتھ مذاکرات ہونے چاہیں تا کہ حالات کو مزید بگڑنے سے روکا جا سکے، روس کی شکست و ریخت کے بعد امریکہ میں اور اس کے پالیسی ساز اداروں میں چند متعصب افراد نے اسلام کو اپنا ہدف بنالیا ہے۔ بنیادی طور پر ان کی پالیسیوں کا رخ اسلام کی طاقت کو ابھرنے سے روکنے کی طرف ہے مختلف بہانوں سے مسلمانوں کو نشانہ بنانے کی کوشش کی جاتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ 1095ء میں جو صلیبی جنگیں شروع ہوئی تھیں ان کا نیا دور شروع کر دیا گیا ہے۔

مسلمان بے خبر ہیں اپنے آپ کو مضبوط نہیں کرتے، آپس میں لڑنے اور ان کی گود میں دوڑ دوڑ کر بیٹھتے ہیں جو پہلے ہی ہمارے خلاف سازشوں میں مصروف ہیں اب کم از کم مسلمانوں کو آنکھیں کھول کر دماغ سے سوچنے کی ضرورت ہے جہاں تک سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرنے کا سوال ہے میں یہ کہتا ہوں کہ سی ٹی بی ٹی پر ہمیں دستخط بالکل نہیں کرنے چاہئیں۔ سی ٹی بی ٹی کا غور سے مطالعہ کرنے کی ضرورت ہے۔

سی ٹی بی ٹی پر سمجھوتہ کرنے کا مطلب ہے کہ ہم کوئی اور دھماکہ نہیں کریں گے 1993ء میں سی ٹی بی ٹی کی بات سامنے آئی تھی کہ دھماکے فضا میں نہیں کریں گے۔ سطح سمندر کے نیچے نہیں کریں گے اور اب سی ٹی بی ٹی کا مطلب ہے کہ دھماکے نہیں کرنے ایک طرح ہم نے پہلے ہی اعلان کر دیا ہے۔

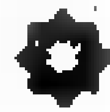
کہ ہم مزید دھماکے نہیں کریں گے شاید یہ سوچا جا رہا ہے کہ ہم نے اعلان کر دیا ہے کہ دھماکے تو ہم نے کرنے نہیں تو دستخط کرنے میں کیا حرج ہے لیکن اگر سی ٹی بی ٹی کا مطالعہ کیا جائے تو اس میں لکھا ہے کہ سی ٹی بی ٹی کا مقصد ہے اگر آپ نے سی ٹی بی ٹی پر دستخط کر دیئے تو فوراً آپ پر دباؤ شروع ہو جائے گا۔ این پی ٹی پر دستخط کرو جو دباؤ ڈالنے والے ہوتے ہیں وہ میٹھی گولیاں دیتے ہیں اس لیے بہتر طریقہ یہ ہے کہ آپ نے جو مدافعت کرنی ہے وہ پہلی سطح پر کریں ایک قدم پر شکست کھانے کے بعد مدافعت مشکل ہو جاتی ہے۔

اس لیے پاکستان کو سی ٹی بی ٹی پر دستخط نہیں کرنے چاہئیں۔ اس بارے میں ہندوستان جو چاہے کرے ہمیں اپنی سلامتی کو مدنظر رکھ کر فیصلے کرنے چاہیں گفت و شنید کا سلسلہ جاری رکھنا چاہیے۔

جنگ ستمبر 1965ء کے ہیرو ایم ایم عالم نے اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کیا۔

امریکہ نے یہ میزائل بلوچستان کی ساحلی بندرگاہ پسنی سے داغے کروز میزائل ایڈوانس ٹیکنالوجی کا شاہکار ہے یہ بہت نیچی پرواز کر کے ہدف کو جالیتا ہے یہی وجہ ہے اس کی نقل وحرکت ریڈار چیک نہیں کر سکتا امریکہ نے جو آزاد مختار ملکوں پر بلا جواز حملے کر کے غلط قدم اٹھایا ہے اس سے بین الاقوامی امن کو زبردست خطرات لاحق ہو گئے ہیں پاکستان کی فضائی حدود کی خلاف ورزی کی گئی جس پر پاکستان نے بڑا ہلکا احتجاج کیا عوامی سطح پر بھی جو احتجاج ہوا اس میں زیادہ حصہ دینی جماعتوں کا ہے میرے خیال میں امریکی اقدام کی شدید مذمت کی ضرورت ہے اور ہر سطح پر اس کی مذمت ہونی چاہیے امریکہ نے اقوام متحدہ کو بائی پاس کیا ہے۔ حکومت پاکستان کا فرض ہے کہ وہ اس مسئلے کو سلامتی کونسل میں اٹھائے اور او آئی سی کے پلیٹ فارم کو استعمال کرے دوست ممالک کی حمایت حاصل کرے تمام اسلامی ممالک کے ساتھ مل کر یکساں موقف اختیار کرے تا کہ امریکی اتنی آسانی سے دوبارہ ایسا کوئی قدم نہ اٹھا سکیں۔

امریکہ نے غلط کام کمزور بنیاد کی بناء پر کیا ہے جسے بعض ممالک بنیاد بنا کر دنیا کے امن کو تباہ کر سکتے ہیں ہمارا ازلی دشمن بھارت اس چیز کو بنیاد بنا کر پاکستان پر (خدانخواستہ) کارروائی کر سکتا ہے اس لیے پاکستان کو مستقبل میں پھونک پھونک کر قدم رکھنا ہو گا کیونکہ ہماری سلامتی کو براہ راست خطرات لاحق ہو گئے ہیں۔ میں وثوق سے کہتا ہوں کہ افواج پاکستان کو اس حملے کی خبر نہ تھی اگر حکومتی سطح پر کوئی ''ڈیل'' ہوئی ہو تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔



(ر) ائیر مارشل ایاز خان نے اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کیا۔

7 اگست کو کینیا میں امریکہ سفارت خانوں میں دہشت گردی کے نتیجے میں 257 افراد مارے گئے گوان میں امریکیوں کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر تھی۔ مرنے والوں میں اکثریت مسلمانوں کی تھی، دہشت گردی کی یہ کارروائی قابل مذمت تھی، ہمارا دین اس کی اجازت نہیں دیتا کہ آپ معصوم لوگوں کو قتل کر دیں۔

جو لوگ یا رہنما مذہب کے حوالے سے ایسا کرتے ہیں یا کر رہے ہیں ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہمارا دین تو بے گناہ لوگوں پر ظلم روکنے کی ہدایت کرتا ہے۔ امریکیوں کا خیال ہے کہ کینیا اور تنزانیہ میں ہونے والی دہشت گردی میں اُسامہ بن لادن اور اس کے ساتھی ملوث ہیں انہوں نے کہاں سے معلومات اکٹھی کی ہیں۔ امریکہ اگر اُسامہ یا کسی اور کے خلاف کارروائی کرتا ہے تو اسے ثبوت پیش کرنے چاہیے تھے۔

اس پس منظر میں امریکہ کا افغانستان پر حملہ افسوس ناک ہے۔ سب جانتے ہیں کہ افغانستان

کے جہاد میں اُسامہ بن لادن مجاہد اول بن کر مجاہدین کے ساتھ ساتھ تھے چونکہ بڑی طاقتوں کے اپنے مفادات ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ ان کی نظر میں تخریب کار بن گئے۔ مئی کے اخبارات کے مشاہدے سے بھی یہ بات سامنے آتی ہے کہ اُسامہ کے تمام انٹرویوز میں اس نے امریکیوں کو دھمکی دی تھی کہ وہ دوسرے ممالک کی خودمختاری میں ٹانگ نہ اڑائے گویا وہ امریکہ کا بڑا دشمن ہے اور امریکہ اس کا.........

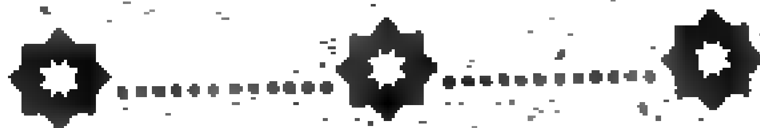
جہاں تک افغانستان پر کروز میزائل پھینکنے کا تعلق ہے میرے خیال سے اس کے لیے خلیج فارس میں گولہ باری سائیڈ راستعمال ہوئی ہے پاکستان کا روٹ استعمال کیا گیا مگر ہماری حکومت کو اعتماد میں نہیں لیا گیا۔ دوسری صورت میں امریکہ نے ایران کے مشرقی حصے کی طرف سے اپنے جہاز اڑائے ہوں گے۔ بہرحال پاکستان کی فضائی حدود کی خلاف ورزی ہوئی ہے۔ اگر حکومت پاکستان کا یہ کہنا ہے کہ ہمارے ریڈارز کو یہ میزائل نظر نہیں آئے تو یہ کہا جاسکتا ہے میزائل ایرانی سرحد سے فائر کیے گئے ہوں گے ایک اطلاع یہ بھی ہے کہ شاید امریکہ نے ایف سولہ استعمال کیے جنہوں نے ایک خاص جگہ پر پہنچ کر فائر کیے۔

صحیح صورت حال کی وضاحت تو امریکن کر سکتے ہیں آپ کو یاد ہوگا۔ 1978ء میں اسرائیل نے ایف سولہ کی مدد سے عراقی تنصیبات پر حملہ کیا تھا، ان طیاروں نے اتنا ہی فاصلہ طے کر کے اپنا ٹارگٹ حاصل کیا تھا آج کے ایف سولہ جدید ہیں مگر ان کی رینج کم سے کم پچاس اور زیادہ سے زیادہ 150 میل ہے۔ لیکن خلیج فارس سے خوست تک کا فاصلہ 2000 یا پندرہ سو کلومیٹر ہے۔ اگر یہاں بھی ایف سولہ استعمال ہوتے ہیں تو پھر ٹھوس منصوبہ بندی کی گئی ہوگی۔ زیادہ شواہد ہیں کہ امریکہ نے کروز پھینکے ہیں عراق کے خلاف بھی امریکہ نے انہیں استعمال کیا تھا یہ ٹھیک ٹارگٹ پر پہنچتے ہیں ان کو ٹارگٹ سیٹلائیٹ سے حاصل شدہ تصویر کے بعد داغا جاتا ہے۔ تا کہ نشانہ خطا نہ ہو۔

اب یہ سوال کہ امریکہ اپنے مقصد میں ناکام رہا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ امریکیوں کو غلط معلومات ملی ہوں اس تمام صورت حال کا ایک عجیب پہلو یہ ہے کہ پاکستان بھی حملوں سے بے خبر تھا۔ ایران کو بھی معلوم نہیں کہ اس کی سرحد استعمال ہو رہی ہے طالبان اچانک حملے کے بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے۔ گویا یہ ایک سرپرائز کارروائی تھی جس کے افسوسناک نتائج برآمد ہوئے۔

کیا دہشت گردی کا جواب دہشت گردی ہے؟

یہ بری بات ہے، غلط بات کا جواب غلط انداز سے نہیں دیا جاتا اس سے معاملات بگڑ جاتے ہیں پاکستان کو بھرپور احتجاج کرنا چاہیے امریکہ کا یہ اقدام اقوام متحدہ اور سلامتی کونسل کے چارٹر کی خلاف ورزی ہے پاکستان کو دوست ملک خاص کر او آئی سی کو اعتماد میں لے کر عالمی رائے کو اپنے حق میں کرنا چاہیے۔



امریکہ کی اس ظالمانہ کارروائی پر نوائے وقت نے 23 اگست کو ''امریکی اقدام عالم اسلام کا ردعمل اور ہماری ذمہ داری'' کے عنوان سے درج ذیل اداریہ لکھا۔

وزیر اعظم نواز شریف نے جمعہ کے روز صدر کلنٹن سے فون پر بات چیت کرتے ہوئے سوڈان اور افغانستان پر میزائلوں سے حملوں کی مذمت کی ہے۔ وزیر اعظم نے امریکی صدر کو بتایا کہ امریکہ کا یکطرفہ اقدام دو آزاد مملکتوں کی سلامتی اور خودمختاری کی پامالی ہے۔ امریکہ کو اس مقصد کے لیے بات چیت کا راستہ اختیار کرنا چاہیے تھا۔ افغانستان میں اسامہ بن لادن کے ٹھکانوں اور خرطوم (سوڈان) میں ادویہ ساز فیکٹری پر امریکی حملے پر روس، چین اور عالم اسلام نے مخالفانہ اور ایک لحاظ سے منصفانہ ردعمل ظاہر کیا ہے۔ جبکہ برطانیہ فرانس اور جرمنی کے علاوہ بھارت و اسرائیل نے اس اقدام کی کھل کر تائید کی ہے۔

پاکستان کی وزارت خارجہ اور وزیر اعظم نواز شریف نے اس حوالے سے جو ردعمل ظاہر کیا ہے وہ اگرچہ ملکی عوام اور عالم اسلام کے جذبات و احساسات کا آئینہ دار ہے، لیکن اس وقت پاکستان ایک نیوکلیئر پاور ہے اور ملک کے عوام کے علاوہ پورا عالم اسلام اس سے زیادہ زوردار اور خطے کی مخصوص صورتحال سے ہم آہنگ طرز عمل کی توقع کرتا ہے۔ اس موقع پر ہماری وزارت خارجہ جس کنفیوژن کا شکار نظر آتی ہے وہ ملکی معاملات کے لیے نقصان دہ ہے۔

جس طرح کہ روس کے صدر بورس یلسن نے اس امر پر ناراضگی کا اظہار کیا ہے کہ امریکہ نے اپنے اقدام سے قبل انہیں اعتماد میں کیوں نہیں لیا اس طرح ہمارا بھی یہ حق بنتا ہے کہ ہم امریکہ سے یہ پوچھتے کہ اس نے ہمارے ہمسایہ اور دوست ملک افغانستان پر میزائل داغنے سے قبل ہمیں اعتماد میں کیوں نہیں لیا۔ اگرچہ امریکی حکام اور پاکستانی ذمہ داران یہ وضاحت کر چکے ہیں کہ پاکستانی سرزمین استعمال نہیں کی گئی لیکن وزارت خارجہ نے پہلے پاکستانی سرزمین پر میزائل گرنے کی تصدیق کر کے اور پھر تردید جاری کر کے معاملہ پراسرار بنا دیا ہے اگر میزائل پاکستانی سرزمین پر نہیں گرا تب بھی سابق چیف آف

آرمی سٹاف جنرل اسلم بیگ کی طرف سے پی اور ین 3 طیارے کی موجودگی کا خدشہ کسی ٹھوس تردید کے بغیر رد نہیں کیا جاسکتا۔

یہ بھی ناممکن ہے کہ ایک نیوکلیئر پاور کو اعتماد میں لیے بغیر میزائل داغ دیا گیا ہو جو نا گہانی طور پر فضا میں موجود کسی ہیلی کاپٹر یا جہاز کے لیے بھی خطرہ بن سکتا تھا۔ اگر یہ حقیقت ہے کہ پاکستان کو مکمل طور پر اندھیرے میں رکھا گیا ہے، تو پھر صورتحال مزید سنگین ہو جاتی ہے کیونکہ کل کلاں کو امریکہ کوئی بھی الزام عائد کر کے پاکستان کے کسی شہر یا حساس مرکز کو نشانہ بنا سکتا ہے۔ اگر ہم نے امریکہ کی طرف سے پیش کیا جانے والا جواز تسلیم کر لیا تو پھر اس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے بھارت بھی کشمیری مجاہدین کے کیمپوں کے نام پر ملک کے کسی حصے پر حملہ آور ہو سکتا ہے اور ہم سوائے غم و غصے پر مبنی بیانات جاری کرنے کے کچھ نہیں کر سکیں گے۔

اس اقدام سے پاکستان اور افغانستان کے مابین غلط فہمیاں پیدا کرنے کی کوشش بھی کی گئی ہے۔ ایران، وسطی ایشیا کی بعض ریاستیں پاکستان ۔ سے اس لیے ناراض ہیں کہ وہ طالبان کی حمایت کرتا ہے جبکہ امریکہ طالبان کو یہ باور کرانے کی ہر ممکن کوشش کر رہا ہے کہ افغانستان کی سلامتی اور خودمختاری کے خلاف اس اقدام کو پاکستان کی در پردہ تائید و حمایت حاصل ہے۔ اس طرح امریکہ ایک تیر سے دو شکار کرنا چاہتا ہے ہم چونکہ صادق ہویدا کی گرفتاری اور عجلت میں اس کی کینیا واپسی کی غلطی کر چکے ہیں اور یہ اطلاعات بھی منظر عام پر آ چکی ہیں کہ ایف بی آئی کی ٹیم پاکستان پہنچی ہے۔

اسی لیے خواہ مخواہ شکوک و شبہات جنم لے رہے ہیں جو نہ تو ہمارے قومی مفاد میں ہیں اور نہ جنہیں عوام ٹھنڈے پیٹوں برداشت کریں گے۔ اگر پاکستان کے برسر اقتدار طبقے میں سے کسی کو یہ خوش فہمی لاحق ہے کہ ہم صادق ہویدا کو بالواسطہ طور پر امریکہ کے حوالے کر کے یا زور شور سے دہشت گردی کی مخالفت کر کے امریکی انتظامیہ کی خوشنودی حاصل کر سکتے ہیں اور اسی طرح اپنی اقتصادی مشکلات اور دیگر مسائل سے چھٹکارا حاصل کیا جاسکتا ہے تو بہت ہی افسوسناک اور مایوس کن بات ہے کیونکہ جس امریکہ نے رمزی یوسف اور ایمل کانسی کی گرفتاری کے بعد پاکستان سے حسن سلوک کا مظاہرہ نہیں کیا بلکہ دباؤ بڑھا دیا وہ صادق ہویدا کی گرفتاری یا خوست پر حملوں کے خلاف نرم ردعمل سے خوش ہو کر ہماری سرپرستی شروع نہیں کر دے گا۔ لہٰذا ہمیں عوام اور عالم اسلام کے جذبات و احساسات اور اپنے قومی و علاقائی مفادات سے ہم آہنگ اپنے اصولی موقف کا اظہار پوری شد و مد سے کرنا چاہیے اور اس ضمن میں کسی قسم کی مصلحت کا شکار ہونا دانشمندی نہیں۔

بد قسمتی سے امریکہ کی خوشنودی حاصل کرنے کا بھوت ہمارے سیاست دانوں پر کچھ زیادہ ہی

سوار ہے۔ نواز شریف نے کلنٹن کے پانچ ٹیلی فون سن کر بھی اپنے قومی مفادات اور دفاعی تقاضوں کو پس پشت ڈالنے پر آمادہ نہیں ہوئے اور انہوں نے ایٹمی تجربات کا فیصلہ کر ڈالا اب بھی وہ سی ٹی بی ٹی کے بارے میں قومی موقف پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ امید ہے کہ امریکی اقدام کے حوالے سے بھی وہ عالم اسلام کو منظم کرنے کی کوشش کریں گے۔

صدر کلنٹن سے فون پر بات کرتے ہوئے بھی انہوں نے پاکستانی عوام کے اشتعال سے آگاہ کیا لیکن قائد حزب اختلاف اور سابق وزیر اعظم بے نظیر بھٹو نے اس امریکی اقدام پر تبصرہ کرتے ہوئے اسے اس لحاظ سے درست قرار دیا کہ "وہ امریکی سفارت خانے پر دہشت گردی کا جواب ہے مجھے پہلے ہی معلوم تھا کہ ایسا ہوگا" سی ٹی بی ٹی پر بھی محترمہ ایسا ہی موقف اختیار کر چکی ہیں تاکہ نواز شریف حکومت پر دباؤ میں اضافہ کیا جا سکے۔ یہ چنداں ذمہ دارانہ طرز عمل نہیں اور اس سے امریکہ بہادر کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے کہ وہ جو چاہے کرے۔ مسلم ممالک میں بھی اس کے اقدامات کا جواز پیش کرنے والے قائدین موجود ہیں، اصل میں ہمارے ہاں سیاست دانوں نے یہ وطیرہ بنا لیا ہے کہ وہ امریکہ کو خوش کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں تاکہ وہ بوقت ضرورت انہیں اقتدار دلا سکے۔ ایسے سیاست دانوں سے ملک و قوم کو خیر کی کیا امید ہو سکتی ہے اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔

یہ خوش آئند امر ہے کہ عالم اسلام نے اس سانحہ پر جرأت مندانہ ردعمل ظاہر کیا ہے اور جہاں جہاں کی حکومتیں کھل کر اس اقدام کی مخالفت نہیں کر سکیں وہاں عوام نے اپنے جذبات کا اظہار کر کے امریکہ کو یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ وہ بار بار مسلم ممالک، احیاء اسلام کی تحریکوں اور اپنے حق خود ارادیت کے لیے جدوجہد کرنے والے گروہوں کو نشانہ بنا کر اپنی اسلام اور عالم اسلام دشمنی کا اظہار کر رہا ہے۔ لیبیا، ایران، عراق، سوڈان کے بعد افغانستان اس کا تازہ نشانہ ہے اور پاکستان کو اقتصادی معاشی مار مارنے کی کوشش ہو رہی ہے۔

امریکہ چونکہ یہ سب کچھ ایک منصوبے کے تحت کر رہا ہے اور اسے احساس ہے کہ اس کی وجہ سے اسلامی ممالک کے عوام میں منفی ردعمل پیدا ہو رہا ہے۔ اس لیے صدر کلنٹن نے اپنی قوم سے خطاب اور نواز شریف سے گفتگو میں بار بار یہ تاثر دینے کی کوشش کی امریکی اقدامات اسلامی برادری کے خلاف نہیں بلکہ اسلامی ممالک میں موجود دہشت گردوں کے خلاف ہیں حالانکہ یہ بھی محض فریب دہی ہے۔

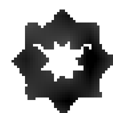
اسرائیل کی ریاستی دہشت گردی کو نظر انداز کرنے والا امریکہ آخر کس طرح یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ وہ عالمی سطح پر دہشت گردی کے خاتمے کے لیے کوشاں ہے۔ اسی طرح مقبوضہ کشمیر میں بھارت کی ریاستی دہشت گردی کو بھی برداشت کیا جا رہا ہے۔ جبکہ چیچنیا میں روس کے مظالم پر بھی امریکہ نے بھی

صدائے احتجاج بلند نہیں کی۔ جو لوگ اب امریکی ہدف ہیں وہ دس سال پہلے تک جب سوویت یونین کے خلاف نبرد آزما تھے تو امریکہ ان کے جذبہ جہاد کی تعریف کرتے نہیں تھکتا تھا اور دامے درمے سخنے ہر طرح کی امداد کر رہا تھا۔

اصل میں امریکہ کا یہی دہرا معیار مسائل کی جڑ ہے اور ثابت یہ ہو رہا ہے کہ کمیونزم کے بعد امریکہ نے اسلام اور مسلمانوں کو ملیامیٹ کرنے کی حکمت عملی اپنالی ہے۔ جہاد کی آرزو اور عالمی استعمار سے نفرت کے جذبوں سے سرشار نوجوان اس کا اولین ہدف ہیں تا کہ مسلمانوں کی اس فرنٹ لائن کا خاتمہ کر کے اسلامی بلاک کے تصور کو پاش پاش کیا جا سکے۔

اگر امریکہ کا خیال ہے کہ وہ اسلام کے بارے میں منافقت پر مبنی بیانات کے ذریعے اسلامی دنیا کو گمراہ کر سکتا ہے تو یہ اس کی غلط فہمی ہے۔ امریکی قیادت بالخصوص دانشوروں کو یہ سوچنا چاہیے کہ وہ آخر پورے عالم اسلام کو اپنے خلاف کرنے کی موجودہ پالیسی جاری رکھ کر کیا مقصد حاصل کر سکتے ہیں۔

اس طرح تو نیو ورلڈ آرڈر مذاق بن کر رہ جائے گا اگر وہ نوجوانوں کے ایک گروہ کو بزور قوت ختم کرنے میں کامیاب بھی ہو گیا تو اس کے ردعمل میں کئی اور نئے گروہ پیدا ہو سکتے ہیں۔ اس لیے بہتر یہ ہوگا کہ وہ عالم اسلام سے بامقصد مذاکرات کرے۔ مختلف اسلامی ریاستوں کے عوام کو اپنے حکمرانوں اور امریکہ سے بطور سپر پاور جو شکایات ہیں ان کا ازالہ کیا جائے۔ یہ تاثر دور کیا جائے کہ امریکہ مسلم ممالک اور عوام سے امتیازی سلوک کر رہا ہے۔ فلسطین اور کشمیر کے عوام کو کسی تاخیر کے بغیر حق خودارادی دلا کر ان خطوں میں قیام امن کی راہ ہموار کی جائے اور مسلم ممالک کے عوام کا اپنی مرضی سے اور اپنی مرضی کے نظام کے تحت جینے کا حق تسلیم کیا جائے تا کہ اختلافات اور نفرت کی خلیج مزید گہری نہ ہو اور ترقی ،خوشحالی اور امن وسلامتی کا سفر طے کیا جا سکے، امریکہ دھاندلی اور غنڈہ گردی سے عالم اسلام کو مسخر کرنے کی سوچ ترک کر دے یہی اس کے مفاد میں ہے۔



امریکہ کی طرف سے حملے کے بعد (ر) جنرل مرزا اسلم بیگ نے ''امریکہ کا افغانستان پر فضائی حملہ'' کے عنوان سے اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کیا۔

امریکہ نے 21,20 اگست کی درمیانی شب کو افغانستان اور سوڈان کو کھلی جارحیت کا نشانہ بنا کر اپنی ریاستی دہشت گردی کا ایک بین ثبوت فراہم کر دیا ہے طاقت کے نشے میں سرشار امریکہ نے اقوام متحدہ کے ادارے سے آئینی منظوری لینے کی زحمت گوارا نہیں کی اور ایک عذر لنگ کی آڑ میں دو مسلمان ممالک کو جارحیت کا نشانہ بنا کر انسانیت کے دامن کو تار تار کر دیا۔ تنزانیہ اور کینیا پر کیے جانے

والے حملوں کی آڑ میں اس نے ذلت اور رسوائی کا یہ راستہ اختیار کیا ذرا سوچئے، اگر اس مفروضے کو بنیاد بنا کر دہشت کی لپیٹ میں آنے والے ممالک بھی بین الاقوامی قوانین کو اپنے ہاتھ میں لے لیں تو دنیا کا نظام کیسے چلے گا پھر تو یہاں چار سو انارکی اور افراتفری کی کیفیت نظر آئے گی۔ دور کیوں جائیں پاکستان کی مثال کو ہی لیں دہشت گردی کے متعدد واقعات رونما ہو چکے ہیں اور ان واقعات میں سینکڑوں، ہزاروں قیمتی جانیں بھی ضائع ہو چکی ہیں اور ان ہنگاموں کے حوالے سے بھارت کے ملوث ہونے کے واضح شواہد بھی مل چکے ہیں تو کیا اس بنا پر ہمیں یہ اجازت ہو گی کہ ہم دہشت گردوں کے تعاقب کی آڑ میں دہلی بمبئی، امرتسر کو ہوائی حملوں کا نشانہ بنانا شروع کر دیں ظاہر بات ہے "مہذب" دنیا ہمیں ایسا کرنے کی ہرگز اجازت نہ دے گی پھر یہ کیا بات ہوئی کہ امریکہ کمال ڈھٹائی سے یہ حرکت کرے تو اس کے گریبان کو پکڑنے والا کوئی نہ ہو اخلاقیات کے ان دوہرے معیاروں نے ہی تو سارے ریاستی نظام کو تہ و بالا کر کے رکھ چھوڑا ہے۔

ان عمومی معروضات کے بعد اب ہم چند انتہائی اہم امور کی جانب اپنے قارئین کی توجہ مبذول کرائیں گے۔ اس ضمن میں پہلی تکلیف دہ بات یہ سامنے آئی ہے کہ امریکی حکومت نے حکومت پاکستان کے تعاون کا شکریہ ادا کیا ہے ہم اپنی حکومت کے ارباب اختیار سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ وہ قوم کو بتائیں کہ۔

(1) پاکستان نے امریکہ سے کس نوعیت کا تعاون کیا، جس سے متاثر ہو کر امریکہ پاکستان کا شکریہ ادا کرنے کا پابند ہو گیا ہے اصل جواب تو حکومت کی جانب ہی آئے گا، مگر اس ضمن میں جو حقائق ابھر کر سامنے آ رہے ہیں وہ کچھ یوں ہیں کہ اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ نے حکومت پاکستان کا اس بنا پر شکریہ ادا کیا ہے۔

(2) امریکی بحری بیڑہ، گزشتہ دو ہفتوں سے یہاں پاکستان کی ساحلی حدود کے نزدیک لنگر انداز رہا مگر حکومت پاکستان نے اس بیڑے کی نقل و حرکت پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔

(3) عام تاثر یہ ہے کہ امریکی حکومت نے حکومت پاکستان کا اس حوالے سے بھی شکریہ ادا کیا ہے کہ اس نے امریکہ کی جاسوس ایجنسیوں کو پاکستان کی سرزمین استعمال کرنے کی اجازت دے دی تھی تا کہ وہ اُسامہ بن لادن کے ٹھکانوں کا اندازہ لگا سکیں اور کروز میزائل کو ٹرمینل گائیڈنس مہیا کر سکیں اور (Ground Desiguation) کر سکیں تا کہ میزائل اپنے ہدف تک پہنچ سکے۔

(4) امریکہ، پاکستان کا اس حوالے سے بھی شکر گزار ہے کہ اس نے جو کروز میزائل بحری بیڑے

سے فائر کیا وہ پاکستان کی فضائی حدود کی خلاف ورزی کرتا ہوا، کم وبیش 5 سو سے ایک ہزار فٹ کی بلندی پر بارہ سو ر کلومیٹر تک پاکستان کی سرزمین پر فاصلہ طے کرنے کے بعد افغانستان کے اندر اپنے مطلوبہ ٹھکانوں تک جا پہنچا۔ پاکستان اگر اپنی زمینی اور فضائی حدود کی اس خلاف ورزی کی اجازت نہ دیتا تو صورت حال قطعاً مختلف ہوتی۔

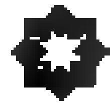
(5) یہ امر مزید تکلیف دہ ہے کہ اسی دوران امریکی بحری بیڑے کا جاسوسی ہوائی جہاز اوری پی 3 پاکستان کی فضاؤں میں بلند ہو کر کروز میزائل کو مناسب راہنمائی بھی فراہم کرتا رہا۔ یعنی Course Guidance mid دیتا رہا۔

(6) ایک عام تکلیف دہ تاثر یہ ہے کہ افغانستان پر حملہ آور ہونے سے قبل صدر کلنٹن نے وزیر اعظم پاکستان کو پیشگی اطلاع کرادی تھی کہ وہ اس سارے آپریشن کے بارے میں باخبر رہیں اور ان کے معمولات میں کوئی خلل نہ آنے پائے۔

قوم کے ذہن میں یہ سوالات جو آج ہیجان اور بے چینی کی کیفیت پیدا کر رہے ہیں اسی لیے ہر محبِّ وطن پاکستانی، اپنی حکومت سے جاننا چاہتا ہے۔ کہ کن عوامل کے پیش نظر، پاکستان نے امریکہ حکومت پر اپنی یہ عنایات ارزاں کیں، لوگ پوچھتے ہیں کہ پچھلے دنوں ہمارے ایک سنیئر وفاقی وزیر نے ایک خوشخبری کی اطلاع دی تھی کہیں یہ اس بشارت کی تعبیر تو نہیں؟ قوم کو خدشہ ہے کہ ہمارے کوتاہ بین حکمرانوں نے قومی مفادات کو امریکی مفادات کے تابع کر دیا ہے اور یہ اس غرض سے کیا ہے کہ وزیراعظم کی کرسی محفوظ رہے اور وہ امریکہ کی آشیرباد سے اپنے اقتدار کو مزید طول دے سکیں اور ساتھ ہی پاکستان کی ڈوبتی ہوئی معیشت کو چند امریکی سکوں کے عوض بیچ دیں۔

اوپر بیان کیے گئے واقعات سے آپ کو اس مسئلہ کی سنگینی کا بخوبی اندازہ ہو گیا ہو گا حقیقت یہ ہے کہ ہماری حکومت نے قومے فروختند وچہ ارزاں فروختند کے تحت پاکستانی قوم کو امریکہ کا باجگزار بنا کر رکھ دیا ہے اور اس طرح ثابت ہو گیا ہے کہ پاکستانی قوم اور پاکستانی حکمرانوں کے مزاج میں بہت بڑا فاصلہ ہے۔ پاکستانی قوم اپنے اصولوں، اپنی روایات اور اپنی روشن قدروں کے تحفظ کا حوصلہ رکھتی ہے ادھر ہمارے حکمران ان قدروں کو دیوار سے پٹخنے کا ارادہ کر چکے ہیں دیکھیں آنے والا وقت اپنا فیصلہ کس فریق کے حق میں سناتا ہے۔ ویسے تاریخ گواہ ہے کہ کامیابی صرف ان قوموں کے قدم چومتی ہے جو اصولوں کی سربلندی کے لیے قربانی دینا جانتی ہیں۔ مصلحت کے اسیر حکمران شیشے کے محل میں بیٹھ کر چین کی بانسری بجاتے رہیں، مگر ان کا اقتدار لامحالہ عارضی نوعیت کا ہوتا ہے اگر نیرو کی بانسری ٹوٹنے سے نہیں بچ سکی تھی تو موجودہ حکمران آخر کس بل بوتے پر اپنے اقتدار کے دوام کا اہتمام کریں گے۔

قوم اوپر اٹھائے گئے سوالات کا جواب اپنے حکمرانوں سے مانگتی ہے۔



پاکستانی حکومت کے طرز عمل پر روزنامہ جنگ نے 26 اگست 98ء کے اداریہ بعنوان جناب وزیراعظم موقف میں بار بار تبدیلی.........آخر کس قیمت پر'' لکھا اور کہا:

ملک بھر میں مسلسل مظاہروں، عوام کے بھرپور احتجاج دفاع اور امور خارجہ کے ماہرین قریباً تمام سیاسی جماعتوں کے بیانات کے بعد اور امریکی فوجی کارروائی کے چار دن گزرنے کے بعد حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ پاکستان اپنی فضائی حدود کی خلاف ورزی کا معاملہ سلامتی کونسل میں اٹھائے گا۔اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ اتنے دن حکومت پاکستان گومگو کی کیفیت میں رہی اور بالآخر وہی کیا جس کا مطالبہ عوام کی اکثریت کر رہی تھی۔ جس پر زور پریس دے رہا تھا جو حب الوطنی کا تقاضا تھا جو قومی مفاد کے عین مطابق تھا، فارسی کا مشہور مقولہ ہے ہر چہ دانا کند۔ کند ناداں۔لیکن بعد از خرابی بسیار یعنی جو کچھ ایک عقلمند کرتا ہے بیوقوف بھی وہی کچھ کرتا ہے لیکن بہت زیادہ خرابی کے بعد اس عرصے میں حکومت پاکستان کا اعتبار مجروح ہوا عوام کی نظر میں حکومت کی گرتی ہوئی ساکھ اور زیادہ گری۔حکمرانوں کا فیصلہ کرنے کی قوت پر لوگوں کے شکوک وشبہات بڑھے اس عرصے میں ایک خودمختار ملک کے وزیراعظم نے ایک ملک کے صدر سے معافی بھی مانگ لی جس سے پاکستان کا وقار مجروح ہوا۔

یہ سب کچھ ایڈہاک طرز فکر کا نتیجہ ہے۔تاریخ ہنس رہی ہے کہ اب امور مملکت اس روا روی میں چلائے جاتے ہیں کسی بھی قوم کی ذہانت، اہلیت اور تدبر کی آزمائش کسی بحران کے دوران ہی ہوتی ہے وہ شخصیتیں جن کے ہاتھوں میں کروڑوں انسانوں کی تقدیر ہوتی ہے جن کے لبوں کی جنبش سے قوموں کی عزت بڑھ سکتی ہے گھٹ بھی سکتی ہے جن کے طرز عمل سے پوری قوم کا مستقبل محفوظ بھی ہوسکتا ہے، خطرناک بھی ہوسکتا ہے وقت کی آنکھ ان شخصیتوں پر منحصر ہوتا ہے کہ وہ اپنا قدم اٹھانے سے پہلے چاروں طرف دیکھ لیتے ہیں یا نہیں۔ایک ایک لفظ بولنے سے پہلے ہر پہلو پر غور کر لیتے ہیں یا نہیں۔

جب ایک شخصیت کسی ملک کی طرف سے بولتی ہے تو وہ فرد نہیں ملت بن جاتی ہے۔اس کے بول میں پورا ملک بولتا ہے۔کروڑوں انسان بولتے ہیں اگر لفظ ادا کرنے سے پہلے اپنے کروڑوں ہم وطنوں کی آوازیں بھی سن لیتا ہے اور ان کی آواز کو اپنی آواز بنالیتا ہے تو پورا ملک اس کے پیچھے ہوتا ہے لیکن اگر وہ اپنے ہم وطنوں کی آوازیں نہیں سنتا ان پر غور نہیں کرتا تو اس کی آواز مختلف ہوتی ہے اور ایک فرد کی آواز بن کر رہ جاتی ہے۔

تاریخ یہ سوال ضرور کرے گی کہ قوموں کی زندگی میں ایک لمحے کی بھی بڑی اہمیت ہوتی ہے

لیکن یہاں تو ایک فیصلہ کرنے میں کئی دن لگا دیئے گئے اگر یہ دن صرف انتظار کے ہوتے صرف کوئی موقف اختیار کرنے کے لیے ہوتے تو کوئی بات بھی تھی لیکن ان دنوں میں تو بار بار موقف تبدیل کیا گیا دنیا ہم پر ہنستی رہی اب وزارت خارجہ کا بیان بھی آ گیا ہے کہ ہماری فضائی حدود کی خلاف ورزی ہوئی ہے ایک میزائل پاکستان میں بھی گرا ہے۔ وزارت دفاع (جس کا تعلق براہ راست حکومت سے ہے مسلح افواج سے نہیں) کا بیان بھی آ گیا ہے کہ انہیں پاکستانی سمندری حدود کے قریب امریکی بحری جہازوں کی موجودگی کا علم تھا حکومت ان جہازوں کے خلاف کارروائی نہیں کر سکتی کیونکہ پاکستان بحری حدود کی خلاف ورزی نہیں ہوئی جبکہ پاک بحریہ کے ترجمان نے بیان میں کہا ہے کہ امریکی بحری بیڑہ بین الاقوامی پانیوں میں تھا۔

پاکستان کی بحری حدود میں نہیں تھا اگر یہ بیڑہ پاکستان کی بحری حدود کی خلاف ورزی کرتا تو اس کے خلاف ایکشن لیا جا سکتا تھا۔ ساتھ ہی ترجمان نے واضح کیا کہ پاک بحریہ کا انٹیلی جنس ونگ بحری حدود میں ہونے والی ہر قسم کی سرگرمیوں کی رپورٹ معمول کے مطابق وزارت دفاع اور دیگر اعلیٰ حکام کو بھجواتا ہے اس کے بعد یہ حکومت پر منحصر ہوتا ہے کہ وہ اس پر کیا ایکشن لیتی ہے۔

یہ بیانات واضح کرتے ہیں کہ حکومت کے پاس تمام اطلاعات تھیں متعلقہ محکموں نے کسی مرحلے پر کسی تساہل یا تاخیر کا مظاہرہ نہیں کیا اس کے ساتھ ہی نیویارک کے ایک موقر اخبار وال اسٹریٹ جرنل کی یہ خبر بھی غور طلب ہے کہ افغانستان پر امریکی حملے کے دوران جب امریکی میزائل پاکستان سے گزر رہے تھے تو اس وقت امریکی فوج کے اعلیٰ ترین عہدیدار ائیرفورس جنرل جوزف راسٹن پاکستان میں موجود تھے۔ اور اس آپریشن سے مکمل طور پر باخبر تھے۔ رپورٹ کے مطابق جنرل راسٹن کے پاکستان کے دورے کا مقصد یہ تھا کہ امریکی بحریہ کی جانب سے فائر کیے جانے والے ان میزائلوں کو بھارتی میزائل سمجھ کر پاکستان کہیں جوابی کارروائی نہ کر دے اور پاک بھارت جنگ شروع نہ ہو جائے یہ تمام انکشافات اور حقائق کیا کہہ رہے ہیں صرف یہ کہ حکمرانوں نے ہمیشہ کی طرح اپنے عوام سے حقائق چھپائے۔

اب یہ ساٹھ اور ستر کی دہائی نہیں ہے جب ذرائع ابلاغ پر پابندیاں تھی سٹلائٹ چینل نہیں تھے ملک میں جمہوریت نہیں تھی اب جمہوری آزادیوں کا دور ہے یہ اطلاعات کی آسانی سے فراہمی کا زمانہ ہے ہم ایک صدی کے آخری موڑ پر کھڑے ہیں اب حقائق کو چھپانے کی لاکھ کوشش کریں وہ کسی اخبار کے صفحے سے جھانکنے لگتے ہیں۔

اس وقت عوام سے حقائق چھپانے کی کوشش کا نتیجہ بعد میں عوام کے سامنے شرمندگی اور

رسوائی میں ہی ملتا ہے۔ اتنے ٹھوس حقائق سے تو قوم کو بے خبر رکھا جاتا ہے انہیں ایسی خوشخبری سنائی جاتی ہیں جن کا حقیقت سے دور تک کوئی تعلق نہیں۔

میاں نواز شریف قوم کو بشارت دیتے ہیں کہ سلامتی کونسل کی چھٹی نشست ہماری ہے۔ ہمیں ویٹو پاور ملنے والی ہے جو قوم ابھی زندگی کی بنیادی سہولتوں سے محروم ہے اقتصادی طور پر بدترین بحران کا شکار ہے بین الاقوامی سطح پر دیوالیہ ہونے کے نزدیک ہے اسے ایسی جھوٹی تسلیاں کیوں دی جا رہی ہیں۔ حقائق کیوں نہیں بتائے جاتے پریس جب حقائق بتاتا ہے تو اس کے خلاف ایک مہم شروع کر دی جاتی ہے عوام کو پریس کے خلاف اکسایا جاتا ہے۔ حکومت کا یہی رویہ سینٹ میں اپوزیشن کے واک آؤٹ کا سبب بنا۔ پریس گیلری سے اخبار نویسوں نے بھی واک آؤٹ کیا۔ حکومت کی طرف سے حسب معمول یقین دہانیاں کروائی گئیں۔

تاریخ یقیناً اس امر کی گواہی دے گی کہ پاکستان پریس تسلسل سے حقائق قوم کے سامنے لا رہا ہے اور اپنا قومی فریضہ پوری ذمہ داری سے ادا کر رہا ہے۔ اس لیے ہر حکومت پریس سے ناراض رہتی ہے اور جب اپوزیشن میں جاتی ہے تو اخبارات کے کردار کی تعریف کرتی ہے۔

جہاں حکومت کا اقوام متحدہ کے در پر دستک کا فیصلہ قابل تحسین ہے وہاں قوم کے یہ خدشات بھی قابل غور ہیں کہ اس فیصلے میں تاخیر کرنے والی ہچکچاہٹ کا شکار رہنے والی اور بار بار موقف تبدیل کرنے والی حکومت کیا اقوام عالم کے سامنے سیکورٹی کونسل میں اپنا مقدمہ بھرپور اعتماد سے پیش کر سکے گی۔ وہ اس امر کا کیا جواز پیش کرے گی کہ تنزانیہ و کینیا کے بم دھماکوں میں ملوث صادق عودہ کو خود پاکستان نے ایف بی آئی کے حوالے کیا جس سے پاکستانی حکام کی تفتیش ہی بالا آخر صدر کلنٹن کی طرف سے افغانستان کے خلاف فوجی کارروائی کا سبب بنی۔

اس میں صدر کلنٹن سے کی جانے والی معذرت کا کیا کردار ہوگا۔ کیا وہ معذرت واپس لی جائے گی، امریکی جنرل کی ان دنوں میں موجودگی کا کیا جواز پیش کیا جائے گا اس موجودگی سے اور اس دوران میں پاکستان امریکہ کے درمیان ٹیلیفونک رابطوں کو بنیاد بنا کر کیا امریکہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ امریکہ نے تو پاکستان کی حکومت کو اس کارروائی سے پہلے باخبر کر دیا تھا اور حکومت پاکستان نے اس پر کسی قسم کا اعتراض نہیں کیا تھا اس سلسلے میں حکومت پاکستان کا جواب کیا ہوگا۔

سلامتی کونسل تو ایک طرف دوسری طرف ان سب سوالات کا جواب حکومت کو عالم اسلام کے عوام اور علمائے دین کو بھی دینا پڑے گا اور اب جب حکومت نے فضائی حدود کی خلاف ورزی کو تسلیم کر لیا ہے تو اسی ضمن میں برطرف کیے گئے اعلیٰ عہدے داروں، چیف سیکرٹری سرحد اور آئی جی کے سربراہ کے

خلاف فیصلوں کا کیا جوازرہ جاتا ہے ان دونوں تجربہ کار اعلیٰ افسروں کو جس بے رحمی سے برطرف کیا گیا ان کو صفائی کا موقع بھی نہیں دیا گیا وہ ان ناانصافیوں میں سے ایک ہیں جو اس ملک میں ہمیشہ ہوتی رہی ہیں۔

اس وقت قومی اور بین الاقوامی سطح پر جتنے بھی سوالات اٹھ رہے ہیں خدشات ابھر رہے ہیں وہ پاکستان کے حکمرانوں کے اس طرزِ عمل کا نتیجہ ہیں جس کے تحت معاملات پر کبھی ان کی حساس نوعیت اور اہمیت کے اعتبار سے غور کر کے فیصلے نہیں کیے گئے۔ اس لیے ملک بار بار سیاسی اور اقتصادی بحرانوں کا شکار ہوتا چلا جا رہا ہے۔ بحران سنگین سے سنگین ہو رہا ہے۔

ایک ہی دن میں مختلف محکموں کے بیانات کا تضاد، اور مختلف دنوں میں حکومت کے مختلف موقف یہ ظاہر کرتے ہیں کہ پالیسیوں کا کوئی رخ متعین نہیں ہے، اس طرح کے تضادات کو عوامی زبان میں جھوٹ ہی کہا جاتا ہے مہذب ملکوں میں خاص طور پر اعلیٰ سطح پر کسی قسم کے جھوٹ کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا اور اگر ہو تو اسے برداشت ہی نہیں کیا جاتا۔

حال ہی میں امریکی صدر کلنٹن کے مونیکا اسکینڈل میں دیگر معاملات تو اپنی جگہ حتیٰ کہ ناجائز تعلقات بھی اپنی جگہ لیکن امریکی قوم اور ماہرین قانون کے نزدیک سب سے زیادہ قابل برداشت بات جھوٹ بولنا ہی تھا۔ ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ جھوٹ ہمارے معاشرے کی رگ رگ میں بس گیا ہے۔

جھوٹ بولنا ایک عادت بن چکی ہے صرف اس لیے کہ تاریخ کے مختلف ادوار میں ہمارے حکمرانوں نے بے شرمی اور ڈھٹائی سے جھوٹ بولے ہیں۔ کبھی ملک کی آبرو کا خیال کیا نہ قوم کے مفادات کا۔

1971ء کا المیہ حکمرانوں کی طرف سے بار بار جھوٹ بولنے کی ایک تاریک مثال ہے جس کے نتیجے میں ہمارے جسم کا آدھا حصہ ہم سے جدا ہو گیا۔ ایوب خاں، ذوالفقار علی بھٹو اور ضیاء الحق کے ادوار میں غیر ممالک سے کتنے ہی معاہدے ہوئے جن کے بارے میں قوم کو کچھ اور بتایا گیا جبکہ حقائق کچھ اور تھے اب یہ سننے میں آ رہا ہے کہ پاکستان سی ٹی بی ٹی پر دستخط کر دے گا۔ وزارت خارجہ کا پہلے موقف یہ تھا کہ اگر بھارت دستخط کرے گا تو ہم کریں گے لیکن اب یہ کہا جا رہا ہے کہ ہم دستخط پہلے بھی کر سکتے ہیں۔

موقف میں لچک ہونی چاہیے لیکن قوم کو یہ تو علم ہو کہ یہ آخر کیوں ہو رہا ہے اور قوم کو اس کی کیا قیمت ادا کرنی پڑے گی۔ ماضی میں بھی قوم سے دھوکا ہوتا رہا ہے اس لیے اب عوام کا یہ حق ہے کہ انہیں بتایا جائے کہ حکومت جو کچھ بھی طے کر رہی ہے آخر کسی قیمت پر کر رہی ہے۔



26 اگست کو روزنامہ خبریں نے ''امریکی حملہ سلامتی کونسل میں احتجاج کا بروقت فیصلہ'' کے عنوان سے اداریہ لکھا۔

پاکستان نے افغانستان میں مجاہد اُسامہ بن لادن کے مبینہ اڈوں پر کروز میزائلوں سے حملے کے دوران پاکستان کی فضائی حدود کی خلاف ورزی اور ایک امریکی میزائل پاکستانی علاقہ میں بھی گرنے پر امریکہ سے شدید احتجاج کے ساتھ سلامتی کونسل میں بھی جانے کا فیصلہ کیا ہے، پاکستانی سرحد کے قریب خوست (افغانستان) کے علاقہ کو نشانہ بنانے میں نصف درجن کے لگ بھگ پاکستانی بھی شہید ہو گئے جو دہشت گرد نہیں تھے۔ دفتر خارجہ نے پیر کی شام کو بتایا کہ یہ معاملہ سلامتی کونسل میں اٹھایا جا رہا ہے۔ اس امر کا فیصلہ ایک اعلیٰ سطح کے اجلاس میں کیا گیا، جس کی صدارت وزیراعظم میاں محمد نواز شریف نے کی۔ اجلاس میں وزیر خارجہ سرتاج عزیز، وزیر سیاسی امور چودھری نثار علی خان اور سینٹ میں قائد حزب اقتدار راجہ ظفر الحق نے بھی شرکت کی۔ اجلاس میں امریکی جارحیت کا سخت نوٹس لینے کا فیصلہ کیا گیا اور سلامتی کونسل میں پاکستان کے مستقل مندوب کو ضروری ہدایات ارسال کر دی گئیں۔

وزیر خارجہ سینیٹر سرتاج عزیز نے پیر کی شام کو سینٹ کے اجلاس میں حزبِ اختلاف کی طرف سے ضلع خاران (بلوچستان) میں امریکی میزائل گرنے اور پاکستان کی فضائی حدود کی خلاف ورزی کا معاملہ اٹھانے پر بتایا کہ پاکستانی علاقہ میں گرنے والا میزائل حکام نے قبضہ میں لے لیا ہے مگر پاکستان کو اس حملہ کی پیشگی اطلاع نہیں تھی۔

پاکستان نے اپنی فضائی حدود کی خلاف ورزی اور ایک امریکی میزائل پاکستان علاقے میں گرنے پر امریکہ سے جو احتجاج کیا ہے وہ بالکل دُرست ہے، اس بارے میں سلامتی کونسل سے شکایت کرنے کا فیصلہ بھی بجا ہے اور اس پر پوری قوت سے عمل ہونا چاہیے۔ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں آواز اٹھانے کا فیصلہ بلاشبہ جرأت مندانہ ہے اور اس سے پاکستان کے عالمی وقار میں اضافہ ہوگا۔ اندرون ملک حکومت کی مخالفت میں کمی ہوگی اور اسلامی ممالک میں پاکستان کی ساکھ مضبوط ہوگی، امریکہ کی طرف سے پاکستان کی فضائی حدود کی خلاف ورزی، پاکستانی علاقے میں میزائل گرنے اور خوست میں پاکستانیوں کی ہلاکت کسی شک وشبہ کے بغیر ثابت ہو چکی ہے، چنانچہ حکومت پاکستان کو امریکہ کے ساتھ اور سلامتی کونسل میں بھی یہ معاملہ پوری قوت سے اٹھانا چاہیے۔

حکومت کو ملک کے عوام کو بھی ایک باقاعدہ بیان کے ذریعے اعتماد میں لینا چاہیے اور عوام کو ساری صورتحال سے آگاہ کر کے اپنے اقدامات سے مطلع کرنا چاہیے۔ اس سے حکومت کے عوامی اعتماد میں بہتری آئے گی اور بعض حلقوں کی جانب سے حکومت کے خلاف جو رنگا رنگ الزامات عائد کیے

جارہے ہیں، ان کا بھی مداوا ہوسکے گا۔

وزیراعظم میاں محمد نواز شریف کو کلنٹن کے ٹیلی فون اور بعض دیگر امریکی اقدامات سے اپوزیشن کے اس الزام کو تقویت ملتی رہی ہے کہ امریکہ نے افغانستان پر میزائلوں کے حملہ سے قبل پاکستان سے مشورہ کیا تھا۔ حکومت خصوصاً دفتر خارجہ نے اس الزام کی دوٹوک الفاظ میں تردید کی ہے، لیکن اب امریکی ذرائع ابلاغ میں ایک اہم امریکی جرنیل کا یہ بیان منظر عام پر آیا ہے کہ افغانستان پر میزائل حملہ کے وقت وہ اسلام آباد میں موجود تھے، لیکن انہوں نے حکومتی زعماء کو حملہ کے بارے میں نہیں بتایا، جبکہ انہوں نے خود ہی اپنی موجودگی کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ وہ پاکستان کو بتارہے تھے کہ جو میزائل پاکستان پر سے گزریں گے وہ امریکہ کے ہیں، بھارتی نہیں تاکہ کہیں پاکستان بھارت کے خلاف جوابی اقدام نہ کرے۔

امریکی جرنیل راسٹن کے اس بیان سے بھی شکوک وشبہات میں اضافہ ہوا ہے، ان شکوک و شبہات کو رفع کرنے کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ حکومت فراخ دلی اور سچائی کے ساتھ قوم کو اصل صورتحال سے آگاہ کرے اور امریکہ کے خلاف احتجاج وسلامتی کونسل سے بھرپور شکایت کرے۔

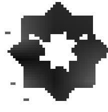
اگر حکومت نے اس معاملہ میں گریزی کی پالیسی کو ہی شعار بنایا اور عوام کو کھل کر اعتماد میں نہ لیا تو اپوزیشن کے الزامات کی مہم رک نہ سکے گی بلکہ اس میں اضافہ ہوگا اور عوام بھی مخالفانہ پراپیگنڈا پر یقین کرنے پر مجبور ہوں گے۔

پاکستان کی فضائی حدود کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ایک ہمسایہ مسلمان ملک پر میزائلوں سے امریکہ کا حملہ بلاشبہ ایک بدترین مثال ہے اور یہ جارح قوتوں کی حوصلہ افزائی کے مترادف ہے۔ کل کلاں بھارت امریکہ کی یہی منطق استعمال کرتے ہوئے آزاد کشمیر پر حملہ کرسکتا ہے یا پاکستان میں کسی مقام کو نشانہ بناسکتا ہے کہ وہاں مجاہدین آزادی کشمیر کو تربیت دی جارہی ہے۔

پاکستان کو اسلامی ممالک کی تنظیم اور عرب لیگ کو بھی اپنے موقف سے آگاہ کرنا چاہیے تاکہ اقوام متحدہ میں اسے عالم اسلام کی بھرپور حمایت حاصل ہوسکے۔ اگرچہ یہ بات یقینی ہے کہ امریکہ اس ضمن میں پیش کی جانے والی قرارداد مذمت کو سلامتی کونسل میں ضرور ویٹو کرے گا، لیکن پاکستان کو پوری قوت کے ساتھ اپنا احتجاج ضرور ریکارڈ کرانا چاہیے تاکہ عالمی برادری کو امریکہ کی زیادتی بلکہ دہشت گردی سے خبردار کیا جاسکے۔

اب جبکہ فضائی حدود کی خلاف ورزی اور ایک میزائل کے پاکستان میں گرنے کی اطلاع بھی درست ثابت ہوچکی ہے تو انٹیلی جنس بیورو کے سربراہ چودھری منظور احمد اور چیف سیکرٹری سرحد رستم شاہ

مہمند کو بھی اس کے عہدوں پر بحال کر دیا جانا چاہیے اور حکومت کو اسے انا کا مسئلہ نہیں بنانا چاہیے۔



ورنن لیوب اور مائیکل گولڈ دونوں مغربی دنیا کے مشہور صحافی ہیں۔ انہوں نے حال ہی میں امریکہ کی طرف سے اُسامہ بن لادن پر لگائے گئے الزامات کی حقیقت جاننے کے لیے ایک مضمون لکھا تھا۔ نیویارک ٹائمز سے اس مضمون کا اردو ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

امریکی صدر بل کلنٹن اور اعلیٰ انتظامی عہدیداروں نے دعویٰ کیا ہے کہ ان کے پاس مسلم انتہا پسند رہنما اُسامہ بن لادن کے ٹھکانوں پر کروز میزائلوں سے حملے کا جواز موجود ہے اور ان کے پاس قائل کر دینے والی ٹھوس شہادتیں موجود ہیں، لیکن انہوں نے اپنے دعویٰ کے بعد نئی معلومات یا شہادتیں پیش نہیں کی کہ براعظم افریقہ کے دو ممالک تنزانیہ اور کینیا میں واقع امریکی سفارت خانوں پر بم دھماکوں کے پیچھے جلاوطن ارب پتی اُسامہ بن لادن کا دماغ اور سرمایہ کام کر رہا تھا۔

اُسامہ بن لادن 7 اگست کو امریکی سفارتخانوں میں بم دھماکوں کے بعد اپنی بے پناہ دولت، انتہا پسند تنظیموں کی ایک طویل عرصے سے مالی معاونت اور افغانستان، افریقہ اور مشرقی وسطیٰ میں اپنے انفراسٹرکچر کے حوالے سے امریکی انتظامیہ کے لیے سب سے خطرناک شخص بن گیا ہے، امریکی وزارت داخلہ اسے طویل عرصے سے عالمی سطح پر انتہا پسندوں کی امداد کرنے والے فرد کی حیثیت سے جانتی ہے، جمعرات کے واقعات سے پہلے بتایا گیا تھا کہ بعض شہادتوں کی بنیاد پر کہا جا سکتا ہے کہ کینیا اور تنزانیہ میں ہونے والی خونریزی کے پیچھے اُسامہ بن لادن اور اس کی تنظیم کا ہاتھ ہے، لیکن اس کو ثابت کرنے میں کئی ہفتے کئی مہینے لگ سکتے ہیں۔

امریکی حکومت کے قانون نافذ کرنے والے ادارے نے کہا کہ اُسامہ کے ٹھکانوں پر امریکی حملے سے انہیں حیرت ہوئی، کیونکہ ابھی تک ان کے پاس کوئی ایسی ٹھوس شہادت موجود نہیں، جس کی بنا پر اسے ملزم ٹھہرایا جا سکے، یا کسی اور کو امریکی سفارتخانوں میں بم دھماکوں کا ملزم گردانا جا سکے۔ تاہم انہوں نے مزید کہا کہ فوجی حملے کے لیے فیصلہ کرتے وقت قابل قبول شہادتوں کے معیار کے لیے یہ ضروری نہیں ہوتا کہ وہ اتنا ہی سخت ہو جتنا عدالتوں میں شہادت کے لیے معیار کو سخت رکھا جاتا ہے۔ خاص طور پر ان حملوں کے لیے جن کا مقصد ان ٹھکانوں یا افراد کو ختم کرنا ہو، جن کا ٹارگٹ امریکی شہریوں کو نقصان پہنچانا ہوتا ہے، میزائلوں سے اُسامہ بن لادن کے ٹھکانوں پر حملے سے پہلے امریکیوں کے پاس اُسامہ کے خلاف واقعاتی شہادتوں کے علاوہ کوئی فرد جرم نہیں تھی۔ واقعاتی شہادتیں واقعات سے لی گئیں۔ یمن (1992ء) میں امریکی دستوں پر حملہ، صومالیہ (1993ء) میں امریکی فوجیوں پر حملہ اور سعودی عرب

(1995ء) میں ٹرک میں ایک بم نصب کرنے کا واقعہ، جس میں 5 امریکی ہلاک ہو گئے تھے۔

امریکی صدر بل کلنٹن قوم سے خطاب کرتے ہوئے وہ کچھ زیادہ ہی جذباتی ہو گئے، انہوں نے اُسامہ کو کئی دوسرے خوں ریزی کے حملوں اور واقعات میں براہ راست ملوث کرتے ہوئے سفارتخانوں میں بم دھماکوں سے منسلک کر دیا اور کہا کہ ان واقعات کو عوامی اور سرکاری سطح پر ثابت کرنا کبھی ممکن نہیں ہوگا۔ ان میں مصری صدر حسنی مبارک کو قتل کرنے کے لیے اور پوپ کے امریکی ایئر لائن میں سفر کے دوران جہاز کو بم دھماکے سے اڑا دینے کا منصوبہ مصر میں جرمنی کے سیاحوں پر حملہ اور پاکستان میں مصری سفارتخانے میں بم دھماکہ وغیرہ شامل ہیں۔

صدر کلنٹن نے مزید کہا کہ چند ماہ قبل اور اب اس ہفتے میں پھر اُسامہ نے قسم کھائی ہے کہ وہ امریکہ کے خلاف جنگ لڑتا رہے گا اور اس نے مزید کہا کہ یہ جنگ وردی میں ملبوس اور وردی کے بغیر تمام امریکیوں کے خلاف ہے اور تمام امریکی ہمارا ٹارگٹ ہیں۔

ان الزامات کے علاوہ وزارت دفاع کے اعلیٰ عہدیدار اور کوئی خاص شہادت پیش نہیں کر سکے۔ جس کی بنیاد پر امریکہ نے میزائلوں سے حملہ کر دیا۔ انہوں نے ان ذرائع کو ظاہر کرنے سے بھی انکار کر دیا جن سے انہیں یہ معلومات حاصل ہوئی تھیں۔ وزارت دفاع کے افسران نے کہا کہ ہم نے یہ شہادتیں بہت سی مستند ایجنسیوں سے حاصل ہونے والی معلومات سے اخذ کی ہیں۔

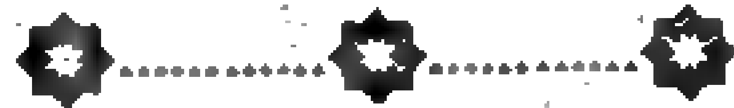
امریکی سی، آئی اے نیشنل سیکورٹی ایجنسی اور نیشنل رکنائسنس آرگنائزیشن کے پاس کئی ارب ڈالر مالیت کا سیٹلائیٹ نیٹ ورک ہے اور الیکٹرانک جاسوسی آلات ہیں، جو دن میں کئی بار زمین کے ہر حصے کی تصاویر لیتے ہیں اور کسی بھی قسم کے جدید مواصلاتی پیغام کو وصول کرنے کی صلاحیت کے حامل ہیں۔

امریکی خفیہ ادارے اور قانون نافذ کرنے والے ادارے سفارتخانوں میں بم دھماکوں کے بارے میں تفتیش کر رہے ہیں۔ اداروں کے بقول انہوں نے ملزم کو شناخت کر لیا ہے جس کا نام محمد صادق ہویدا ہے۔ ہویدا کو پاکستان ایئر پورٹ سے اس وقت گرفتار کیا گیا تھا جب وہ نیروبی سے پاکستان پہنچا۔ اس دن کینیا اور تنزانیہ میں واقع امریکی سفارتخانوں میں بم دھماکے ہوئے تھے۔ پاکستان حکام نے اس سے یہ تسلیم کروالیا ہے کہ وہ بم دھماکوں کے منصوبے کا ایک کردار ہے، جس کی کمان اُسامہ بن لادن کے ہاتھ میں ہے، خفیہ ایجنسی کے ایک اعلیٰ عہدیدار نے کہا کہ بہت سے دہشت گردی کے واقعات میں سے شاید ہی کبھی اتنی واضح شہادتیں ملی ہیں جتنی اب ہمیں حاصل ہوئی ہیں، ان معلومات کو بنیاد بناتے ہوئے ہمیں پورا یقین ہے کہ اُسامہ بن لادن نے یہ دھماکے کروائے، منصوبہ بندی کی اور سرمایہ فراہم کیا۔

صدر بل کلنٹن اور وزارت دفاع کے اعلیٰ عہدیداروں نے فیصلہ کیا کہ اُسامہ کے چار تربیتی کیمپوں پر بحری جہازوں سے کروز میزائل داغے جائیں، جن کے بارے میں خفیہ اداروں نے بتایا تھا کہ ان میں سے ایک میں ان کے لیڈروں کا اجلاس ہونے والا ہے۔ چیئرمین جوائنٹ چیفس آف سٹاف جنرل ہگ شیلٹن نے پینٹاگون میں بریفنگ کے دوران بتایا کہ اداروں نے ہمیں یہ بھی بتایا کہ ہر وقت وہاں 600 مجاہدین موجود ہوتے ہیں، لیکن اس بات کا علم نہیں تھا کہ جمعرات کے روز وہاں کتنے مجاہدین تھے۔

خفیہ اداروں کی طرف سے مہیا کی جانے والی معلومات میں کہا گیا ہے کہ اُسامہ کا گروہ امریکیوں کے خلاف مزید حملوں کی منصوبہ بندی کر رہا ہے، لیکن اس اطلاع کو اتنا اہم نہیں گردانا گیا۔ وہ اطلاعات، جن کی بنیاد پر بیک وقت خرطوم، سوڈان کے کیمیکل پلانٹ اور افغانستان پر حملے کا پروگرام بنایا گیا تھا وہ یہ تھیں کہ اداروں نے خبردار کیا کہ سوڈان اور اُسامہ مل کر زہریلی گیسوں کے ٹیسٹ کی منصوبہ بندی کر رہے ہیں۔ اُسامہ سادہ اور آسان طریقوں سے زہریلی گیس کی تیاری پر ہونے والی تحقیق کے لیے مالی معاونت کر رہا ہے۔ ان کا مقصد کم وقت میں گیس تیار کرنا ہے۔ بے شک اس پر زیادہ لاگت ہی کیوں نہ آئے۔

امریکی ذرائع اس بات پر زور دے ہیں کہ اُسامہ بن لادن کے بجائے اس کے تنظیمی ڈھانچے کو نشانہ بنایا گیا۔ وائٹ ہاؤس کے ترجمان مائیکل ایم سی کیوری نے کہا کہ امریکی حکام کو اس بات کا علم نہیں تھا کہ اُسامہ بن لادن حملے کے وقت کیمپ میں موجود ہوگا یا نہیں، کیونکہ اس کے ٹھکانے کا علم نہیں ہے۔



ایک شخص......اِک تحریک

42 سالہ اُسامہ بن لادن کے والد کا تعلق یمن سے تھا۔ بعدازاں وہ ہجرت کر کے سعودی عرب چلے گئے۔ انہیں سعودی شاہی خاندان سے خاصی قربت حاصل تھی۔ اسی اعتماد کی بدولت انہوں نے متعدد تعمیراتی کاموں اور تیل کی تلاش سے متعلق امور میں حصہ لیا۔ اس سے انہوں نے اربوں ڈالر کمائے۔

اُسامہ بن لادن کے والد نے کئی شادیاں کیں۔ ان کے کئی بیٹے تھے۔ 1957ء میں جنم لینے والے اُسامہ اپنی والدہ کے اکلوتے صاحبزادے تھے۔ ان کی والدہ محترمہ بھی ایک نیک، صالح اور دیندار خاتون تھیں۔ اُسامہ نے اس عظیم ماں کی گود میں پرورش پائی۔

اُسامہ نے انجینئرنگ کی ڈگری برطانیہ سے حاصل کی۔ بعدازاں وہ اپنے خاندان کے وسیع تعمیراتی کام سے منسلک ہو گئے۔ اس دوران انہوں نے اپنی ذاتی محنت سے 250 ملین ڈالر کمائے۔

اُسامہ کو شروع سے ہی دین سے گہرا لگاؤ تھا اور انہوں نے شرعی قوانین کی تعلیم بھی حاصل کی تھی۔ اپنے کاروبار پر توجہ دینے کے علاوہ انہوں نے دین سے بھی اپنا تعلق قائم رکھا۔ وہ 1970ء تک اپنے خاندانی کاروبار سے وابستہ رہے۔

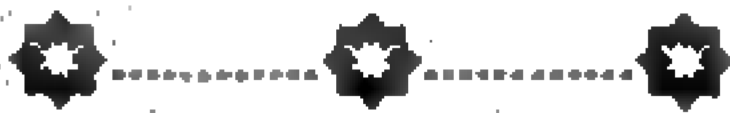
1970ء میں روس نے افغانستان پر حملہ کیا تو اُسامہ بن لادن نے روس کے خلاف جہاد کے لیے رضاکارانہ خدمات پیش کیں۔ انہوں نے عرب رضاکاروں کے لیے ہیڈکوارٹر قائم کیا۔ افغان مجاہدین کے لیے اُسامہ نے اربوں ڈالر کا اسلحہ فراہم کیا۔ افغان جنگ کے خاتمے کے بعد اُسامہ بن لادن کو ایک ہیرو کی حیثیت حاصل ہو گئی۔ پوری اسلامی دنیا کے مجاہدین اُسامہ کو عزت، قدر اور محبت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

1989ء میں اُسامہ بن لادن نے واپس سعودی عرب پہنچ کر اپنے خاندانی کاروبار میں حصہ

لینا شروع کر دیا۔ اس دوران وہ دنیا بھر میں اٹھنے والی اسلامی تحریکوں کی مدد میں بھی پیش پیش رہے۔ سعودی عرب کے نزدیک اُسامہ کی سرگرمیاں ناپسندیدہ تھیں لہٰذا وہ سوڈان چلے گئے۔

سوڈان میں لادن نے کئی ترقیاتی کاموں میں حصہ لیا۔ انہوں نے یہاں اپنے ذاتی سرمائے سے سوڈان میں سڑکیں اور فارم بھی تعمیر کرائے۔ اُسامہ نے مغربی اخبارات سے انٹرویو میں بتایا تھا کہ وہ سوڈان میں محض ایک ''زمیندار'' کے طور پر رہائش پذیر ہیں۔ تاہم مصر، الجزائر اور یمن کا الزام ہے کہ لادن ان کی حکومتوں کا دھڑن تختہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس الزام پر امریکی سی آئی اے نے لادن کی خفیہ کڑی نگرانی شروع کر دی تھی۔

1996ء میں سوڈان نے زبردست عالمی دباؤ کی بناء پر اُسامہ کو ملک بدر کر دیا۔ اپنے ملک میں اُسامہ کے داخلے پر 1994ء سے پابندی تھی اور ان کا سرمایہ ضبط تھا لہٰذا وہ اپنی تین بیگمات کے ہمراہ افغانستان آ گئے۔ 1996ء سے 1998ء کے دوران اُسامہ نے تین فتوے جاری کیے جن میں جہاد، امریکہ کی سعودی عرب میں موجودگی کے خلاف جہاد اور دیگر مقدس مقامات پر امریکہ کی موجودگی کے خلاف جہاد کے فتوے شامل ہیں۔



20 اور 21 اگست کی درمیانی رات کو امریکی طیاروں کے سوڈان اور افغانستان پر حملوں سے پہلے شاید بہت کم لوگوں کو اُسامہ بن لادن کے نام کا علم رہا ہوگا۔

لیکن..........امریکہ کی طرف سے اس اعلان کے بعد کہ تنزانیہ اور نیروبی میں ہونے والے بم دھماکوں میں اُسامہ بن لادن ملوث ہے اسے ساری دنیا کے مظلوم اور امریکی استبداد کے ستائے انسانوں کا ہیرو بنا کر رکھ دیا۔

یوں تو اُسامہ بن لادن 1979ء سے جہادی سرگرمیوں میں مصروف ہیں اور انہوں نے روس کے خلاف افغان مجاہدین کے شانہ بشانہ ایک طویل اور تھکا دینے والی جنگ لڑنے کے بعد روس کو افغانستان سے نکلنے پر مجبور کیا تھا لیکن اس دور میں اُسامہ بن لادن امریکیوں کا بھی بہت محبوب تھا کیونکہ امریکن تب روس کو افغانستان سے نکالنے کے لیے ہر قیمت ادا کرنے پر تیار تھے۔

آج جن ٹھکانوں پر میزائل برسا کر امریکہ نے اپنی چودھراہٹ قائم کرنے کی گھٹیا اور ناکام کوشش کی ہے ساری دنیا کے باخبر لوگ جانتے ہیں کہ وہ ٹھکانے امریکہ کے ہی بنائے ہوئے ہیں۔

ایک وہ دور تھا جب امریکن اُسامہ بن لادن جیسے مجاہدین کے ایک اشارہ ابرو پر سب کچھ کر گزرنے کو تیار رہتے تھے۔

اور..........

آج یہ دور ہے کہ امریکن صدر کو اپنی قوم سے ایک پر جوش خطاب کرنے کے بعد اپنی مسلح افواج کو حکم جاری کرنا پڑا کہ وہ اُسامہ بن لادن کے ٹھکانے تباہ کرنے کے لیے افغانستان اور سوڈان پر حملہ کر دے۔

یہ انقلاب اچانک نہیں آیا۔

اس کے پیچھے ایک طویل کہانی ہے۔

طاقتور امریکہ کی فرعونیت۔

غیرت مند اُسامہ بن لادن کی انانیت۔

ان دونوں کا ٹکراؤ ہوا تو وہی اُسامہ بن لادن امریکیوں کے نزدیک دہشت گرد بن گیا۔

کیونکہ اس نے امریکہ سے کہا تھا کہ وہ حجاز مقدس کی سرزمین سے اپنی فوجوں کو نکال لے۔

انہوں نے کہا امریکہ مڈل ایسٹ بلکہ تمام مسلمان ملکوں سے اپنی فوجیں نکال لے۔

اُسامہ بن لادن نے مسلمانوں کے خلاف امریکیوں کی درندگی اور تعصب کو دیکھ کر امریکہ کے خلاف جہاد کا نعرہ بلند کر دیا تھا۔

اس نے اپنی جہاد کا اعلان فروری 98ء میں لندن سے شائع ہونے والے ایک عربی اخبار میں ایک اشتہار کے ذریعے کیا۔

اس اشتہار کا عنوان تھا۔امریکہ اور اس کے حواریوں کو قتل کرنے کا فتویٰ"

اس اشتہار کی عبارت نے امریکیوں کی نیندیں حرام کر دیں۔ اشتہار میں لکھا تھا کہ تمام مسلمان امریکہ کے خلاف کمربستہ ہو جائیں۔امریکن فوجیوں اور سویلین کا قتل عام کریں کیونکہ امریکن ان کے نزدیک واجب القتل ہیں یہ پیغام ایک فتویٰ کی صورت دنیا بھر کے مسلمانون تک پہنچایا گیا تھا۔

عربی زبان میں چھپنے والے اخبارات میں ایسے بیانات اور اشتہارات پہلے بھی شائع ہوتے رہے تھے اور مغرب والے ان کا کوئی خاص نوٹس نہیں لیتے تھے۔لیکن اس فتویٰ نما اشتہار نے پوری دنیا میں امریکیوں کو ہلا کر رکھ دیا۔ اس اشتہار کو امریکی حکام نے اس لیے سنجیدگی سے لیا کہ اس میں امریکیوں کے قتل کا فتویٰ اُسامہ بن لادن کی طرف سے دیا گیا تھا۔وہ اُسامہ بن لادن جسے مغرب کی خفیہ ایجنسیاں چند سال پہلے تک جانتی بھی نہیں تھیں،اب ایک ایسے خوف کی علامت ہے، جو امریکہ کے صحراؤں سے لے کر وائٹ ہاؤس کے سبزہ زاروں تک ایک آسیب بن کر مسلط ہو چکا ہے۔

امریکیوں کے لیے یہ بات تعجب انگیز ہے کہ چند سال پہلے تجارت کرنے والا ایک سعودی، ان کے لیے دنیا میں سب سے بڑا خطرہ کیسے بن گیا۔ان کی انٹیلی جنس ایجنسیوں کی رپورٹ یہ ہے کہ اُسامہ بن لادن افغانستان میں بیٹھ کر منظم انداز سے امریکیوں کے خلاف دنیا بھر میں ایک گوریلا جنگ لڑ رہا ہے۔طویل قامت اور چھریرے بدن کے مالک اُسامہ بن لادن سے جو لوگ مل چکے ہیں ان کی رائے یہ ہے کہ وہ حد درجہ نرم گفتار اور صلح جو آدمی ہے،اُسامہ بن لادن کی عمر 43 سال ہے۔وہ سعودی عرب کے ایک کھرب پتی شخص محمد بن لادن کا بیٹا ہے۔محمد بن لادن کا جب 60 کی دہائی کے اواخر میں انتقال ہوا،تو اس کے بچوں کو ورثے میں 10 ملین ڈالر ملے اب سعودی بن لادن گروپ کی کمان اُسامہ کے پاس ہے۔سوال یہ ہے کہ ایک شاندار شہزادوں جیسی زندگی چھوڑ کر اُسامہ بن لادن نے کانٹوں بھری زندگی گزارنے کا راستہ کیوں اختیار کیا۔جو اسے قریب سے جانتے ہیں،انہیں معلوم ہے کہ وہ دنیا کو

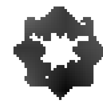
اسلامی اور مغربی دنیا میں تقسیم کرتا ہے۔ اس کے نزدیک مغرب والے اسلام دشمن ہیں اور ان کی سرپرستی امریکہ کر رہا ہے۔ اس نے یہ بات سعودی عرب کی نوجوان نسل کو بڑی اچھی طرح سمجھا دی ہے کہ سعودی عرب کی سرزمین پر امریکی اڈوں کا وجود مقدس زمین کے خلاف سازش ہے۔

اُسامہ بن لادن نے اسلام کے لیے اپنے عسکری کردار کا تعین 1979ء میں اس وقت کیا، جب روس نے افغانستان پر قبضہ کیا تھا۔ اس زمانے میں وہ خود افغانستان پہنچا، اس نے وہاں مجاہدین کو خوراک، اسلحہ اور نقد رقوم فراہم کیں، ایک سعودی افسر کا کہنا ہے کہ بن لادن نے سعودی عرب سے ایسے ہزاروں نوجوانوں کو افغانستان بھجوایا، جو روس کے خلاف رضا کارانہ طور پر جہاد میں حصہ لینا چاہتے تھے۔ افغان مجاہدین نے جب روسی جارحیت کے خلاف جنگ کا آغاز کیا تو روسی ہیلی کاپٹروں کے گن شپ حملوں کی وجہ سے ان کا بھاری جانی نقصان ہونے لگا۔ جنوب سے شمالی افغانستان تک جانے کے لیے مجاہدین جس پہاڑی راستے کو اختیار کرتے، وہ براہ راست روسیوں کی زد میں تھا۔ اس صورت حال میں اُسامہ بن لادن نے اپنی تعمیراتی کمپنی کی خدمات پیش کیں اور مجاہدین کے لیے چند دنوں میں نیا راستہ بنا دیا۔ بلڈوزر چلانے کے لیے جب کوئی ڈرائیور دستیاب نہ ہوتا تھا، تو وہ خود بلڈوزر چلاتا۔ ایک بار روسی ہیلی کاپٹروں کے حملے میں وہ زخمی بھی ہو گیا۔ روس کے خلاف جنگ میں اس نے ایک عربی دستے کی قیادت بھی کی اور 1986ء میں روس کے خلاف اس دستے کی وجہ سے ایک کلیدی کامیابی حاصل کی اور بالآخر روس کو افغانستان سے واپس جانا پڑا۔ اس وقت بن لادن بیس ہزار افغانی عربوں کی فوج کا سربراہ تھا۔ اس کی حیثیت ایک سربراہ مملکت جیسی تھی اور افغان عربوں کے لیے وہ ایک نجات دہندہ کی شکل اختیار کر گیا تھا۔

79ء میں جب اُسامہ بن لادن افغانستان آئے تو وہ اکیلے نہیں تھے ان کے ساتھ ان کے پیروکار اور جذبہ جہاد سے سرشار درجنوں عرب مجاہدین بھی تھے جن کا تعلق سعودی عرب۔ یمن کویت اور مصر سے تھا۔

اُسامہ بن لادن نے افغانستان میں عرب مجاہدین کے لیے مرکز قائم کیا جہاں بلادِ عرب کے ہزاروں نوجوانوں نے آ کر تربیت حاصل کی اور افغان جہاد میں حصہ لیا۔ خود اُسامہ نے بنفس نفیس افغان جہاد میں مجاہدین کے شانہ بشانہ حصہ لیا۔ ایک موقع پر جب روسی فوجی انہیں پکڑنے کی کوشش کر رہے تھے تو وہ اُسامہ سے صرف 30 میٹر دور تھے جب کہ اوپر سے بمباری اور ٹینکوں سے گولہ باری بھی ہو رہی تھی۔ ایک گولہ ان کے بالکل قریب آ کر گرا لیکن پھٹا نہیں۔ بعد ازاں چار بم ان کے ہیڈ کوارٹر پر گرے لیکن وہ بھی پھٹے نہیں۔ افغان مجاہدین میں اختلافات پیدا ہونے کے بعد اُسامہ بن لادن اپنے ساتھیوں

کے ساتھ سوڈان چلے گئے جہاں انہوں نے خرطوم سے پورٹ سوڈان تک 1200 کلومیٹر پرانی سڑک کی جگہ نئی سڑک تعمیر کی۔ اس نئی شاہراہ کی تعمیر سے خرطوم سے پورٹ سوڈان کا فاصلہ صرف 800 کلومیٹر رہ گیا۔ وہاں لادن کے مجاہدین نے اقوام متحدہ کی فوج میں شامل امریکی فوجیوں پر حملے کر کے ان کو ہلاک کیا۔ امریکہ کے زبردست دباؤ کی وجہ سے سوڈانی حکومت نے اُسامہ بن لادن کو وہاں سے چلے جانے پر مجبور کیا جس کے بعد وہ پھر افغانستان آ گئے اور اب تک وہیں ہیں۔ دنیا کے مختلف اخبارات اور صحافیوں کو انٹرویوز کے ذریعے اُسامہ بن لادن نے جو پیغام دیا وہ کچھ اس طرح ہے۔

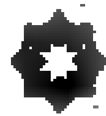


امریکہ کے خلاف ہمارا جہاد اس وقت تک جاری رہے گا جب تک وہ سعودی عرب اور دوسرے مسلمان ملکوں سے نہیں نکل جاتا، عملی شکل میں جہاد شروع ہو چکا ہے ہمارے نزدیک سرحدوں کی کوئی حیثیت نہیں ہم مسلمان شہادت کے ہمیشہ طلب گار رہتے ہیں، جزیرۃ العرب پر صیہونی طاقتوں کا قبضہ ہے اور پورے علاقے پر مکمل کنٹرول حاصل کرنے کی کوششیں جاری ہیں مقامات مقدسہ پر کھلا اور خفیہ قبضہ ہو چکا ہے اب دنیا بھر کے مسلمانوں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ ان عظیم مقامات سے کافروں کو نکالنے کے لیے جدوجہد شروع کر دیں۔ سعودی عرب سمیت دنیا بھر کے جید علمائے کرام مقامات مقدسہ پر قبضہ کی جسارت کرنے والی قوتوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دے چکے ہیں۔ خانہ کعبہ کو چاروں طرف سے امریکی افواج نے گھیر لیا ہے جدہ اور مکہ مکرمہ کے درمیان صرف 70 کلومیٹر کا فاصلہ ہے اور قریب کے دوسرے شہروں پر بھی امریکی افواج موجود ہیں۔ مسلم امت کے ایک تہائی حصہ پر یہود و نصاریٰ کا قبضہ ہے اسے بھی مشرکین کے قبضہ سے آزاد کرانا ہماری ذمہ داری ہے۔ روس کو افغانستان میں شکست سے دوچار ہونا پڑا اور اب امریکہ کو منہ کی کھانی پڑے گی۔ دنیا کے ہر حصے میں موجود مسلمان کسی نہ کسی حوالے سے مظالم کا شکار ہیں اور اس میں امریکہ ملوث ہے۔ بھارت اور اسرائیل کا گٹھ جوڑ بھی عالم اسلام کے لیے بہت بڑا خطرہ بن گیا ہے۔ بھارت کا ایٹمی تجربہ امریکہ اور اسرائیل کی مدد سے کیا گیا ہے۔ ہر گزرتا دن امریکیوں کے لیے سخت سے سخت ہوتا جا رہا ہے اس کے خلاف مزاحمت بڑھ رہی ہے زیادہ سے زیادہ نوجوان اس کے خلاف میدان عمل میں آ رہے ہیں چین میں مسلمانوں کی حالت کے حوالے سے ایک سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ چینی مسلمان اپنے حقوق کے لیے باہم متحد رہیں اور جتنا جلد ممکن ہو ہم سے رابطہ قائم کریں۔ چینی حکومت کو چاہیے کہ وہ اہل مغرب سے محتاط رہے جو اس کی دولت بھی لوٹ لینا چاہتے ہیں۔ چین اپنی قوت کو امریکہ اور اسرائیل کے خلاف استعمال کرے اسے اپنے ہم وطن مسلمانوں سے نرمی اور محبت کے ساتھ پیش آنا چاہیے۔ ایک اور سوال کے جواب میں

انہوں نے کہا کہ ہم امریکہ اور اسرائیل کو جزیرہ نمائے عرب سے نکالنا چاہتے ہیں جب وہ ہمارا علاقہ خالی کر دیں گے تو پھر ایک مسلم ریاست کی بنیاد ڈالی جائے گی جو اس پورے خطے پر مشتمل ہوگی اس وقت بادشاہوں اور عوام پر زبردستی حکومت کرنے والوں کو کڑی سزائیں دی جائیں گی۔ امریکیوں اور یہودیوں نے افغانستان کو کمزور کرنے کے لیے بھی سازش کی تھی ان کا پروگرام تھا کہ افغانستان کے 5 ٹکڑے کر دیے جائیں تاہم اللہ کے فضل سے ان کا یہ منصوبہ ناکام ہوا۔ روس کے مفادات اب بھی پہلے کی طرح افغانستان میں موجود ہیں وہ چاہتا ہے کہ افغانستان میں امن قائم نہ ہو اسی لیے وہ مداخلت کرتا رہتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اب تک مجھ پر گزشتہ نو سال کے دوران متعدد مرتبہ قاتلانہ حملے ہو چکے ہیں لیکن خدا کے فضل سے زندہ ہوں اور جب تک اللہ نہ چاہے مجھے کوئی بھی ہلاک نہیں کر سکتا میں امریکہ سے خوفزدہ نہیں ہوں اور میں اپنا کام کرتا رہوں گا مجھے کوئی بھی نہیں روک سکتا۔

امریکی رویہ پر انہوں نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ جہاں امریکی مفادات ہوں وہاں وہ سب کچھ کرنے کے لیے تیار ہے ہم دنیا کے کسی بھی حصے پر نظر ڈالیں جہاں جہاں جرم اور دہشت گردی نظر آتی ہے وہاں پر امریکہ موجود ہوتا ہے یہ سب کچھ اس کے ایما پر ہوتا ہے ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم گرانے کو امریکہ دہشت گردی نہیں کہے گا کیونکہ یہ اس کی کارروائی تھی اس نے شہروں پر بم گرائے جس سے لاکھوں لوگ ہلاک و زخمی ہوئے ان میں بچے اور عورتیں بھی شامل تھیں۔

ان بموں کے اثرات آج بھی جاپان میں نظر آتے ہیں امریکہ اسے دہشت گردی قرار نہیں دیتا کہ عراق میں ہمارے ہزاروں بچے اور بچیاں دواؤں اور غذائی قلت کا شکار ہو کر مر رہے ہیں اس لحاظ سے جو کچھ امریکہ کہتا ہے وہ ہم پر کچھ اثر نہیں کرے گا۔ کیونکہ ہمیں امریکہ کے مقابلے میں اللہ کی مدد و نصرت حاصل ہے اور بالآخر فتح ہمیں نصیب ہوگی۔ ریاض اور الخبر (ظہران) میں امریکیوں کو ہلاک کرنے والوں کو ہم ہیرو قرار دیتے ہیں انہوں نے اپنی قوم کے شرم سے جھکے ہوئے سروں کو بلند کر دیا ہے اور وہ ہمارے ہیرو ہیں۔



اُسامہ بن لادن مشرقِ وسطیٰ میں مغرب کی مداخلت کو اسلام کے خلاف خطرہ قرار دیتا ہے۔ 1990ء میں جب عراق نے کویت پر قبضہ کر لیا تھا تو اُسامہ بن لادن نے سعودی عرب کے وزیر دفاع شہزادہ سلطان کو پیشکش کی تھی کہ وہ عراقیوں کو کویت سے نکال سکتا ہے۔ بشرطیکہ امریکہ سے کوئی مدد نہ لی جائے۔ یہ سن کر سعودی شہزادے نے جب اُسامہ بن لادن سے پوچھا کہ وہ عراقی ٹینکوں، ایئر کرافٹ، کیمیکل بموں اور خطرناک ہتھیاروں کا جواب کیسے دے پائے گا، تو اس نے مختصر جواب دیتے ہوئے کہا

تھا۔

"ہم اپنی قوت ایمانی سے انہیں شکست دیں گے۔"

لیکن سعودی حکومت نے اس کی پیشکش قبول نہیں کی اور وہ احتجاجاً سوڈان منتقل ہو گیا۔

سوڈان میں قیام کے دوران اُسامہ بن لادن نے ایک تعمیراتی کمپنی کی بنیاد رکھی، جس میں ان تمام افغان مجاہدین کو ملازمتیں دیں، جنہوں نے روس کے خلاف جنگ میں اس کا ساتھ دیا تھا۔ 1996ء کے اوائل میں اس کے ایک باڈی گارڈ نے اسے قتل کرنے کی کوشش کی۔ لیکن ناکام رہا، جس کے بعد اُسامہ اپنے پرائیویٹ سی 130 طیارے میں سوڈان سے افغانستان چلا گیا۔ جہاں اس نے جلال آباد کے نواح میں اپنا بیس کیمپ قائم کیا۔ اُسامہ بن لادن پر قاتلانہ حملے کے چند ہفتوں بعد دہران میں ایک زبردست بم دھماکا ہوا، جس میں 9 امریکی مارے گئے۔ اُسامہ بن لادن نے اس بم دھماکے کی ذمہ داری قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ لیکن امریکیوں کا اصرار تھا کہ بم دھماکے میں لادن ملوث ہے۔

لندن کے ایک مذہبی سکالر شیخ عمر بکری محمد نے، جن کا اُسامہ بن لادن سے قریبی تعلق ہے، لادن کی حمایت میں بیان دیتے ہوئے کہا ہے کہ وہ البانیہ، چیچنیا، بوسینا، نائیجیریا اور الجزائر کے مسلمان گروپوں کو مالی امداد فراہم کر رہا ہے۔ شیخ عمر بکری محمد کے اس بیان نے مغربی دنیا اور امریکہ کو خوفزدہ کر دیا ہے کہ "ہم برطانوی اور امریکی مسلمانوں کو تربیت کے لیے اُسامہ بن لادن کے کیمپوں میں بھیج رہے ہیں۔ یہ ایک عالمی فوج ہو گی، فوج محمدی، جو مسلمان علاقوں پر تسلط جمانے والی حکومتوں کے خلاف جنگ لڑے گی۔" اس وقت صورت حال یہ ہے کہ وہ مسلح گروپ جو لادن کی کمان میں ہیں، اتنے منظم اور بڑی تعداد میں ہیں کہ ان کا خاتمہ ممکن نہیں۔

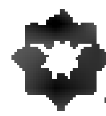
اُسامہ بن لادن اس وقت اپنی تین بیویوں کے ساتھ افغانستان میں مقیم ہے۔ اس کے ساتھ 42 دوسرے عرب خاندان بھی 30 گھروں پر مشتمل ایک کالونی میں رہتے ہیں امریکیوں نے الزام لگایا ہے کہ اُسامہ بن لادن نے حال ہی میں خطرناک ہتھیار خریدے ہیں، جن کے ذریعے وہ گوریلا گروپ کو تربیت دے رہا ہے۔ فروری 1998ء میں دیئے جانے والے فتوٰی کے بعد امریکی انتہائی خوفزدہ ہیں۔ "ریڈرز ڈائجسٹ" میں چھپنے والی ایک رپورٹ کے مطابق امریکی سفارتکاروں کا خیال ہے کہ اگر لادن انہیں نشانہ بنانا چاہے، تو وہ اس کا آسان ترین ہدف ہیں۔

ان سفارتکاروں کا خیال ہے کہ لادن کا ہدف صرف امریکی سفارتکار ہی نہیں، عام امریکی بھی ہیں، جس کی مثال کراچی میں قتل ہونے والے آئل کمپنی کے وہ چار امریکی ہیں، جنہیں امریکی عدالت کی طرف سے ایمل کانسی کو سزا سنانے کے دو دن بعد قتل کر دیا گیا۔

پچھلے دس برسوں کے دوران اُسامہ بن لادن ایک ایسی عالمی شخصیت کا روپ دھار چکا ہے، جسے بیک وقت دہشت گرد بھی کہا جاتا ہے اور مرد حر بھی، وہ امریکہ کی نظروں میں اس وقت تک ایک ہیرو تھا، جب تک کہ افغانستان میں روسیوں کے خلاف جہاد جاری رکھا، لیکن اب جبکہ وہ سعودی عرب سے امریکیوں کو نکالنے کے لیے جدو جہد کر رہا ہے، تو امریکہ نے اسے انسانیت کا قاتل قرار دے دیا۔

اس کا فیصلہ تو تاریخ کرے گی کہ اُسامہ بن لادن دہشت گرد تھا یا اسلامی دنیا کا ہیرو، تاہم اُسامہ بن لادن کا اثر ورسوخ دنیا حیرانی سے دیکھ رہی ہے۔ امریکہ جیسی سپر پاور کے سفارتکار اس سے پناہ کی تلاش میں اپنے ملک کی طرف دوڑ رہے ہیں۔

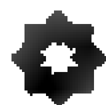
امریکہ نے اُسامہ بن لادن کو ختم کرنے کے لیے جس طرح بین الاقوامی ضابطوں کی دھجیاں اڑا کر سوڈان اور افغانستان پر حملہ کیا، اس کی وجہ سے اُسامہ بن لادن دنیا بھر میں ایک ہیرو بن کر ابھرا ہے۔ کیا ان حملوں کی وجہ سے خود امریکہ کے عالمی دہشت گرد ہونے کی تصدیق نہیں ہو گئی؟ امریکی حملے اُسامہ بن لادن کا تو کچھ نہیں بگاڑ سکے، البتہ امریکہ کو اب طویل عرصے تک ان حملوں کی قیمت چکانا پڑے گی اور یہ بھی ممکن ہے یہ حملے اس کی عالمی چودھراہٹ کا نقطہ زوال ثابت ہوں۔



امریکہ نے اس مجاہد اسلام کے خلاف اپنی معاندانہ کاروائیاں جاری رکھیں 20 اور 21 اگست کی درمیانی شب افغانستان اور سوڈان پر جو حملے کیے ان کے بعض حقائق تو ابھی پردہ اخفا میں ہیں یا ان پر ابہام کا سایہ ابھی تک پڑا ہوا ہے۔ لیکن بعض حقائق بالکل واضح بھی ہیں۔ ان میں سے پہلی حقیقت یہ ہے کہ عالم اسلام اور امریکہ کے درمیان پائی جانے والی مخاصمت اور معاندت میں یک دم غیر معمولی اضافہ ہو گیا ہے۔ جنگ خلیج کے موقع پر عراقی صدر صدام حسین کا رویہ بہت حوالوں سے ناقابل دفاع تھا لیکن اس کے باوجود متعدد مسلمان ممالک کے عوام نے محض اس وجہ سے اسے اپنا ہیرو سمجھا کہ امریکہ اس کے خلاف خوفناک فوجی کارروائی کر رہا تھا، امریکہ کے غیر معمولی عراق مخالف اقدام کے لیے جواز بھی بہت کم تھا۔ خاص طور پر جس بڑے پیمانے پر فوجی کارروائی کی گئی اور جس طرح لاکھوں عراقی شہریوں کو نشانہ بنایا گیا۔ اس پر عالم اسلام نے بجا طور پر غم و غصے کا اظہار کیا لیکن اب خرطوم اور خوست میں جو کارروائی کی گئی ہے اس کا جواز تو عراق مخالف مہم سے بھی کہیں کم تر تھا۔ اُسامہ بن لادن کے مشرقی افریقہ کے واقعات میں ملوث ہونے کا کوئی واضح ثبوت امریکہ تا حال پیش نہیں کر سکا لیکن اس دفعہ اس نے اقوام متحدہ کی حمایت اور سہارا لینے کی ضرورت بھی محسوس نہیں کی جس کی دو وجوہات تھیں۔ اولاً امریکہ کا یہ خیال ہے کہ اب وہ دنیا میں جہاں چاہے جس طرح چاہے مداخلت کر سکتا ہے بالخصوص عالم

اسلام کے کسی ایسے حصے میں تو مداخلت اس کا "پیدائشی حق" ہے جہاں سے یہ شبہ ہو کہ کوئی امریکہ مخالف عنصر موجود ہے۔ خاص طور سے جبکہ یہ عنصر مسلمان بھی ہو۔ امریکہ مسلمان شدت پسندوں کے خوف سے نفسیاتی طور پر محاصرے کی ایک حالت میں ہے اور وہ ان کی طرف سے کسی بھی قسم کے خطرے پر ضرورت سے زیادہ ردعمل ظاہر کرتا ہے۔ اسی لیے اس نے حالیہ کارروائی بہت بڑے پیمانے پر کی۔ ثانیاً امریکہ کے یکطرفہ اقدام کی وجہ یہ ہے کہ اسے معلوم تھا کہ سلامتی کونسل میں وہ ایسے شواہد پیش نہیں کر سکتا جن کی بنیاد پر وہ افغانستان یا سوڈان پر حملہ کرنے کے لیے خود اپنے روایتی حلیفوں کی آشیرباد بھی حاصل کر سکتا اور چین کی ویٹو سے بھی محفوظ رہ سکتا۔

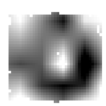
غالباً ایک تیسرا عامل بھی کام کر رہا تھا اور وہ یہ تھا کہ امریکہ اپنی دانست میں بن لادن کی نقل و حرکت کے بارے میں قطعی معلومات رکھتا تھا اور اس کا خیال تھا کہ کوئی طویل راستہ اختیار کرنے کی وجہ سے اس کا شکار اس کے ہاتھ سے نکل بھی سکتا ہے۔



بعض اطلاعات کے مطابق جس روز امریکہ نے حملہ کیا امریکن انٹیلی جنس کو ان کے ذرائع نے خبر دی تھی کہ اس روز عین ان ہی اوقات میں جب امریکہ نے حملہ کرنے کا فیصلہ کیا تھا اُسامہ بن لادن نے خوست میں ایک اہم میٹنگ میں شرکت کرنا تھی اور یہاں مجاہدین نے ان کے ساتھ کھانا بھی کھانا تھا۔

لیکن............عین آخری لمحات میں اُسامہ بن لادن نے اپنا پروگرام تبدیل کر دیا۔

باور کیا جاتا ہے کہ انہیں ان کے اپنے ذرائع سے شاید یہ اطلاع مل گئی تھی کیونکہ امریکہ کی طرح بن لادن کا جاسوسی نیٹ ورک بھی بہت مضبوط ہے۔



ایک اور اطلاع کے مطابق امریکہ نے اُسامہ بن لادن کی نقل و حرکت کو مانیٹر کرنے کے لیے ان کے سیٹلائیٹ فون کو "بگ" کیا ہوا تھا۔

امریکہ اپنے پاس موجود جدید ترین ذرائع سے ایسا کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔

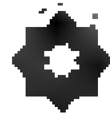
لیکن............جسے اللہ رکھے اور جس نے اپنی زندگی اور موت کا فیصلہ اللہ کے ہاتھوں میں دے رکھا ہو اس کا تو بال بھی بیکا نہیں ہو سکتا۔ کہا جاتا ہے کہ امریکن حملے سے بمشکل دس منٹ پہلے اُسامہ بن لادن نے اپنا سیٹلائیٹ سسٹم آف کر دیا اور امریکن کروز میزائل اسے ڈھونڈتے ہی رہ گئے۔

امریکیوں کو اس سے پہلے اپنی طاقت کے گھمنڈ کا تماشا ایران میں بھی اللہ تعالیٰ دکھا چکے ہیں

جب اس کے اپنے ہیلی کاپٹر ہی ایک دوسرے سے ٹکرا گئے تھے۔

اس مرتبہ بھی امریکن دھوکا کھا گئے۔

اور مجاہد اُسامہ بن لادن ان کے دسترس سے محفوظ رہے۔



امریکہ کے بزدل ہونے میں اب کوئی شک وشبہ باقی ہی نہیں رہا کہ وہ ایک شخص اُسامہ بن لادن سے "بدلہ" لینے کی آڑ میں حملہ آور ہونے لگا تو سب سے پہلے امریکیوں کو پاکستان سے باہر بھجوانے کا بندوبست کیا اور دنیا نے دیکھ لیا کہ امریکی کس طرح دم دبا کر بھاگے۔ امریکیوں کے دیوانے کہتے رہے کہ امریکی فرار نہیں ہوئے، بھاگے نہیں ان کی تو حکمت عملی ہمیشہ سے یہی رہی ہے کہ بزدلوں کی طرح وار کرتے ہیں اور اندھا دھند کارروائی میں چاہے جو بھی نقصان ہو جائے، انہیں کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ انہیں تو اپنی دہشت پھیلانا ہوتی ہے۔ اس مرتبہ امریکی جب پاکستان سے فرار ہو رہے تھے تو بے بسی، خوف، شرمندگی اور بے یقینی ان کے چہروں سے عیاں تھی۔ امریکہ کو اپنے شہروں کی حفاظت کا اتنا زیادہ خیال ہوتا ہے کہ ایک امریکی کو بچانے کے لیے سینکڑوں غیر امریکیوں کی "قربانی" بھی معمولی بات ہوتی ہے۔ امریکہ نے اپنے شہریوں کو تو محفوظ مقامات پر منتقل کر لیا اور پھر کارروائی کی، یہ بھی نہیں سوچا کہ صرف ایک شخص کے حوالے سے 80 کروز میزائلوں سے کس قدر تباہی ہوگی۔ کتنے بے گناہ لوگ مارے جائیں گے اور کیا نتائج برآمد ہوں گے۔

افغانستان اور سوڈان پر حملے سے امریکیوں کو کیا حاصل ہوا، یہ تو دنیا نے اچھی طرح دیکھ لیا اور ساتھ ہی یہ بھی سب نے دیکھا کہ حملے میں بوکھلاہٹ کس قدر زیادہ تھی کہ کروز میزائل سوڈان میں کیمیکل فیکٹری پر گرے جبکہ افغانستان میں بھی میزائلوں کو "ہدف" نہ مل سکا۔ یہ بوکھلاہٹ یونہی نہیں کیونکہ امریکی ہر لحاظ سے باخبر اور ترقی یافتہ دور کی سہولتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ ان کی بوکھلاہٹ کی اصل وجہ اسلامی تحریکوں کا خوف ہے اور اس خوف میں وہ اس وقت سے مبتلا چلے آ رہے ہیں، جب سپر پاور روس سے ان کا مقابلہ تھا، لیکن انہیں اصل خطرہ اسلامی تحریکوں سے محسوس ہوتا تھا۔ اس کے باوجود سوویت یونین کے کمیونزم سے نمٹنے کے لیے امریکہ نے اسلامی تحریکوں کو کچلنے کی طرف زیادہ توجہ نہیں دی، مگر جب سوویت یونین افغانستان کی جنگ میں پسپائی پر مجبور ہوا اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے تو پھر امریکہ کا ڈر خوف بھی کم ہوا اور اس نے کھل کر اپنی "بادشاہت" کا اعلان کیا اور اس موقع پر جب نیو ورلڈ آرڈر سے دنیا کو متعارف کرایا گیا تو اس وقت بھی امریکہ کا اسلامی تحریکوں کے خوف سے خون خشک ہو رہا تھا اور پہلے سے زیادہ خوفزدہ امریکہ بار بار نیو ورلڈ آرڈر، نیو ورلڈ آرڈر کے

نعرے لگا لگا کر اپنا ڈر اور خوف دور کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

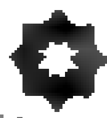
دراصل امریکہ اسلامی تحریکوں ہی کو اپنا اصل دشمن اور مد مقابل سمجھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں کہیں بھی مسلمان قوتیں مضبوط ہونے لگتی ہیں تو امریکہ کو سب سے پہلے تشویش ہونے لگتی ہے اور ان قوتوں کو کسی نہ کسی صورت زیر کرنے کے لیے ہر قسم کے حربے اور ہتھکنڈے استعمال کیے جاتے ہیں۔ فلسطین، کشمیر، بوسینا، افریقہ اور دیگر مقامات پر جہاں کہیں بھی مسلمان کسی مصیبت یا مسائل کا شکار ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ امریکہ ہے، جو مسلمانوں کی راہ کا سب سے بڑا اور بھاری پتھر ہونے کا کردار ادا کرتا ہے۔

انسانی حقوق کے نام پر کبھی مہذب دنیا کے حوالے سے امریکہ بہادر اور اس جیسے دوسرے نام نہاد ترقی یافتہ ممالک نے ہمیشہ ناانصافی سے کام لیا ہے۔ جب امریکہ انسانی حقوق کی بات کرتا ہے تو اسے مقبوضہ کشمیر میں پچھلے 51 سال سے انسانی حقوق کی پامالی دکھائی نہیں دیتی۔ اسرائیل کی ناجائز پیدائش کا مقصد بھی یہی تھا کہ فلسطینیوں کو ان کا علیحدہ اور آزاد وطن نہ مل سکے۔ چنانچہ ہر قسم کی قربانی اور جدوجہد کے بعد بھی اہل فلسطین برسوں تک آزادی کی نعمت سے محروم رہے اور آج بھی انہیں مکمل آزادی نصیب نہیں ہوسکی۔ یہ سب امریکہ کی رضامندی سے ہوتا رہا کہ یہودیوں نے امریکیوں کو اپنے اقتصادی شکنجے میں جکڑ رکھا ہے اور اگر کبھی دنیا کو منہ دکھانے کے لیے امریکہ کسی معاملے پر کوئی ایسا فیصلہ کرتا ہے، جو اسرائیل کے مفادات کو تقویت نہ پہنچاتا ہو یا جس میں اسرائیل کی رضامندی شامل نہ ہو تو پھر امریکہ میں ویسا ہی ''بحران'' آتا ہے جیسا کہ حال ہی میں مونیکا سیکس سیکنڈل کی صورت میں آیا۔

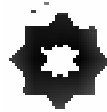
بوسینا میں امریکہ نے بدترین اور گھناؤنا کردار ادا کیا۔ تاریخ میں نہایت سیاہ ترین باب رقم کیا گیا اور امریکہ جو ہر بات میں اور ہر قدم پر انسانی حقوق کے تحفظ کے علمبردار ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ وہ خاموش رہا۔ اسی طرح افریقی ممالک اور دوسرے مقامات پر ہمیشہ مسلم دشمنی کی پالیسی اختیار کیے رکھی کہ امریکہ کو اسلامی تحریکیں سب سے زیادہ خوفزدہ کیے رکھتی ہیں اسی ڈر اور خوف کو چھپانے کے لیے امریکہ بعض اوقات ظلم و بربریت کی انتہا کر کے عالمی قوانین کی دھجیاں بکھیر دیتا ہے تا کہ اس کی دہشت قائم رہے۔

جب روس نے افغانستان پر قبضہ کیا تھا تو اس وقت امریکہ نے دل کھول کر افغانوں کی امداد کی تھی۔ افغانستان کے باشندوں کے علاوہ سرزمین کے بارے میں امریکہ کو تمام تفصیلات معلوم ہیں۔ اُسامہ بن لادن سے خوفزدہ امریکہ نے نہایت بھونڈے انداز میں کارروائی کی۔ امریکی میزائل افغانستان کے علاوہ پاکستانی علاقے پر بھی گرے اور تباہی ہوئی۔ امریکہ نے اسے اپنا حق قرار دیا۔ یہی

کارروائی اگر کوئی دوسرا ملک کرتا، خصوصاً کوئی اسلامی ملک اسی طرح اپنا حق استعمال کرنے کی دھمکی بھی دیتا تو امریکہ آسمان سر پر اٹھا لیتا۔ بین الاقوامی قوانین سے لے کر انسانی حقوق تک سبھی باتیں بار بار دہراتے ہوئے اقوام متحدہ کا پلیٹ فارم بھی استعمال کیا جاتا اور خود بھی دھمکیاں دے کر اس ملک کو عملی قدم اٹھانے سے باز رکھا جاتا، لیکن اپنی باری آنے پر امریکہ تمام اصول اور ضابطے فراموش کرنے میں کوئی شرم محسوس نہیں کرتا، سوال یہ ہے کہ اگر امریکہ کی دیکھا دیکھی بعض دوسرے ممالک بھی اسی طرح اپنا "مجرم" تلاش کرنے لگیں تو پھر دنیا میں امن نام کی چیز کہاں رہ جائے گی؟ دیکھا جائے تو امریکہ نے دہشت گردی کو ختم کرنے کے نام پر خود دہشت گردی کی۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ امریکہ کو اس "جرم" کی سزا کے لیے فضا تیار کی جائے۔



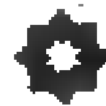
امریکہ اپنی فرعونیت میں کتنا آگے بڑھ چکا ہے اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں اس نے دنیا کو اپنی مرضی کے مطابق چلانے کے لیے اپنے قوانین بنا رکھے ہیں۔ امریکہ فلسطینیوں کو تو دہشت گرد کہتا ہے لیکن اسرائیلی کارروائیوں کو اسرائیل کا جائز دفاع کا حق تسلیم کرتا ہے۔ وہ عراق کو تو اس کی غلطی کی سزا کئی سال سے دے رہا ہے۔ لیکن اپنے زیر اثر مسلمان ممالک میں کرپٹ اور بددیانت حکومتوں کی سرپرستی بھی کرتا ہے اور حقوق انسانی کے خلاف ان کی حرکات سے صرف نظر بھی کرتا ہے مگر اسے اپنے رویئے کے تضادات دکھائی نہیں دیتے۔ یہ بات طے ہے کہ امریکہ کی تازہ کارروائی کے بعد مسلمان شدت پسندوں (Militants) امریکہ کی قوت قاہرہ اور اس کے ریاستی تشدد اور دہشت گردی کے درمیان اب محاذ آرائی کی شدت میں اضافہ ہوگا اور نہیں کہا جا سکتا کہ اس کے مظاہرے اب کہاں کہاں اور کس کس شکل میں سامنے آئیں گے۔ اسلامی دنیا میں امریکی کارروائی کے خلاف جو فوری منفی ردعمل ہوا ہے اس سے ملت اسلامیہ کے ایک بڑے حصے کی سوچ کو سمجھنے میں بڑی مدد مل سکتی ہے۔ لیکن امریکہ کی کوتاہ اندیش قیادت یہ ادراک کرنے سے قاصر ہے کہ وہ کس طرح اور کن وجوہات کے تحت عالم اسلام کے ایک بڑے حصے کو امریکہ کی مخالفت پر مجبور کر رہی ہے۔



سوڈان اور افغانستان میں اپنے مخصوص اہداف پر امریکنوں کے حملے سے ایک مرتبہ پھر یہ ثابت ہو گیا ہے کہ جو چیز آخر میں حقیقی اہمیت رکھتی ہے وہ "طاقت" ہے اور ماوزے تنگ کے الفاظ میں "طاقت بندوق کی نالی کے راستے سے آتی ہے"۔ امریکنوں کے پاس بندوقیں بھی ہیں اور آتشیں طاقت بھی ہے۔ اس طاقت سے وہ اپنی مرضی کو دنیا کے کسی حصے پر بھی مسلط کر سکتے ہیں۔ ان کے نزدیک کسی

ملک کی خودمختاری صرف معمولی درجے کی "عدم سہولت" ہے۔ انہیں بین الاقوامی رائے عامہ کی تشویش نہیں ہے اور اس مخصوص معاملے میں تو انہیں مسلم دنیا کے وسیع تر جذبات کا ذرا احساس بھی نہیں ہے جن کا منفی ہونا ناگزیر ہے۔

کوئی مہذب انسان خوف یا دہشت گردی سے اغماض نہیں برت سکتا۔ نیروبی دارالسلام میں امریکی سفارت خانوں پر حملے بربریت اور سفاکی کے مظہر تھے اور ان کی شدید ترین مذمت ہونی چاہیے۔ دہشت گردی کے اس قسم کے واقعات نہ صرف غیر انسانی ہیں بلکہ ان سے کوئی سیاسی مفاد بھی شاذونادر ہی حاصل ہوتا ہے۔ الٹا نقصان اس مقصد کو پہنچتا ہے، جسے دہشت گردی کے مرتکبین فروغ دینا چاہتے ہیں۔ اسی طرح میزائلوں کے حملے بھی جن سے معصوم مرد، عورتیں اور بچے موت کا شکار بن جاتے ہیں اور شہری املاک تباہ ہوجاتی ہیں، نظر انداز نہیں کیے جاسکتے، بالخصوص یہ بات ناقابل قبول ہے کہ امریکہ ان خودمختار اقوام کے خلاف فوجی کارروائیاں عمل میں لاتا ہے جن کے ساتھ وہ جنگ کی حالت میں نہیں ہے، لیکن امریکہ کسی قسم کی بازپرس سے ماورا ہے۔ قومی سرحدیں، بین الاقوامی قوانین، حتیٰ کہ موزوں رویئے کے معیارات بھی اس کے لیے غیر موثر ہیں۔



پاکستان نے مہذب اقوام کی طرح ہمیشہ ہر قسم کی دہشت گردی کی مخالفت کی ہے اور دہشت گردی کی مخالفت اسی طرح ہونی چاہیے تھی، لیکن امریکہ کے سامنے غلامانہ انداز میں کورنش بجالانے کے لیے ہم نے اپنے قوانین کی جس طرح خلاف ورزی کی ہے وہ یقیناً باعث افتخار نہیں ہے امریکی حکومت کی طرف سے جب یوسف رمزی کی حوالگی کی رسمی درخواست موصول ہوئی تھی تو اسے ایک مجسٹریٹ کے سامنے پیش کرنے کی کارروائی عمل میں لائی گئی تھی، لیکن ایمل کانسی کیس میں ہم نے نہ صرف امریکی ایف بی آئی کے ایجنٹوں کو اپنی سرزمین پر کمانڈو طرز کا حملہ کرنے کی اجازت دے دی بلکہ کسی رسمی قانونی کارروائی کے بغیر ہی اسے امریکہ بھی بھیج دیا۔

ایمل کانسی ایک بین الاقوامی مفرور تھا اور اسے امریکہ کے حوالے کردیا جانا چاہیے تھا، تاہم قومی خودداری کا تقاضا یہ تھا کہ ایمل کانسی کو امریکہ کے حوالے کرنے سے پہلے ہم اپنا قانونی ضابطہ پورا کرلیتے، لیکن ہم امریکہ کو خوش کرنے کے لیے اتنے بے تاب تھے کہ ان کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ہم نے خود اپنے قوانین کی خلاف ورزی کرلی۔

امریکہ میں آتے جاتے رہنے اور ان کے کلچر اور اقدار کو کچھ سمجھ لینے کے بعد میں یہ تصور نہیں کرسکتا کہ اس قسم کی خوشامد سے ہم ان کے ساتھ زیادہ دور تک چل سکتے ہیں، ہم میں سے جن لوگوں

کو امریکی حکومت کی ایجنسیوں کے ساتھ کام کرنے اور مسائل طے کرنے کا موقع ملا ہے اور انہوں نے امریکی قانون کو زیرِ عمل آتے دیکھا ہے وہ ان کے طریق کار کے بارے میں کبھی شک وشبہے کا شکار نہیں ہوئے۔ اگر خود ہمیں کسی شخص کی حوالگی کی یا ان کی کسی معاونت کی ضرورت پڑے تو امریکی ہمیں ضرور ممنوں کریں گے لیکن وہ اپنے قواعد اور قانون کو بھی سختی سے عمل میں لائیں گے۔ معاونت کا صحیح طریق یہی ہے اور اس پر باہمی دوستی کا سایہ نہیں پڑنا چاہیے۔

واقعہ یہ ہے کہ ہم نے ماضی سے کوئی سبق نہیں سیکھا ہم نے نیروبی کے مشتبہ اشخاص کی حوالگی بھی اپنے قانونی ضابطے اور طریقے عمل میں لائے بغیر کر دی اور یوں اپنے سابقہ نامعقول عمل کی تکرار کی واضح رہے کہ ان مشکوک لوگوں کی حوالگی ضروری تھی لیکن خدا کے لیے اپنے قوانین کا کچھ تو احترام کیجئے۔

افغانستان پر امریکی حملے کی روشنی میں ان سب مسائل کی مناسبت نمایاں ہو جاتی ہے، چونکہ جن اہداف کو نشانہ بنایا گیا ہے وہ ہماری سرحدوں کے قریب ہیں اور امکان یہ بھی ہے کہ پاکستانی فضائی حدود استعمال میں لائی گئی ہو یا اس کے خلاف ورزی ہوئی ہو، چنانچہ متعدد سوالات پیدا ہوتے ہیں اور جمعہ کے روز سینٹ کی ایک پوری نشست ان سوالات پر بحث کے لیے وقف کی گئی۔ سینیٹر سرتاج عزیز وزیر خارجہ نے ایوان میں ایک بیان پڑھا، جس میں ان حملوں پر حکومت پاکستان کی ناراضگی اور غصے کا اظہار کیا گیا۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ اس امر کی تحقیقات بھی کی جارہی تھی کہ پاکستان کی فضائی حدود کی خلاف ورزی کی گئی تھی یا نہیں، تاہم ان کا بیان اتنا مختصر تھا کہ اس میں سب سوالات اٹھائے نہیں گئے جبکہ مندرجہ ذیل سوالات بالخصوص فوری جواب کے متقاضی ہیں۔

(1) کیا حکومت پاکستان کو امریکہ کے اس قریب الوقوع ایکشن کا علم تھا؟ اگر یہ صحیح ہے تو کیا اس کی منظوری دی گئی تھی یا رضامندی ظاہر کی گئی تھی؟

(2) کیا ان کارروائیوں کے دوران پاکستان کی حدود کسی بھی شکل وصورت میں زیرِ استعمال لائی گئی تھی؟

(3) کیا حکومت پاکستان نے ان کارروائیوں میں "آپریشنل لاجسٹک" میں شرکت کی تھی؟

(4) صدر کلنٹن نے اس ایکشن کی اطلاع دینے کے لیے وزیر اعظم سے بات کی کیا وزیر اعظم نے ان سے اپنی ناراضی کا اظہار کیا تھا، اگر نہیں تو ان کا ردِ عمل کیا تھا؟

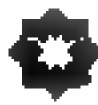
(5) اگر تحقیقات سے یہ آشکار ہو کہ پاکستان کی فضائی حدود کی واقعی خلاف ورزی کی گئی تھی تو حکومت پاکستان اس کے خلاف کیا اقدام تجویز کرتی ہے؟

(6) کیا حکومت پاکستان نے یکجہتی کے اظہار کے لیے افغانستان اور سوڈان کی حکومتوں کو پیغام

بھیجا ہے؟ اگر یہ درست ہے تو پیغام میں کیا کہا گیا تھا؟ اور پیغام نہیں بھیجا گیا تو اس کی وجوہ کیا ہیں؟

(7) پاکستان اسلامی کانفرنس، آرگنائزیشن میں ایک میجر رکن ہے۔ کیا اس مسئلہ پر او آئی سی کی میٹنگ طلب کی جارہی ہے یا ہم اس میں شریک ہورہے ہیں؟

سینیٹر سرتاج عزیز نے ان میں ایک سوال بھی جواب کے لیے منتخب نہیں کیا۔ درحقیقت ان کے جوابات جتنے مبہم تھے اتنی ہی ان سے تشویش پیدا ہوئی، ہم تشویش برداشت نہیں کر سکتے۔ امریکہ ایک ایسا ملک ہے جس کے ساتھ ہمارے تعلقات بہت دیرینہ ہیں، دہشت گردی کے مقابلے، منشیات پر کنٹرول، علاقائی امن اور دیگر امور میں امریکہ اور ہمارے تصورات میں ہم آہنگی موجود ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہم امریکہ کی دہشت گردی کو بھی ٹھنڈے پیٹوں برداشت کرتے رہیں۔ آج ہر پاکستانی یہ سوچنے میں حق بجانب ہے کہ ہمارا اقتدار اعلیٰ بھی محفوظ ہے یا نہیں؟



امریکی کارروائی نے پاکستان کے لیے بھی ایک مشکل صورتحال پیدا کردی ہے اور بدقسمتی سے حسب سابق ہماری حکومت اور دفتر خارجہ سخت گومگو کی حالت میں ہیں۔ چند روز بعد لندن میں امریکہ سے انتہائی اہم مذاکرات ہونے والے ہیں جن کے نتیجے میں ہماری معیشت کے سنبھلنے یا نہ سنبھلنے کا بہت حد تک انحصار ہے۔ ان حالات میں حکومت پاکستان امریکہ کو ناراض اور ناخوش کرنے کے لیے کوئی چھوٹی سے چھوٹی حرکت بھی نہیں کرسکتی لیکن دوسری طرف پاکستان کی حاکمیت کا سوال ہے، اس کی فضائی اور بری حدود کے احترام اور تقدس کا سوال ہے۔ عوام کے شدید ردعمل کا مسئلہ ہے۔ یوں حکومت پاکستان تیز دھار کی ایک تلوار پر چل رہی ہے۔ وہ امریکہ کو ناراض بھی نہیں کرنا چاہتی لیکن کھل کر خوش بھی نہیں کرسکتی اس لیے اسے کچھ سجھائی نہیں دے رہا کہ امریکی کارروائی پر کیا موقف اختیار کرے۔ امریکی کارروائی سے اپنی بے خبری کا ذکر بھی وزیر خارجہ کررہے ہیں۔ لیکن یہ اطلاعات بھی ہیں کہ امریکی کارروائی کا منصوبہ کئی دنوں سے زیر غور اور زیر تشکیل تھا۔ پاکستان یہ دعویٰ بھی کرتا ہے کہ اس نے امریکہ کو اس کی کارروائی کے لیے کوئی سہولت اور کوئی تعاون نہیں دیا لیکن عالمی ذرائع ابلاغ اصرار کرتے ہیں کہ پاکستان کے تعاون کے بغیر یہ کارروائی ممکن نہ تھی۔ دفتر خارجہ کا ذمہ دار ترجمان پریس بریفنگ میں واضح لفظوں میں بار بار کہتا ہے کہ ایک امریکی میزائل پاکستان کے علاقے میں بھی گرا ہے۔ جس سے چھ پاکستانی شہید ہوئے ہیں لیکن کچھ ہی دیر بعد وزارت خارجہ اس بیان کو واپس لے لیتی ہے حالانکہ پہلے یہ بھی بتایا جاچکا ہے کہ امریکی ناظم الامور کو دفتر خارجہ طلب کرکے پاکستان کے اندر میزائل گرنے پر احتجاج

کیا گیا اور امریکی افسر نے اس پر معذرت کی اور تسلیم کیا کہ کسی فنی غلطی کی وجہ سے ایک میزائل پاکستان کے علاقے میں جا گرا۔ مختلف قیاس آرائیاں ہیں کہ دفتر خارجہ نے اپنے ذمہ دار ترجمان کا بیان کیوں واپس لیا۔ ایسا امریکی دباؤ کی وجہ سے ہوا یا واقعی کوئی غلط فہمی تھی۔ یہ بات واضح نہیں لیکن اغلب یہی ہے کہ کوئی دباؤ بیان واپس لئے جانے کا باعث بنا۔ پاکستان کا ایک اور مخمصہ یہ ہے کہ طالبان کو ناراض کرنے کی پوزیشن میں نہیں کہ اس طرح ان فوائد میں سے بہت سے کالعدم ہو جائیں گے جو طالبان کے ساتھ خوشگوار تعلقات کی وجہ سے ہمیں حاصل ہو سکتے ہیں۔ لیکن ادھر امریکہ اور سعودی عرب کو ناراض کرنا بھی ہمارے لیے مشکل ہے جس کی واضح وجوہات ہیں۔ ان حالات میں ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمارا دفتر خارجہ اور ہماری حکومت بڑی دانشمندی، ژرف نگاہی، بصیرت، دور اندیشی اور دانائی سے پوری صورتحال کو ہینڈل کریں اور پاکستان کے مفادات کو ہر قیمت پر ملحوظ رکھیں لیکن پچھلے دو تین دن میں ہم نے جس قسم کی ذہنی اور فکری الجھاؤ کا مظاہرہ دیکھا ہے اس کے پیش نظر اس اندیشے کا اظہار بے محل نہ ہوگا کہ آنے والے مشکل دنوں میں شاید ہم بہترین قومی مفادات کے آئینہ دار فیصلے کرنے میں ناکام رہ جائیں۔ پاکستان پہلے ہی ایک مشکل صورتحال سے دوچار ہے اور اس مرحلے پر جبکہ امریکہ سے فیصلہ کن مذاکرات ہونے والے ہیں امریکی کاروائی نے ہماری مشکلات میں اضافہ کر دیا ہے، صرف دعا ہی کی جا سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری حکومت کو اتنی بصیرت اور اتنی راست فکری سے نوازے کہ وہ بہترین قومی مفادات کا تحفظ بہترین انداز میں کر سکے۔

7 اگست کو نیروبی اور دار السلام میں جو کچھ ہوا اس کے بارے میں خود امریکی دفتر خارجہ نے یہ اعتراف کیا ہے کہ اس کے پاس ان واقعات میں اُسامہ یا ان کے کسی قریبی ساتھی کے ملوث ہونے کا کوئی ناقابل تردید ثبوت نہیں اسی لیے اس واقعے کے حوالے سے ان کے خلاف باقاعدہ کوئی فرد جرم (Indictment) تیار نہیں ہو سکی۔ تو کیا محض قیاس کی بنیاد پر اور ایسا قیاس جو خالصتاً بدگمانی پر مبنی ہو بین الاقوامی قوانین کی کھلم کھلا خلاف ورزی کرتی ہوئی اتنی بڑی اور اس قدر سنگدلانہ کارروائی جائز ہے جو امریکہ نے جمعرات 20 اگست کو سوڈان اور افغانستان کے خلاف کی ہے۔ کیا اس کے ردعمل میں دہشت گردی کی مزید کارروائیوں کو ہوا نہیں ملے گی...... کیا اس کے بعد اسلامی جذبہ حریت سے سرشار مسلم نوجوان، جنہیں دیوار کے ساتھ لگانے کے لیے امریکہ اپنی سپر طاقت کے تمام وسائل استعمال کر رہا ہے اور نہایت ڈھٹائی کے ساتھ کر رہا ہے۔ اگر واقعی عالمی دہشت گردی پر نکل آئے اور دنیا بالخصوص مغربی ممالک کے کونے کونے میں پھیل گئے تو امریکہ کے ایٹم بم اور کروز میزائل ان کا کچھ بگاڑ سکیں گے اگر اس کا جواب نہیں میں ہے اور یقیناً نہیں میں ہے تو یہ وقت ہے کہ امریکی دانشور اور پالیسی ساز ہوشمندی

اور دور بینی سے کام لیں اور اپنی تباہی کا سامان خود پیدا نہ کریں۔

اُسامہ بن لادن کہاں ہے یہ بتانا ممکن نہیں۔ تاہم وہ بے حد محفوظ مقام پر ہے۔ اس تک پہنچنا آسان کام نہیں وہ افغانستان کے صوبہ خوست کے کسی مقام پر موجود ہے۔ اس کے ٹھکانے بدلتے رہتے ہیں اور حتمی ٹھکانے کے بارے میں کسی کو کچھ معلوم نہیں ہوتا۔

افغانستان پہاڑوں کا ملک ہے۔ خوست کا کیمپ پہاڑوں میں گھرا ہوا بلکہ کم بلندی والی ایک چوٹی ہے۔ اردگرد میلوں تک کہیں آبادی کا نام ونشان نہیں۔ ان علاقوں کو دیکھ کر اندازہ ہوگا کہ یہاں پیسوں یا اسلحے کے زور پر اس "مجاہد" کو پکڑنا آسان کام نہیں۔ پیسے اس کے پاس بہت ہیں۔ اسلحہ وہاں بے شمار ہے اس کے اردگرد موجود لوگ اس پر جان نثار کرنے والے ہیں۔ اس کا انداز دل نشین ہے۔ اس کی باتیں دل میں اتر جاتی ہیں۔ وہ عالم اسلام کو ہر قسم کے استعمار سے پاک کر دینا چاہتا ہے۔ وہ رسول اکرم ﷺ کے حکم بیان کرتا ہے کہ جزیرہ نمائے عرب کے مقدس مقامات سے کافروں کو نکال دیا جائے۔ وہ کہتا ہے کہ امریکی فوجیں خانہ کعبہ اور روضہ رسولؐ کے بالکل قریب موجود ہیں۔ ان کا فاصلہ روضہ رسول ﷺ سے صرف 70 کلومیٹر کا ہے۔ وہ جذبات سے مغلوب ہو کر کہتا ہے کہ میں ان کافروں کو وہاں سے بھگا کر دم لوں گا۔ اگر یہ لوگ وہاں سے نہیں جاتے تو دنیا بھر میں جہاں جہاں موجود ہیں میں اپنے ساتھیوں کے ذریعے ان پر حملے کروں گا اور انہیں جہنم واصل کر کے دم لوں گا۔

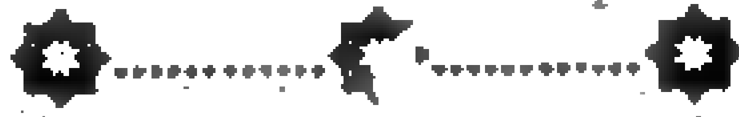
امریکہ کی صومالیہ یا سوڈان میں مداخلت اسے پسند نہ تھی وہ اسے مسلمانوں کے خلاف جارحیت تصور کرتا تھا۔ امریکی فوجیوں پر ایک حملے میں اس کے لوگوں نے اٹھارہ امریکی ہلاک کر دیئے۔ صومالیہ ہی میں دو مختلف مقامات پر حملے کر کے اس کے حامیوں نے مزید امریکیوں کو ہلاک اور زخمی کر دیا۔ پکڑے جانے والے صادق ہویدا کے بقول وہ فخر سے کہتا ہے کہ اس کے ساتھیوں کے حملوں سے خوفزدہ ہو کر امریکی صومالیہ سے بھاگ گئے۔ یہ کوئی چھوٹی سی کامیابی نہیں تھی۔ دوران تفتیش صادق ہویدا نے تسلیم کیا کہ اس کے ساتھی فلپائن میں بھی مصروف عمل ہیں وہ ایک آپریشن کے سلسلے میں فلپائن گیا تھا۔

اُسامہ بن لادن کا نام آج امریکیوں کے لیے خوف کی علامت بن چکا ہے۔ آج دنیا میں جہاں بھی غلبہ اسلام کی تحریک جاری ہے وہاں اُسامہ بن لادن موجود ہے۔

اُسامہ بن لادن نے ان حملوں کے بعد لندن میں اپنے ایک دوست عربی جریدے ہفت روزہ القدس العربیہ کے ایڈیٹر عبدالباری سے فون پر گفتگو کرتے ہوئے کہا۔ ہم ان حملوں سے ڈرنے والے نہیں۔ ہم نے خطروں سے بچنا سیکھ لیا ہے۔ مزید قربانیوں کے لیے تیار ہیں۔ امریکہ کی تباہی میرے

ہاتھوں لکھی جا چکی ہے۔ اب امریکہ کو ٹکڑے ٹکڑے ہونے سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ میری گرفتاری کا امریکی خواب کبھی پورا نہیں ہوگا اور پچھتاوے کے سوا امریکہ کے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا۔'' اُسامہ نے مزید کہا۔ ''سوڈان اور افغانستان پر حملوں کا جواب لفظوں سے نہیں عمل سے دیا جائے گا۔ جنگ ابھی شروع نہیں ہوئی۔''

اُسامہ بن لادن آج آزادی، جرأت، ہمت اور شجاعت کا نشان بن چکا ہے۔ صوبہ سرحد بلکہ پاکستان بھر میں اکثر بچوں کے نام ''اُسامہ'' رکھے جا رہے ہیں۔ پاکستان میں اُسامہ لورز فورم کے صدر ابو معاویہ قاسم نے کہا ہے ''اُسامہ مسلم دنیا کے نجات دہندہ کے طور پر ابھرے ہیں۔ وہ مظلوم عوام کا آخری سہارا ہیں ان کی ہر طرح حفاظت کی جائے گی۔ امریکہ اسے ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکتا۔''



دنیائے اسلام میں جہاں کہیں جہاد ہو اُسامہ بن لادن وہاں موجود تھا افغانستان کے غاروں اور ہر مشکل محاذ پر لادن خود موجود تھا۔ الجزائر میں انتخاب جیتنے والی اسلامی جماعتوں پر جب فوج چڑھ دوڑی تو امریکہ نے باور کرایا کہ جمہوریت کا تحفظ کرنے والی بہادر الجزائری فوج کے مقابلے درحقیقت اُسامہ ہی ہے۔ وہی فوج کو الیکشن میں ہاری ہوئی جنگ بندوقوں کے ذریعے جیتنے نہیں دیتا۔ بوسینا میں وہ خود نہیں گیا لیکن امریکہ نے بے شمار مجاہدوں کی طرف انگلیاں اٹھا اٹھا کر دنیا کو بتایا کہ یہ سب بن لادن کے بھیجے ہوئے مجاہدین ہیں اور انہوں نے سالہا سال تک روس سابقہ کیمونسٹ یورپ اور جمہوری یورپی امداد کے باوجود سربوں کو جیتنے نہیں دیا اب مجبوراً ہمیں بوسینا کو آزاد ملک ماننا پڑ رہا ہے۔ عراق بھی وہ نہیں گیا لیکن امریکی ذرائع ابلاغ دن رات چیخ رہے ہیں کہ عراق کا بچہ بچہ مجرم ہے بن لادن ان مجرم بچوں کی بھوک اور بیماری کا مسئلہ کھڑا کر کے ان کا اقتصادی محاصرہ ختم کرنے کے لیے ہمیں آنکھیں دکھا رہا ہے۔ کردستان بھی وہ نہیں گیا لیکن امریکہ نے دنیا کو بتایا کہ یہ بن لادن ہے جو غیرت مند کردوں کو تین ملکوں میں تقسیم کر کے انہیں ختم کرنے کے خلاف مزاحمت کر رہا ہے۔

امریکہ کے اقتصادی محاصرے سے سوڈان کی معیشت تباہ ہونے لگی تو اُسامہ وہاں پہنچ گیا۔ یمن میں شمال اور جنوب کے اتحاد کے بعد پھر سے خانہ جنگی شروع کرائی گئی تو وہاں پہنچ گیا۔ افغانستان کی خانہ جنگی میں شدت پیدا ہونے لگی تو اُسامہ وہاں دوبارہ آ گیا اور ان تینوں ملکوں میں اس کے ''جرائم'' کی فہرست اور بھی زیادہ طویل ہے۔ مختلف ذرائع ابلاغ سے جن میں خود مغربی میڈیا سرفہرست ہے اُسامہ بن لادن کے خیالات اور امریکہ کے ساتھ اس کی دشمنی کے بارے میں جو کچھ سامنے آیا ہے اس سے اُسامہ کے نکتہ نظر کی تصویر کچھ اس طرح بنتی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مسلمان ممالک میں انتشار پیدا کر کے مغربی ممالک خصوصاً امریکہ اپنے مفادات حاصل کرتا ہے۔ تاریخ بھی یہی بتاتی ہے۔ اسرائیل کے قیام کے لیے مغربی قوتوں نے ترکوں کے خلاف بغاوت کروا کے عالم عرب کو ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا اور پھر ہمیشہ انہیں ایک دوسرے کے خلاف برسرپیکار رکھا۔ ان باہمی اختلافات کی وجہ سے عرب دنیا سالانہ تقریباً بیس بلین ڈالر کا اسلحہ خرید کرتی ہے۔ جس کا 85 فیصد حصہ مغربی ممالک خصوصاً امریکہ سے

خرید کیا جاتا ہے۔ یہ سارے ہتھیار وہ ہوتے ہیں جو اسرائیل کے خلاف موثر نہیں ہوسکتے کیونکہ ان کا توڑ اسرائیل کو پہلے ہی دے دیا جاتا ہے۔ عراق ایران جنگ میں عربوں کو بے پناہ اسلحہ بیچا گیا اور جب روس کی شکست کے بعد نیٹو کے اسلحہ خانے کی ضرورت نہ رہی تو عراق سے کویت پر حملہ کر کے امریکہ نے وہ سارا اسلحہ عرب سرزمین پر پھونک دیا اور اس کا بل عربوں سے وصول کرلیا۔ ساتھ ہی اپنے پرانے منصوبے کے مطابق کویت اور سعودی عرب کے تیل کے کنوؤں کو اپنی فوج کی زیر حفاظت لے لیا۔
اُسامہ کا سب سے پہلا اور سب سے بڑا مطالبہ یہ ہے کہ امریکہ عرب ممالک خصوصاً ارض مقدس حرمین شریفین سے نکل جائے۔ اسے کوئی حق نہیں پہنچتا کہ اس کی فوجیں عربوں ہی کے خرچ پر ان کے ملکوں میں دندناتی پھریں۔ یہ مطالبہ امریکہ کی نظر میں سب سے بڑی دہشت گردی ہے لیکن عرب اور مسلمان بدقسمتی سے امریکہ کے فکرونظر سے متفق نہیں ہوسکتے۔ ان کی نظر میں یہ اُسامہ کی دہشت گردی نہیں اسلام دوستی اور امت مسلمہ سے عشق ہے۔

اُسامہ نے جب یہ دیکھا کہ عالم اسلام کے اندر پیدا کی جانے والی ہر آویزش اور چپقلش آخر کار عرب ممالک کی سیاسی اجتماعی اور اقتصادی بدحالی پر منتج ہوتی ہے تو اس نے اپنے وطن میں اس کے اردگرد پیدا ہونے والی ہر چپقلش اور آویزش کو ختم کرنے اور اقتصادی اصلاح کی کوشش شروع کر دی۔ سوڈان کی جنوبی سرحد پر عرصے سے عیسائی قبائلی بغاوت چل رہی تھی۔ سوڈان کی اسلامی حکومت اس محاذ پر کامیاب ہوتی نظر آئی تو اس کی شمالی سرحد پر مصر کے ساتھ اس کے جھگڑے شروع کرا دیئے گئے اور دہشت گردی کا الزام لگا کر امریکہ نے اس غریب ملک کا اقتصادی بائیکاٹ شروع کروا دیا تاکہ ملک میں بارشیں نہ ہونے سے خوراک کی جو کمی شروع ہوئی ہے وہ مکمل قحط میں بدل جائے اور اس طرح سوڈان کو ایتھوپیا کی سی کیفیت میں مبتلا کر کے اسلامی حکومت قائم کرنے کی سزا دی جائے۔ اُسامہ بن لادن نے یہ جرم کیا کہ سوڈان جا کر مختلف زرعی فارم قائم کیے اور سوڈان کی اکانومی کو بحال کرنے کے لیے اپنے خرچ پر خرطوم سے پورٹ سوڈان تک تقریباً آٹھ سو کلومیٹر لمبی سڑک تعمیر کرائی اس طرح سوڈان کی اکانومی تباہی سے بچ گئی۔ زرعی فارم کامیاب ہو گئے۔ سوڈان خوراک میں خودکفیل ہوگیا۔ چینی برآمد کرنے لگا اور قحط صرف جنوب کے باغی علاقوں تک محدود رہا۔ امریکہ اسے جرم تصور کرتا ہے سوڈان کے عوام اسے بن لادن کی سخاوت سمجھتے ہیں۔ اور خود بن لادن یہ سمجھتا ہے کہ اس نے اقتصادی تباہی کو روک کر جو سوڈان کی طرف بڑھ رہی تھی۔ اس نے سوڈان بلکہ پورے عالم عرب کی خدمت کی ہے جو اس کا وطن ہے۔

سوڈان کی جنوب مشرقی سرحد پر صومالیہ خانہ جنگی کا شکار ہوا۔ فرح عدید کی ملیشیا سب سے

طاقتور تھی جب اس کی کامیابی کے آثار ظاہر ہونے شروع ہوئے تو یو این او کی طرف سے فوجیں اتار کر عدید کے مخالف دھڑے کو جو ختم ہونے کو تھا امداد کی فراہمی شروع کر دی گئی تا کہ بحیرہ قلزم اور بحر ہند کے سنگم پر آویزش مستقلاً برقرار رکھی جا سکے۔ یہاں پر امریکی افواج کی موجودگی مشرق اوسط کے تیل کے گرد محاصرے کو مکمل کر سکتی تھی۔ اُسامہ بن لادن نے آگے بڑھ کر فرح عدید کی ملیشیا کی مدد کی۔ جب عدید نے براہ راست امریکی فوجوں پر حملے شروع کیے تو امریکہ نے فوراً صومالیہ سے اپنی فوجیں بلا لیں۔ صومالیہ کی آویزش جو عالمی خبروں میں سرفہرست چل رہی تھی یک دم ختم ہو گئی۔ بن لادن نے عرب تیل کے خطے کا محاصرہ کرنے والی ایک بڑی چیک پوسٹ ختم کر دی۔ امریکہ کے نزدیک اسے تیل کے محاصرے سے روکنا دہشت گردی ہے۔ عرب باشندے اسے اپنا تحفظ سمجھتے ہیں جو بن لادن کے ذریعہ حاصل ہوا، اُسامہ خود بجا طور پر اسے اپنے وطن کے مفادات کا تحفظ سمجھتا ہے۔

صومالیہ سے مایوس ہو کر محاصرے کے لیے اگلا پوائنٹ منتخب کیا گیا یمن عرصہ تک دو ٹکڑوں میں بٹے رہنے کے بعد متحد ہو چکا تھا، وہاں جنوب کو جو پہلے کمیونسٹ بلاک کا حلیف تھا شمال کے خلاف متحرک کر دیا گیا۔ پھر سے خانہ جنگی شروع ہو گئی آویزش شدت اختیار کرنے لگی۔ سعودی عرب بھی اس میں ملوث ہو گیا۔ خطرہ اُسامہ کے وطن کے عین سر پر پہنچ گیا تھا چنانچہ اُسامہ سوڈان سے یمن یا اس کے قریب منتقل ہو گیا۔ امریکہ کی بھرپور امداد کے باوجود اس نے اپنی حیران کن حکمت عملی سے شمالی یمن کے دفاع کو منظم کیا اور جنوبی یمن کی باغی فوج کو مکمل شکست دلوا دی یمن پھر سے متحد ہو گیا۔ سعودی عرب کی سرحد پر آویزش کا خاتمہ ہو گیا۔ امریکہ دو حصوں میں بٹ جانے والے عرب ملک یمن کو متحد کرنے کی کاروائی کو دہشت گردی کہتا ہے۔

یمنی تباہی سے بچ جانے پر اُسامہ کے شکر گزار ہیں اور وہ خود یہ سمجھتا ہے کہ اس نے اپنے وطن کو ایک شدید خطرے سے نجات دلائی ہے۔

آویزش کا ایک اور میدان وہی افغانستان تھا جہاں اُسامہ نے سالوں غاروں میں رہ کر جہاد کیا تھا اور اپنے ساتھی عرب شہیدوں کی لاشیں اپنے ہاتھوں سے دفن کی تھیں۔ ابتداء میں امریکہ نے طالبان کے مسئلے پر پاکستان کا ساتھ دیا لیکن جب واضح ہو گیا کہ طالبان ایک اسلامی حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے تو نہ صرف ان کے خلاف ہو گیا بلکہ وسط ایشیا کے تیل تک رسائی کے لیے متبادل راستے تلاش کرنے شروع کر دیئے۔ چنانچہ کچھ عرصہ قبل امریکہ کی طرف سے ایران کے ساتھ معافی تلافی کی کوششیں شروع کی گئیں۔ دوسری طرف صدر کلنٹن نے چین کا تاریخ کا سب سے بڑا دورہ کیا اور چین کو باور کرانے کی کوشش کی کہ اگر وہ وسط ایشیا کے تیل اور دیگر معدنی ذخائر تک رسائی میں

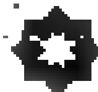
امریکہ کا شریک بن جائے تو اسے مشرق میں امریکہ کا سب سے بڑا حلیف اور دنیا کی دوسری سپر پاور کی حیثیت سے تسلیم کیا جائے گا۔ منصوبہ یہ نظر آتا ہے کہ افغانستان میں مستقل آویزش قائم رکھی جائے تاکہ ایٹمی پاکستان افغانستان کے ذریعے وسط ایشیا کے ساتھ روابط نہ بڑھا سکے اور تیل کی پائپ لائن متبادل کے راستے تعمیر کر لی جائے جو ایران سے گزرتا ہے۔ اب چوروں کی طرح پاکستان کی فضائی حدود کی خلاف ورزی کرتے ہوئے افغانستان پر میزائلوں کے حملے سے یہ فوائد حاصل کرنے مقصود ہیں کہ طالبان کی قوت کو کمزور کیا جائے۔ انہیں دہشت گردی کے الزام میں ملوث کیا جائے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ان کے مخالف ایران کو پیغام دیا جائے کہ اب امریکہ اس کے مفادات کا مخالف نہیں محافظ ہے۔ اس لیے ایران اور امریکہ کی صلح دونوں کے بہترین مفاد میں ہے۔ اُسامہ نے نہ صرف افغانستان کی داخلی آویزش کا خاتمہ کرنے میں مدد دی ہے بلکہ آئندہ امریکہ کو یہ خطرہ ہے کہ وہ اپنی دولت، وسائل اور مہارت سے اسلامی افغانستان کی تعمیر و ترقی میں اہم ترین کردار ادا کرے گا۔ سوڈان کی طرح افغانستان کے ذرائع مواصلات کو ترقی دے کر اسے دنیا کے ساتھ وسط ایشیا کی تجارت کو محفوظ اور مختصر ترین فطری راستہ بنا دے گا۔ اس لیے ضروری ہو گیا تھا کہ نہ صرف اُسامہ بن لادن کو ختم کر دیا جائے بلکہ افغانستان اور پاکستان کے تعلقات بھی خراب کرائے جائیں جو آویزش افغانستان کے آزاد ہونے کے بعد ختم ہوتی نظر آتی ہے وہ پاکستان افغانستان اور ایران کے درمیان شروع کرا دی جائے۔ اُسامہ بن لادن کے حالیہ انٹرویوز کے بعد اس پر حملے کا بہترین بہانہ ایسی کارروائیاں ہو سکتی تھیں جو کینیا اور تنزانیہ میں ہوئیں۔ عین اس وقت جب کلنٹن کو ذاتی طور پر جنسی سکینڈل سے لوگوں کی توجہ ہٹانے کی ضرورت تھی اور وسط ایشیا کے تیل تک پہنچنے کے لیے ایران اور وسط ایشیا کی ریاستوں سے تعلقات بہتر بنانے کی ضرورت تھی تو عین اس وقت نیروبی اور تنزانیہ میں حملے ہو گئے اور دنیا کی واحد سپر پاور نے کروز میزائل چلا دیئے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ کی امریکہ پر رحمتیں واقعی بے کنار تھیں۔ عین ان اوقات میں جب سفارت خانے کے ذمہ دار عملے کے علاوہ اپنے کاموں کے لیے آنے والے باشندوں کا حق ہوتا ہے نیروبی اور دارالسلام کے سفارت خانوں میں کام کرنے والے یا کاموں کے لیے آنے والے اکثر امریکیوں کے دل میں بیک وقت یہ بات ڈال دی کہ وہ سفارت خانے کی عمارتوں سے دور ہو جائیں تاکہ بم دھماکوں سے سفید فام امریکیوں کا نقصان چند نفوس سے زیادہ نہ ہو اور صدر کلنٹن کو میزائل چلانے کا موقع بھی مل جائے لیکن اللہ کے کام بھی نرالے ہیں میزائل چلاتے وقت ہی اس کی رحمت کا رخ امریکیوں سے پھر کر اُسامہ بن لادن جیسے "گنہگار مجرم" کی طرف ہو گیا۔

لوگوں نے ابھی تک بہت سے دوسرے بنیادی سوالوں پر غور نہیں کیا۔ میڈم البرائٹ کہتی

ہیں کہ ہم سفارتخانوں پر حملے سے پہلے ہی دونوں ملکوں کو نشانہ بنانے کی منصوبہ بندی کر رہے تھے۔ یہ کیونکر ہوا امریکی ضرورت کے عین مناسب ترین حملہ آوروں کو اپنی کارروائی کے لیے سگنل مل گیا۔

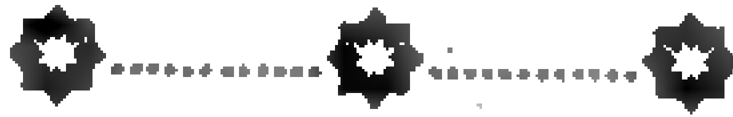
اُسامہ بن لادن امریکہ سے خوفزدہ ہوتے تو خود یہ انکشاف کبھی نہ کرتے کہ صومالیہ میں انہوں نے امریکی افواج کے خلاف کارروائی میں مدد دی تھی۔ اب انہیں جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے۔ وہ کبھی الفاظ کا قیمہ نہیں کرتے۔ واشگاف طور پر امریکہ کو اپنا دشمن قرار دیتے ہیں۔ اگر انہوں نے یہ کارروائی کی ہوتی تو وہ کیوں دونوں سفارتخانوں پر حملہ کی ذمہ داری کی تردید کرتے۔ ان کے تمام جاننے والے متفق ہیں کہ وہ نڈر انسان ہیں کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔ اس کے برعکس امریکہ کی تاریخ ایسی بے عیب منصوبہ سازی کے تذکروں سے روشن ہے جسے دنیا خواہ مخواہ فریب دہی کا نام دیتی ہے۔

جو امریکہ پاکستان کے صدر کو قتل کرنے کے لیے اپنے سفیر اور فوجی افسروں کی قربانی دے سکتا ہے وہ وسط ایشیا تک راستہ صاف کرنے کے لیے دارالاسلام اور نیروبی میں اپنے سفارتی عملے اور وزیٹرز کے بیسویں سے بھی کم حصے کی قربانی کیوں نہیں دے سکتا، اُسامہ بن لادن خود مانتا ہے کہ امریکی بہت عقل مند لوگ ہیں۔ روسی احمق تھے کہ بہادری اور مردانگی کے نام اتنا عرصہ مجاہدین کے خلاف دو بدو لڑے۔ امریکی فوجی جان کو خطرے میں ڈالنے کی حماقت نہیں کرتے وہ تو فرح عدید کے نیم مسلم فوجیوں کے سامنے اس طرح بھاگے کہ دوبارہ صومالیہ کا نام تک نہیں لیا بلکہ فرح عدید سے صلح کر کے سب کچھ اس کے حوالے کر دیا۔ اپنے مفادات کے لیے قوموں کو قربانیاں دینی ہی پڑتی ہیں لیکن جب فوج عقل مند ہو جائے اور قربانی دینے سے گریزاں ہو تو اس وقت اپنے ہاتھوں سے بے خبر سفارت کاروں اور غیر فوجی کاموں میں مشغول بریگیڈیئر جنرل واسم جیسے لوگوں کو قربان کرنا ناگزیز ہو جاتا ہے۔ نیروبی اور دارالسلام کے امریکی شہداء بھی جانثاری کی اپنی زریں روایت کا حصہ معلوم ہوتے ہیں جن کے تذکرے رہتی دنیا تک باقی رہیں گے۔ امریکہ کی طرف سے مخالف نظریات رکھنے والوں پر کوئی نہ کوئی الزام لگا کر انہیں قتل کرنے اور الزام نہ ملے تو چوری حملے کرنے جیسی کارروائیوں کی تاریخ بہت قدیم ہے۔ چند دن پہلے جنوبی افریقہ کے بشپ ڈیسمنڈ ٹوٹو نے جو عرصے تک امریکی ذرائع ابلاغ کا دل پسند کردار رہے ہیں وہ دستاویزی ثبوت عدالت کو پیش کیے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اس صدی کی چھٹی دہائی میں قانون، انصاف اور امن کے علمبردار امریکہ نے اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل ڈاگ ہیمر شولڈ کو فضائی حادثے کے ذریعے قتل کرایا۔



اُسامہ بن لادن نے مارچ 1997ء میں پیٹر آرنیٹ کو دیئے ہوئے انٹرویو میں لبنان میں

یو این او کے قائم کردہ ریفیوجی کیمپ پر اسرائیل کے حملے کا سوال اٹھایا ہے۔ جس سے سینکڑوں عورتوں اور بچوں کے کٹے ہوئے اعضاء سارے علاقے میں بارش کی طرح برسے۔ اس حملے میں امریکہ کا روشن ترین کردار اس حقیقت سے واضح ہو جاتا ہے کہ جب سیکورٹی کونسل کے ارکان نے اس وقت کے سیکرٹری جنرل بطرس غالی سے اس کیمپ پر ہونے والے حملے اور ان کے نقصانات کی تفصیل طلب کی تو میڈم البراہٹ نے جو اس وقت یو این او میں امریکہ کی مستقل مندوب تھیں غالی کو پرائیویٹ طور پر حکم دیا کہ وہ تفصیل فراہم نہ کرے۔ یہ بات سیکرٹری جنرل کے لیے ممکن نہ تھی۔ جب اس نے یو این او کی مرتب کردہ رپورٹ سیکورٹی کونسل کے ممبران کو فراہم کر دی تو البراہٹ نے صاف کہہ دیا کہ ان کے حکم پر سیکورٹی کونسل کی حکم عدولی نہ کرنے کی سزا غالی کو ضرور دی جائے گی۔ غالی نے اب تک بزعم خویش امریکہ اور اسرائیل کی بہترین خدمات سرانجام دی تھیں اور دوسری ٹرم کے حق دار بن چکے تھے لیکن امریکہ نے ان کی چھٹی کروا دی کیونکہ یو این او نام کے جس ادارے کو مہذب دنیا کا گڑھ سمجھا جاتا ہے دراصل وہ بھی امریکہ کا ایک اڈہ ہے جسے وہ ساری دنیا کی طرح اپنی مرضی سے چلاتا اور اپنی انگلیوں پر نچاتا ہے اس سے زیادہ حیثیت اس ادارے کی اب نہیں رہی۔



اُسامہ بن لادن امریکہ کے لیے ڈراؤنا خواب بن چکے ہیں۔ مہمان نوازی کے سلسلے میں طالبان نے اُسامہ کے لیے جو شرائط رکھی تھیں وہ ان پر مکمل عمل پیرا ہیں۔ افغانستان کے امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد نے امریکہ کو خبردار کیا ہے کہ وہ اُسامہ بن لادن کی ہر قیمت پر حفاظت کریں گے اس کے لیے خواہ انہیں اپنا خون ہی کیوں نہ بہانا پڑے۔ انہوں نے کہا کہ اُسامہ ہمارے قوانین کی پابندی کر رہے ہیں۔ ہمیں سو فیصد یقین ہے کہ افغان سرزمین پر رہ کر وہ کبھی کسی قابل اعتراض سرگرمی میں ملوث ہوئے نہ آئندہ ہوں گے امریکی ادارے اور خفیہ ایجنسیاں اپنی ناکامیاں چھپانے کے لیے اُسامہ بن لادن پر الزام لگا رہی ہیں۔

طالبان وزیر خارجہ ملا حسن اخوند نے بھی اس بات کا اعادہ کرتے ہوئے کہا کہ اگر امریکہ اُسامہ بن لادن پر بم دھماکوں میں ملوث ہونے کے ٹھوس ثبوت بھی پیش کر دے تب بھی انہیں امریکہ کے حوالے نہیں کیا جائے گا۔ اگر امریکیوں کا افغانستان سے کسی کو اٹھانے کا منصوبہ ہے تو پھر ہم دیکھ لیں گے کہ وہ کیسے اس پر عمل کرتے ہیں۔ اگر ایسا ہوا تو وہ عالمی قوانین کی خلاف ورزی کے مرتکب ہوں گے۔ میں نہیں سمجھتا کہ وہ افغانستان میں مداخلت کریں گے کیونکہ افغانستان میں مداخلت کرنے والوں کا حشر دنیا دیکھ چکی ہے۔

امریکی وزیر خارجہ میڈلین البرائٹ نے طالبان سے کہا ہے کہ اگر وہ چاہتے ہیں کہ امریکہ ان کی حکومت کو تسلیم کرلے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اُسامہ بن لادن کو امریکہ کے حوالے کر دیں۔

امریکہ کا الزام ہے کہ سعودی مجاہد اُسامہ امریکہ کے خلاف عالمی پیمانے پر تخریبی سرگرمیوں میں ملوث ہیں۔ 1993ء میں امریکہ کے ورلڈ ٹریڈ کا بم دھماکہ اور سعودی عرب میں امریکی ٹھکانوں پر بموں سے حملے اُسامہ نے کرائے، امریکہ کا کہنا ہے کہ اُسامہ بن لادن کھلم کھلا امریکہ کو دھمکیاں دیتا رہا ہے۔

امریکی اخبار واشنگٹن پوسٹ نے خبر دی ہے کہ اُسامہ بن لادن کے پاس چار سے پانچ ہزار مسلح جانبازوں کا گروپ موجود ہے جو سعودی عرب، سوڈان، مصر، یمن، ایتھوپیا، صومالیہ، افغانستان اور

پاکستان میں ہمہ وقت سرگرم عمل ہے۔ یہ گروپ ہر وقت تیاری کی حالت میں چوکنا رہتا ہے۔ اُسامہ کے پاس زمین سے فضا میں مار کرنے والے میزائلوں، مارٹرز، راکٹوں اور ٹینکوں کا بھی بڑا ذخیرہ ہے۔ جو اس نے افغانستان میں محفوظ کر رکھا ہے۔ اخبار نے مزید بتایا ہے کہ اُسامہ بن لادن کے جانبازوں نے 1993ء میں صومالیہ میں امریکی فوج کے خلاف چھاپہ مار جنگ لڑی جوان کی سب سے بڑا فتح ہے۔ اخبار نے یہ بھی الزام لگایا ہے کہ اُسامہ کا فلپائن میں مسلح نیٹ ورک اور منظم چھاپہ مار گروپ بھی موجود ہے۔

امریکن پولیٹیکل ڈیپارٹمنٹ نے افغان طالبان کے متعدد گروہوں سے بھی ساز باز کر لی ہے اس وقت امریکی ایجنسیوں کے پانچ گروپ بنائے گئے ہیں جن کا ٹارگٹ اُسامہ کو زندہ یا مردہ حالت میں امریکہ کے حوالے کرنا ہے۔ معتبر ذرائع کا خیال ہے کہ اُسامہ کے خلاف کارروائی میں جنرل عبدالرشید دوستم نے اپنی معاونت کی پیشکش بھی کر دی ہے۔ امریکہ نے بعض دیگر افغان گروہوں سے رابطے قائم کر کے اُسامہ کے خلاف بڑے آپریشن کی تیاری بھی شروع کر دی ہے۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ سعودی عرب اور کویت میں کئی برس قیام کر کے بہت سے امریکیوں نے عربی زبان پر عبور حاصل کر لیا ہے۔ یہ لوگ عربی اور پشتو بہ آسانی بول سکتے ہیں۔ اکثر امریکی عربی لباس میں ملبوس رہتے تھے۔

دریں اثناء اُسامہ نے بھی جوابی کارروائی کے لیے حکمت عملی وضع کر لی ہے۔ اُسامہ بن لادن نے اپنی جہادی تنظیم کے تجربہ کار کمانڈروں کے اجلاس میں فیصلہ کیا ہے کہ تنظیم کا کوئی رکن اگر کسی امریکی شہری کو قتل کرے گا تو اسے دس ہزار امریکی ڈالر انعام دیا جائے گا۔ ان اقدامات کے بعد خود اُسامہ کی حفاظت کے انتظامات مزید سخت کر دیئے گئے ہیں۔ پرانے حفاظتی دستوں کو ہٹا کر عرب اور افریقی مجاہدین کو اُسامہ کی حفاظت پر تعینات کر دیا گیا ہے۔

عالمی سطح پر سرگرم اسلامی مسلم تنظیموں نے کہا ہے کہ امریکہ کی مکمل تباہی تک مسلح مسلم مجاہدین اپنا مشن جاری رکھیں گے۔ لندن سے شائع ہونے والے عربی اخبار ''الحیات'' کی رپورٹ کے مطابق اسلامی مجاہدین کا کہنا ہے کہ جس طرح روس کے ٹکڑے ہوئے تھے اسی طرح امریکہ بھی جلد تباہی کا شکار ہو جائے گا۔

امریکی حملوں کے جواب میں اُسامہ بن لادن نے اعلان کیا ہے کہ امریکہ کے خلاف ہمارا جہاد اس وقت تک جاری رہے گا جب تک وہ سعودی عرب اور دوسرے مسلمانوں ملکوں سے نہیں نکل جاتے۔ عملی شکل میں جہاد شروع ہو چکا ہے۔ ہمارے نزدیک سرحدوں کی کوئی حیثیت نہیں۔ ہم مسلمان شہادت کے ہمیشہ طلبگار رہتے ہیں۔ جزیرہ عرب پر صیہونی طاقتوں کا قبضہ ہے اور پورے علاقے میں مکمل کنٹرول حاصل کرنے کی کوششیں جاری ہیں۔ مقامات مقدسہ پر کھلا اور خفیہ قبضہ ہو چکا ہے۔ اب

دنیا بھر کے مسلمانوں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ ان عظیم مقامات سے کافروں کو نکالنے کے لیے جدوجہد شروع کر دیں۔

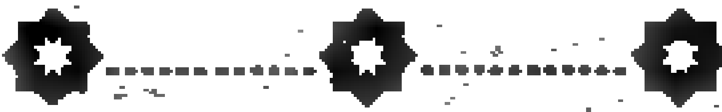
اُسامہ پر امریکی حملے پر پاکستانی علماء اور عوام نے شدید ردعمل ظاہر کیا ہے۔ بعض علماء نے تو فتویٰ جاری کر دیئے ہیں کہ اگر شیخ اُسامہ کو گرفتار کیا گیا یا ان کو نقصان پہنچایا گیا تو جتنی حکومتیں، تو تیں اس عمل میں شریک ہوں گی شرعاً ان کے خلاف جہاد فرض ہوگا کیونکہ اُسامہ اس وقت دنیا میں جہاد اور غلبہ اسلام کے علمبردار ہیں اور اپنا تن، من، دھن جہاد اور غلبہ اسلام کے لیے قربان کر چکے ہیں۔ لہٰذا اس صورت میں علماء کے فتویٰ پر عمل کرنا مسلمان حکمرانوں پر واجب ہے۔

امریکی حملے کو امریکی عوام اور بعض سینیٹروں نے بھی ناپسند کیا ہے اور کہا ہے کہ ایک غلط صدر نے غلط وقت پر غلط فیصلہ کیا ہے اور معاملے کو امن سے سلجھانے کی بجائے خود دہشت گردی کا ارتکاب کیا ہے اور کلنٹن نے جنسی بحران کو ختم کرنے کے لیے رائے عامہ کا رخ بدلا ہے۔

اسرائیل نے افغانستان اور سوڈان پر امریکی حملوں پر خوشی کا اظہار کیا ہے۔ برطانیہ نے امریکی حملوں پر حمایت کی ہے۔ البتہ امریکی عوام میں اُسامہ کی گرفتاری کے سلسلوں میں کی گئی کارروائیوں کے ضمن میں متضاد آرائی پائی جاتی ہیں۔ اکثریت کا خیال ہے کہ مبینہ دہشت گردی کا جواب اس طرح دینا مناسب نہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ صدر کلنٹن نے اپنے خلاف غیر اخلاقی سکینڈل کی خفت مٹانے کے لیے اُسامہ کا مسئلہ کھڑا کیا ہے۔

ایک بات تو روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ امریکہ اُسامہ بن لادن پر چاہے جتنا دہشت گردی کا الزام عائد کرے انہیں صدام حسین نہیں بنا سکے گا کیونکہ دونوں کی شخصیت، افکار اور علاقائی و عالمی کردار میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ صدام حسین نے اپنے پہلے اقدام یعنی کویت پر حملے کر کے بین الاقوامی قانون اور اخلاقیات عامہ کی نظروں میں اپنی وقعت کھو دی تھی جبکہ اُسامہ بن لادن کے بنیادی مطالبے کو یعنی ان کے ارض وطن سے امریکی فوجیں نکل جائیں کیونکہ وہاں پر ان کی موجودگی کا کوئی جواز باقی نہیں رہا۔ صدام حسین کے کویت پر قبضہ کرنے کے اقدام کے مقابلے میں بہر صورت ایک اصولی اور اخلاقی برتری حاصل ہے۔...... اُسامہ بن لادن نے اس ہدف کے حصول کے لیے جو جدوجہد شروع کر رکھی ہے اس کا ایک پہلو عالمی سطح پر ارض حرمین الشریفین سے امریکی فوج کے انخلاء کے مطالبے کو اٹھانا ہے۔ اور دوسرا اس کے لیے عملی جدوجہد کرنا ہے۔ اسی جدوجہد کے دوران اس نے 1996ء میں دھران (سعودی عرب) میں امریکی ایئر فورس کے مستقر پر حملہ کیا جس کے نتیجے میں انتیس امریکی فوجی لقمہ اجل بن گئے تھے۔ امریکی دعووں کے برعکس یہ کسی بھی معنی میں دہشت گردی کی

کارروائی نہ تھی کیونکہ اُسامہ بن لادن نے امریکہ کے خلاف کھلی جنگ یا جہاد کا اعلان کر رکھا ہے۔ اس نے یہ کارروائی اپنی ارض وطن میں قائم دشمن کے فوجی اڈے پر کی تھی اور اس میں مقیم غنیم کے فوجیوں کو نشانہ بنایا تھا کسی سول ٹارگٹ یا عام شہریوں کو نہیں .... یہ اقدام کس حد تک برگ و بار بھی لایا............ اُسامہ بن لادن کی یہ کارروائی محض چند امریکیوں کی موت پر منتج نہ ہوئی بلکہ اس کے بعد امریکیوں نے اعلان کئے بغیر سعودی عرب میں اپنے تمام فوجیوں کے کیمپ اور دفاتر شہروں کے قریب سے دور لے جا کر صحرائی علاقے میں قائم کر لیے تاکہ عام سعودی شہریوں کی نگاہوں سے دور رہیں۔ اس سے اُسامہ بن لادن کی جدوجہد کے بارے میں دو باتیں اظہر من الشمس ہو کر سامنے آتی ہیں۔ ایک تو اسے اپنے ہدف میں جزوی کامیابی ہوئی اور امریکی فوج حرمین الشریفین کے شہروں سے نکل کر صحراؤں میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے دوسرے اس سے سعودی شہریوں میں اُسامہ کی مقبولیت کا پتہ چلتا ہے۔ انہوں نے اپنی ارض وطن سے ناجائز طور پر مسلط غیر ملکی فوجوں کے انخلا کے مطالبے کو اپنے ہم وطنوں کے اندر اتنا مقبول بنا دیا ہے کہ اب کوشش کی جاتی ہے کہ وہ سعودی شہروں کے بازاروں میں چلتے پھرتے نظر نہ آئیں۔ اس کے برعکس صدام حسین نے خفیہ طور پر امریکہ کے اکسانے پر ایک ہمسایہ چھوٹی ریاست پر غیر منصفانہ طریق اور جارحانہ انداز میں قبضہ کر کے پوری دنیا کی امن پسند قوموں کی آزادی کے تحفظ کے علمبردار عوام کے دلوں میں اپنے لیے نفرت پیدا کر لی۔ اُسامہ صدام کے برعکس ایک بامقصد اور نظریاتی آدمی ہے۔ اس کے پیچھے کوئی ریاستی طاقت نہیں وہ دولتمند ضرور ہے لیکن یہ دولت بھی امریکی تخمینوں کے مطابق تین سو ملین ڈالر سے زائد نہیں۔ اس کی پشت پر مسلم دنیا کے تقریباً ہر علاقے سے تعلق رکھنے والے رضا کار نوجوانوں کی فوج ظفر موج ہے جو اس کی شخصیت پر مر مٹنے کو تیار او اس کے اشارہ ابرو پر ہر کام کرنے کے لیے آمادہ ہوتے ہیں۔ لہٰذا امریکہ کے پالیسی سازوں کی یہ بہت بڑی غلطی ہے جو انہوں نے صدام حسین کے مقابلے میں بروئے کار لانے والے ہتھکنڈوں کو اُسامہ بن لادن پر بھی استعمال کرنا شروع کیا ہے۔ امریکی کارروائیوں کے نتیجے میں اُسامہ دنیا بھر کے ان مسلمان نوجوانوں کا ہیرو بھی بن جائے گا جو بظاہر مذہب اور مذہبی شعار سے بہت زیادہ وابستگی نہیں رکھتے کیونکہ وہ جو لڑائی بھی لڑ رہا ہے وہ مسلمانوں کے عمومی مفادات کی جنگ ہے۔ یہ ارض حرمین الشریفین کو آزاد کرانے کی لڑائی ہے۔ اور اسی میں سارا عالم اسلام اُسامہ بن لادن کا ہم آواز ہے ان کے خلاف امریکہ زبانی دعوؤں کے علاوہ ابھی تک دہشت گردی کا کوئی باقاعدہ ثبوت پیش نہیں کر سکا۔



میری کولون سنڈے ٹائمز لندن اور کچھ غیر ملکی صحافیوں نے اُسامہ بن لادن سے امریکی سفارتخانوں کی تباہی سے پہلے اور بعد میں ملاقاتیں کی تھیں جن کی روداد ملاحظہ فرمائیں۔

پہاڑی سلسلوں میں موجود اس غار کا منہ بڑے بڑے پتھروں سے اس طرح ڈھانپا گیا تھا کہ بادی النظر میں غار پہاڑوں ہی کا حصہ دکھائی دے رہی تھی۔ جب میں غار میں داخل ہوئی تو میرے سامنے چٹانوں جیسے آہنی اعصاب کا مالک اُسامہ بن لادن بیٹھا ہوا تھا۔ جس کے سامنے ایک کونے میں ایک کمپیوٹر مانیٹر کی سکرین پر کچھ الفاظ جگمگا رہے تھے۔ ایک طرف فیکس مشین اور ٹیلی فون دھرے تھے ان سب کا مواصلاتی رابطہ سیٹلائیٹ ٹیلیفون کے ذریعے دنیا کے کونے کونے سے بندھا ہے۔

یہ تھی ارب پتی سعودی نژاد اُسامہ بن لادن کی مکمل کائنات۔

ان تین مشینوں کے ساتھ اُسامہ بن لادن اپنے اس ہیڈ کوارٹر میں بیٹھ کر امریکہ کی حکومت کے ساتھ جنگ لڑ رہا ہے۔

دنیا کی سب سے بڑی سپر پاور کے خلاف ایک تھکا دینے والی لڑائی .... جس نے بلاشبہ امریکہ کے اعصاب تھکا دیئے ہیں اور یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اب وہ امریکہ کے لیے اعصاب شکن بنا جا رہا ہے۔

اس غار کے دوسرے سرے کا خاتمہ ایک گرد آلود کچی سڑک کے آغاز پر ہوتا ہے جو یہاں سے مشرقی افغانستان کے شہر جلال آباد تک جاتی ہے اور اس راستے پر کہیں اُسامہ بن لادن کا وہ مضبوط اعصابی مواصلاتی نظام موجود ہے جس کے ذریعے وہ مشرق وسطیٰ، امریکہ، یورپ اور افریقہ میں موجود ان مسلم تنظیموں سے رابطہ بنائے رکھتا ہے جنہوں نے ساری دنیا خصوصاً امریکہ اور اسرائیل کی انٹیلی جنس ایجنسیوں کو تگنی کا ناچ نچا رکھا ہے۔

مغربی انٹیلی جنس ایجنسیوں کو یقین ہے 1995ء میں سعودی عرب کے شہر ریاض کے ایک امریکی فوجی مستقر میں کار بم سے ہونے والا دھماکہ جس میں 5 امریکی مارے گئے تھے اُسامہ بن لادن کے ایک ''ای میل'' پیغام کے ذریعے کیا گیا تھا جو اسی پہاڑی سلسلے سے بھیجا گیا تھا۔

حال ہی میں نیروبی اور دارالسلام میں ہونے والے بم دھماکے میں بھی 248 لوگ جن میں 12 امریکن بھی شامل ہیں مارے گئے اور 5000 زخمی ہوئے امریکنوں کے نزدیک یہ دھماکے بھی اُسامہ بن لادن کے حکم سے کیے گئے ہیں اور امریکہ اُسامہ کو ان دھماکوں کا ''سرغنہ'' تسلیم کرتا ہے۔

ان کی دہشت اور خوف زدگی کا یہ عالم ہے کہ وہ یہ سمجھ رہا ہے گویا اُسامہ بن لادن اپنی دولت کے ذریعے ''اسلامک نیوکلیر بم'' خریدنے کے لیے کوشاں ہے اور ''موساعد'' کو یقین ہے کہ وہ یہ ایٹمی ہتھیار حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ مغربی دنیا باور کرتی ہے کہ افغانستان میں اُسامہ کے تین مضبوط مراکز ہیں جبکہ خیمہ بستیوں کی صورت میں مختلف مراکز میں اس کی قیام گاہیں صرف دھوکہ دینے کے لیے استعمال کی جا رہی تھیں۔ شاید سیکورٹی معاملات کی وجہ سے مغربی دنیا کے صحافیوں کو اس کے مراکز قندھار اور لوگر ہی دکھائے گئے جبکہ اس کا اصلی ہیڈ کوارٹر وہی پہاڑی غار ہے جس کا تذکرہ شروع میں کیا گیا۔

اس غار کے اندر اُسامہ لیے لیے تین کمرے بنائے گئے ہیں۔

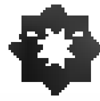
ایک اُسامہ کا بیڈ روم جس میں وہ ہمیشہ اپنی کلاشنکوف بندوق کے ساتھ موجود رہتا ہے اس کا کہنا ہے کہ یہ بندوق اس نے ایک روسی جرنیل سے چھینی تھی اس بیڈ روم میں تین انتہائی غیر آرام دہ لوہے کی چارپائیاں دھری ہیں جن پر سستے سے کمبل کے بستر بچھائے گئے ہیں۔

ایک کونے میں دھرے شیلف پر قرآن پاک اور احادیث کی کتابیں رکھی ہیں جو اس کے مطالعے میں رہتی ہیں۔

اس سے ملحقہ دوسرے کمرے کو اُسامہ بن لادن کا اسلحہ خانہ بھی کہا جا سکتا ہے جہاں کلاشنکوف، اسالٹ، مارٹر اور دوسرا اسلحہ موجود ہے اور تیسرے کمرے میں ایک بڑی میز پر دو کمپیوٹر دھرے ہیں جن کے ذریعے اس کا رابطہ ساری دنیا سے جڑا ہے۔

بن لادن 200 تا 400 ملین ڈالر سرمائے کا مالک ہے اور اس کا بزنس صرف اپنے جیسے بنیاد پرست مسلمانوں کے ذریعے ہی نہیں بلکہ مغربی ممالک کے ذریعے دنیا کے کونے کونے تک پھیلا

ہوا ہے۔ دنیا کی بڑی بڑی تعمیراتی کمپنیوں کے ذریعے وہ تعمیرات کے ٹھیکے لیتا ہے اور سٹاک مارکیٹوں میں اس کا سرمایہ لگا ہوا ہے۔



اُسامہ بن لادن کا جہاد مغربی استعماریت کے خلاف ہے لیکن اس نے اس جہاد کے لیے فرسودہ طریقے نہیں اپنائے بلکہ جدید مغربی ٹیکنالوجی اپنا رکھی ہے سونے کا چمچہ منہ میں لے کر پیدا ہونے والے اس سعودی شہزادے کی زندگی نے اب عجب کروٹ لی ہے۔ کبھی اس کے دسترخوان پر دنیا بھر کی نعمتیں سجی ہوں گی لیکن اب وہ اور اس کے ساتھی سادہ ڈبل روٹی، چیز اور چائے پر گزارہ کرتے ہیں۔

حال ہی میں اس سے ملاقات کرنے والے ایک مغربی صحافی نے بتایا کہ اس نے اُسامہ بن لادن اور اس کے پانچ ساتھیوں کو ڈنر کرتے دیکھا............

لیکن .... ان کا ڈنر تھا چار ابلے ہوئے انڈے۔ جی ہاں .... انہوں نے چار ابلے ہوئے انڈے آپس میں تقسیم کیے اور اپنا ڈنر مکمل کر لیا۔

اس غار میں زندگی کا رابطہ جوڑے رکھنے کے لیے بجلی کی ضرورت پیش آتی ہے جس کے لیے جنریٹر استعمال کیے جاتے ہیں لیکن اُسامہ بن لادن کے پاس ہر وقت ایک ٹارچ موجود رہتی ہے تا کہ ممکنہ بلیک آؤٹ سے نمٹا جا سکے۔ اس علاقے میں پڑنے والی شدید سردی کا مقابلہ کرنے کے لیے اس غار میں گرم پانی کے پائپ گزارے گئے ہیں۔

غار کی حفاظت کے لیے اس کے گرداگرد اینٹی ایئر کرافٹ گنیں نصب ہیں جن کی حفاظت کے لیے اس کے جانثار عربی اور افغانی مجاہدین کا ایک تربیت یافتہ گروپ موجود رہتا ہے جن میں سعودی عرب، کویت، یمن اور افغانستان کے وہ مجاہدین شامل ہیں جو اس سے پہلے روسی فوجوں کے خلاف ایک کامیاب اور تباہ کن جنگ لڑ چکے ہیں۔

یہ اُسامہ بن لادن کے وہ جانباز سپاہی ہیں جنہیں بلاشبہ گوریلا جنگ کے ماہرین شمار کیا جاتا ہے۔

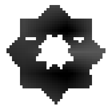
رات کے کسی بھی پہر اچانک زوردار دھماکے شروع ہو جاتے ہیں اور مہمانوں کو استفسار پر بتایا جاتا ہے کہ یہ تربیتی فائرنگ ہے اپنی گنوں کی کارکردگی چیک کرنے کے لیے ایسی فائرنگ وہ اکثر

کرتے رہتے ہیں۔

اس غار سے قریباً ایک کلومیٹر کے فاصلے پر طالبان کی ایک چیک پوسٹ ہے جہاں سے گزرے بغیر کوئی اُسامہ بن لادن تک نہیں پہنچ سکتا۔

اُسامہ کو علم ہے کہ امریکن اور اسرائیلی شکاری کتوں کی طرح اس کا تعاقب کر رہے ہیں۔ اس تلخ حقیقت کا احساس اس کے ساتھیوں کو بھی ہے جو اس کی سیکیورٹی کے لیے اپنی دانست میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتے۔

لیکن .... اُسامہ بن لادن اس خطرے سے قطعی بے نیاز دکھائی دیتا ہے اسے اس بات کی قطعاً پرواہ نہیں کہ امریکن اور اسرائیلی اس کے پیچھے کس طرح ہاتھ دھو کر پڑے ہیں۔



امریکنوں کو اس کے حالیہ ''فتویٰ'' نے بوکھلا کر رکھ دیا ہے۔

اُسامہ بن لادن نے گزشتہ دنوں لندن کے اخبارات میں امریکہ کے خلاف ایک فتویٰ جاری کرتے ہوئے ساری دنیا کے مسلمانوں سے اپیل کی تھی کہ وہ امریکن افواج کو مقدس اسلامی ممالک کی سرزمین خصوصاً سعودی عرب سے نکالنے کے لیے اپنا فرض ادا کریں۔

اُسامہ بن لادن مسلم ممالک میں امریکی فوج کے قیام کا سخت مخالف ہے اس کی اس مخالفت نے اسے سعودی عرب میں ''باغی'' کا درجہ دلا دیا ہے کیونکہ وہ ان تمام مسلم حکمرانوں کے خلاف ہے جو امریکن فوجوں کو اپنی حفاظت کے لیے اپنے ممالک میں رکھے ہوئے ہیں۔

امریکن اپنے خلاف ہونے والے تین اہم آپریشنز کے لیے اُسامہ بن لادن کو ذمہ دار گردانتے ہیں۔

(1) 1999ء کا نیویارک کے ورلڈ ٹریڈ سنٹر میں ہونے والا دھماکہ

(2) 1995ء میں ریاض (سعودی عرب) میں کار بم دھماکہ جس میں 5 امریکن فوجی مارے گئے۔

(3) 1996ء میں ''الجبز'' (سعودی عرب) میں ''ٹرک بم'' کا دھماکہ جس میں 19 امریکن فوجی اپنی چھاؤنی میں مارے گئے تھے۔

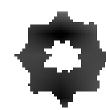
اُسامہ بن لادن نے اپنے اقدامات چھپانے کے لیے کچھ زیادہ تگ و دو نہیں کی۔ یہ کہنا

بے جا نہ ہوگا کہ اس نے امریکنوں کے الزامات کو کبھی در خور اعتنا ہی نہیں جانا۔

لادن نے کچھ روز پہلے اپنے سیٹلائیٹ ٹیلی فون پر اپنے ایک پاکستانی دوست سے گفتگو کرتے ہوئے ایک سوال کے جواب میں کہا۔

''میں امریکنوں کو مارتا ہوں، کیونکہ وہ ہمیں مارتے ہیں۔ دیکھو الخبر الریاض، مغادیشو (جہاں 93ء میں صومالیہ کے عوام نے ایک احتجاجی مظاہرے کے دوران حملہ کر کے 18 امریکنوں کو مار ڈالا تھا۔ باور کہا جاتا ہے کہ اس حملے کو بھی لادن کی پشت پناہی حاصل تھی) جب ہم امریکنوں پر حملہ کرتے ہیں کسی اور کو نقصان نہیں پہنچاتے۔

مغادیشو میں امریکن فوجیوں کے قتل سے متعلق یہ اس کا ''نیم دلانہ اقرار'' ہے جبکہ امریکنوں کو شروع ہی سے یقین رہا ہے کہ ایسٹ افریقہ کے دھماکوں میں انکا ہاتھ ہے۔ مغربی سراغ رساں ادارے بضد ہیں کہ افریقہ میں ہونے والے دونوں دھماکوں میں اسی کا ہاتھ ہے اگر وہ براہ راست ملوث نہیں رہا تو اس کا ان دونوں حملوں سے کوئی نہ کوئی تعلق ضرور ہے۔



اُسامہ بن لادن اپنے والد محمد بن لادن کے 20 بچوں میں سے ایک ہے محمد بن لادن بجا طور پر ایک ''سیلف میڈ'' انسان تھے۔ موجودہ شاہی خاندان کے بانی شاہ عبدالعزیز سے ان کی گاڑھی چھنتی تھی۔

چھوٹے سرمائے سے تعمیرات کا آغاز کرنے والے محمد بن لادن اپنی ذہانت اور محنت کے بل بوتے پر اس مقام تک پہنچے کہ آج مکہ اور مدینہ منورہ کی ہر قابل ذکر عمارت ہی نہیں بلکہ سعودی عرب کی 80 فیصد سے زیادہ سڑکیں ان کی تعمیراتی کمپنی نے تعمیر کروائی ہیں اور ان کی تعمیراتی کمپنی کا شمار دنیا کی گنی چنی تعمیراتی فرموں میں ہو رہا ہے۔ اُسامہ بن لادن 1957ء میں محمد بن لادن کے گھر ان دنوں پیدا ہوئے جب ان کے والد کا شمار سعودی عرب کے گنے چنے امیر لوگوں میں ہوتا تھا۔ 1970ء میں محمد بن لادن کا انتقال ایک ہوائی حادثے میں ہو گیا جب وہ اپنے ذاتی طیارے میں سفر کر رہے تھے جس کے بعد خاندان کی سربراہی ان کے بیٹے بکر کو منتقل ہو گئی۔ ان دنوں اُسامہ بن لادن ایک امیر کبیر نوجوان کی حیثیت سے اپنا مقام بنا رہے تھے۔

اُسامہ بن لادن کا تعلق ایک دیندار گھرانے سے ضرور تھا لیکن ان کے نظریات میں کبھی

انتہاپسندی نہیں آئی۔

اپنے تعلیمی مراحل طے کرتے ہوئے انہوں نے دنیا کی بہترین یونیورسٹیوں سے اکنامکس اور بزنس ایڈمنسٹریشن کی تعلیم حاصل کی دوران تعلیم ان کی ملاقاتیں دوسری مسلم دنیا کے نوجوانوں سے ہوتی رہیں اس دوران وہ مصر کے اس نوجوان گروپ سے متعارف ہوئے جو مسلم معاشرے کے قیام کا حامی اور اسلامی دنیا میں بڑھتے ہوئے مغربی اثر ورسوخ کا مخالف تھا۔

ان نوجوانوں نے اُسامہ بن لادن کو وہ انقلابی فکر عطا کی جس نے بعد میں انہیں مغربی استعمار کے ایک دشمن کی حیثیت سے نمایاں کیا۔

دسمبر 79ء میں جب اُسامہ بن لادن کی عمر 22 سال تھی وہ روس کی افغانستان پر فوج کشی کے خلاف میدان عمل میں نکل آئے اور سعودی عرب سے افغانستان میں آ گئے۔

اُسامہ بن لادن اپنے ساتھ انجینئرز کی ایک ٹیم لے کر آئے تھے۔ انہوں نے مجاہدین کے لیے دفاعی اہمیت کی سڑکیں بنائیں۔ انہیں اسلحہ ذخیرہ کرنے کے لیے ''ڈمپ'' بنا دیئے۔

افغان جہاد کو ساری دنیا کے مسلمانوں کے نزدیک خصوصی اہمیت حاصل تھی اور دنیا کے کونے کونے سے مسلمان نوجوان افغان مسلمانوں کی مدد کے لیے آ رہے تھے۔ اُسامہ بن لادن نے بھی تمام خدمات اپنے دینی جذبہ جہاد کے تحت ادا کیں۔

بعض انٹیلی جنس ایجنسیوں کا دعویٰ ہے کہ ان دنوں اُسامہ بن لادن کا رابطہ سی۔ آئی۔ اے سے بھی ہوا تھا جو ساری دنیا سے مسلمان نوجوانوں کو ترغیب دے کر افغانستان میں جہاد کے لیے بھیج رہی تھی۔

اسے مکافات عمل ہی جانئے کہ جن مسلم نوجوانوں کو سی آئی اے نے اپنی دانست میں روس کے خلاف تربیت اور اسلحہ دے کر میدان عمل میں اتارا تھا۔ دس سال بعد جب وہ بہترین تربیت یافتہ مجاہدین بن کر روس سے فارغ ہوئے تو امریکہ کے خلاف سب سے بڑا خطرہ بن گئے۔

امریکہ آج جس دہشت گردی کا شاکی ہے اس کی بنیاد دراصل اس نے ہی رکھی تھی۔ سی آئی اے کے تربیت یافتہ ان مجاہدین کی خدمات مغربی استعماریت کے خلاف مسلم انتہاپسند گروپوں کو حاصل ہو گئیں۔

سی آئی اے نے اس عمل کو (Blowback) کا نام دیا ہے۔

مڈل ایسٹ کے ذریعے اُسامہ بن لادن نے افغان گروپوں سے مضبوط تعلقات استوار کر لیے۔

اس دوران اُسامہ بن لادن سوڈان چلے گئے جہاں انہوں نے اسلامی حکومت کو دفاعی نوعیت کی ایک اہم سڑک تعمیر کر دی۔

اس دوران ان کے نظریات کا پرچار ہونے لگا تھا جس بناء پر سعودی عرب کی حکومت نے ان کا پاسپورٹ منسوخ کر دیا اور اُسامہ بن لادن کی اپنی فیملی نے انہیں قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

سوڈان میں اُسامہ بن لادن کی سرگرمیاں جاری رہیں جس پر امریکہ نے سوڈان پر بے پناہ دباؤ ڈالا کہ وہ اُسامہ بن لادن کو ملک بدر کر دے۔ جس پر 1996ء میں اُسامہ بن لادن افغانستان واپس آ گئے ان کے ساتھ ان کے سینکڑوں جانثار مجاہدین بھی افغانستان منتقل ہو گئے۔

اس نے اپنی دولت اپنی جرابوں یا کسی غار میں چھپا کر نہیں رکھی۔ آج بھی سوڈان سے مغربی ممالک کو غذائی ضروریات کے لیے برآمد ہونے والے ایک ''نیچرل گم'' میں 53 فی صد حصص کا مالک اُسامہ بن لادن ہے۔ لیکن آپ کبھی اسے پکڑ نہیں سکیں گے کیونکہ دنیا بھر میں اس کا بزنس فرنٹ کمپنیوں کے رابطے سے ہو رہا ہے اور وہ براہ راست آپ کو کسی بزنس میں ملوث دکھائی نہیں دے گا۔

مغربی انٹیلی جنس ایجنسیوں کی ایک اہم شخصیت نے اس کی دولت سے متعلق تبصرہ کرتے ہوئے کہا جو اس کے ساتھ ہی افغانستان منتقل ہو گئی تھی۔

مغربی انٹیلی جنس ایجنسیوں کا گمان ہے کہ بن لادن اپنی بے پناہ دولت کے بل بوتے پر ایک دکھائی نہ دینے والا مضبوط نیٹ ورک عالم کفر کے خلاف قائم کر رہا ہے۔

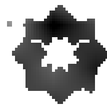
لانگ آئس لینڈ یونیورسٹی کے ماہر دہشت گردی امور ہاروے کشنر نے اس کے متعلق یہی رائے دی تھی جب اسے واشنگٹن طلب کیا گیا اس نے کہا:

بن لادن کے گروپ میں مختلف رنگ ونسل کے دنیا کے مختلف ممالک کے باشندے شامل ہیں اور ساری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ان لوگوں کو ڈھونڈنا یا شناخت کرنا بہت مشکل ہے۔ کیونکہ 70ء اور 80ء کے عشروں میں جنم لینے والی دہشت گرد تنظیموں کے برعکس یہ لوگ نہ تو کسی مخصوص ملک سے تعلق رکھتے ہیں نہ ہی کسی مخصوص مقام پر انہوں نے اپنا ہیڈ کوارٹر بنا رکھا ہے نہ ہی دنیا کا کوئی مخصوص

ملک ان کی پشت پناہی کرتا ہے۔

ایک مخصوص گروپ کوئی ایکشن پلان کرتا ہے۔ اپنا ٹارگٹ منتخب کرتا ہے اور دنیا کے کسی کونے سے اسے ''مطلوبہ مدد'' مل جاتی ہے۔ جس کے بعد وہ اپنا کام کر کے خاموشی سے منتشر ہو جاتے ہیں۔ اس طرح آپ کو اس سارے آپریشن کے ''ماسٹر مائینڈ'' کا علم ہی نہیں ہو پاتا۔

کوشنر کہتا ہے ''یہ لوگ اپنا کوئی خاص گروہ یا شناخت نہیں رکھتے۔ اسی لیے ان میں ایجنسیوں کے کسی ''ڈبل کراس'' کی مداخلت کے چانسز بھی نہ ہونے کے برابر ہیں۔ یہ بالکل ایسی ہی بات ہے جیسے آپ تاروں کے جھرمٹ میں سے کوئی ایک ستارہ تلاش کرنے نکلیں۔

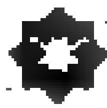


نیروبی اور دارالسلام میں جانے والی ایف۔بی۔آئی کی تفتیشی ٹیموں نے اپنی تفتیش کے ڈانڈے اُسامہ بن لادن سے ملائے ہیں۔

ایف۔بی۔آئی کے لوگ جلے ہوئے عمارتی ڈھانچے سے ہر قابل ذکر شے سمیٹ کر نیروبی امریکن ایمبیسی سے 80 گز کے فاصلے پر ڈھیر کرتے جا رہے ہیں جہاں وہ ہر ایک شے کا بغور ملاحظہ کرتے ہیں۔

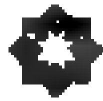
ماہرین کا کہنا ہے کہ اس دھماکے میں ''سیم ٹیکس Semtex استعمال کیا گیا ہے جبکہ ایف۔بی۔آئی ٹیم کی سربراہ شیلا ہارن نے اس ضمن میں کسی سوال کا جواب دینے سے انکار کر دیا اور کہا ہم نے تمام شہادتیں اپنے ہیڈ کوارٹر کو روانہ کر دی ہیں اب وہ لوگ ہی کوئی حتمی نتیجہ نکال سکتے ہیں۔ میں یہ کیسے کہہ سکتی ہوں کہ یہاں ''سیم ٹیکس'' یا کوئی اور دھماکہ خیز مواد استعمال ہوا ہے۔

اگر امریکن اس حتمی نتیجے پر پہنچ بھی جائیں کہ ان حملوں کے پیچھے اُسامہ بن لادن کا ہاتھ ہے۔ تب بھی ان کے لیے اس کے خلاف کوئی گوریلا کارروائی کرنا آسان نہیں ہوگا کیونکہ امریکہ کے خلاف اسرائیل کی ناجائز حمایت اور بین الاقوامی دھونس دھاندلی کی وجہ سے عالمی نفرت خصوصاً تھرڈ ورلڈ اور اسلامی دنیا میں نفرت بڑھتی جا رہی ہے۔



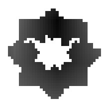
امریکن اس حملے میں ایرانی انتہا پسندوں کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔ ان کا یہ بھی گمان ہے کہ صدر خاتمی کے گرد ''شیطان بزرگ'' سے نفرت کرنے والوں کا ایک بڑا ٹولہ موجود ہے عین ممکن ہے کہ

ان دونوں دھماکوں میں ان لوگوں کا ہاتھ رہا ہو۔ امریکیوں کے پاس اسی نوعیت کی اطلاعات موجود ہیں کہ فروری 98ء میں اُسامہ بن لادن نے ایران کی سپاہ انقلاب کے ایک انتہا پسند لیڈر یحییٰ سفاوی سے ملاقات کی تھی۔ جس میں یہ طے پایا تھا کہ وہ دونوں مل کر انتہا پسند مسلمانوں کو امریکہ کے خلاف تربیت دیں گے اور اسی رابطے کے ذریعے طالبان اور ایرن حکومت کو بھی قریب لانے کی کوشش کی گئی تھی۔



ایک اور مفروضہ یہ بھی ہے کہ یہ حملے اسلامی جہاد نامی مصر کی تنظیم نے نہ کیے ہوں۔ جس کے تین ممبران کو امریکہ نے اسی وقت راستے سے اغوا کر کے قابو کر لیا تھا جب وہ حال ہی میں کسوود کے مسلمانوں کی سربیا کے خونی بھیڑیوں کے خلاف مدد کرنے کے لیے البانیہ جا رہے تھے۔ یہ واقعہ دونوں عمارتوں پر حملے سے ایک ہفتہ پہلے پیش آیا۔ جب کہ ایسے آپریشن مہینوں کی منصوبہ بندی کے بعد کیے جاتے ہیں۔

امریکن ابھی تک اس شک کا شکار ہیں کہ مصر کی تنظیم اسلامی جہاد جس نے مصری صدر انور سادات کو بھی قتل کیا تھا کہ کہیں اُسامہ بن لادن سے تو روابط نہیں؟



اب ایک اور انکشاف بھی ہوا ہے کہ اُسامہ بن لادن نے قازقستان میں اپنے ایک ''ذریعے سے دو ملین ڈالر کی ادائیگی کی ہے جس کے عوض اسے اگلے دو سال میں اس کی مرضی سے ''ایٹمی ہتھیار'' مل سکیں گے۔

اسرائیل کی ملٹری انٹیلی جنس کے مطابق لادن نے اب قازقستان کا رخ بھی کر لیا ہے کیونکہ یہ مسلم اکثریتی علاقہ ہے۔

اسرائیلی ذرائع کا یہ بھی کہنا ہے کہ بن لادن ایک ''ٹیکنیکل نیوکلیئر ہتھیار'' یا پھر ''سوٹ کیس بم'' کا متلاشی ہے جو اگر اس کے ہاتھ لگ گیا تو مغربی دنیا کو ناقابل تلافی نقصان پہنچے گا۔

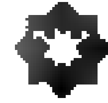
اسرائیل کو اس خبر سے اتنی پریشانی ہوئی کہ اس نے اپنے ایک سینئر پارلیمنٹ ممبر کو یہ مشن دے کر قازقستان روانہ کیا کہ جس طرح بھی ممکن ہو وہ بن لادن کے اس منصوبے کو ناکام بنائے۔

مغربی انٹیلی جنس ذرائع کا کہنا ہے۔

"ہمیں بن لادن کے اس منصوبے پر حیرانگی ضرور ہوئی ہے۔لیکن ہمارے نزدیک شاید یہ قابل عمل نہ ہو۔"

امریکن کاؤنٹر انٹیلی جنس ایکسپرٹ ڈیو لانگ کا کہنا ہے۔

بن لادن جیسے دولت مند مغرب دشمن کے لیے ایسے منصوبے بنانا اور ایسے خواب دیکھنا تو آسان ہے لیکن عملاً کسی ایٹمی ہتھیار کا حصول اور اس کا بروقت استعمال شاید ممکن نہ ہو۔



گزشتہ کئی ماہ سے امریکن انٹیلی جنس ایجنسیوں کے اہلکار پاکستانی شہر پشاور میں بیٹھ کر بن لادن کی افغانستان میں سرگرمیوں کا تفصیلی جائزہ لے رہے ہیں یہ افواہ بھی گرم رہی کہ امریکن کمانڈوز اُسامہ بن لادن کے قتل کرنے کا مشن لے کر افغانستان میں داخل ہونے والے ہیں کیونکہ امریکن بن لادن کو افریقہ میں ہونے والی تباہی کا ذمہ دار سمجھتے ہیں۔

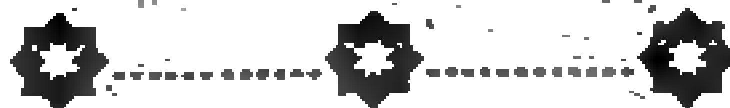
گو کہ امریکہ کے ایک اہم آفیسر نے ایسے کسی آپریشن سے لاعلمی کا اظہار کیا ہے اس کا کہنا ہے کہ ایسا آپریشن خواہ اس میں انہیں پاکستان کی مدد بھی حاصل رہی ہو بن لادن جیسے باخبر اور انتہائی محتاط شخص کے خلاف افغانستان جیسے علاقے میں ہرگز ممکن نہیں کیونکہ آپ یہاں لوگوں کی نظروں سے بچ کر کچھ کر ہی نہیں سکتے اور ایک انتہائی تربیت یافتہ ٹیم کے لیے بھی مثبت نتائج کا حصول ممکن نہیں۔

بن لادن نے "القدس" کے ایڈیٹر باری اٹوان سے ایک انٹرویو میں کہا تھا۔

امریکہ اور اس کے حواریوں کو ریاض الخبر کے دھماکوں کے بعد یہ سمجھ لینا چاہیے کہ وہ سارے عالم اسلام کے ساتھ دشمنی مول نہیں لے سکتا لیکن معلوم ہوتا ہے وہ سمجھنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

باری اٹوان کہتا ہے۔

میں بن لادن کے اس نقطہ نظر سے مکمل اتفاق کرتا ہوں کہ امریکن فوجوں کو سعودی عرب کی مقدس سرزمین اور پھر تمام مڈل ایسٹ سے نکل جانا چاہیے اور ایسا ہو کر رہے گا۔ کیونکہ بن لادن کی ایک ہی خواہش ہے کہ وہ اپنے اس مشن کے راستے میں ایک شہید کی موت مر جائے اور مجھے اس کے مشن سے مکمل اتفاق اور کامیابی کا یقین ہے۔ (سنڈے ٹائمز)



سنڈے ٹائمز لندن میں اُسامہ بن لادن کا انٹرویو ملاحظہ فرمائیں یہ انٹرویو اسی این این کی ٹیم نے لیا تھا۔

(س) آپ کو سعودی عرب کے موجودہ شاہی خاندان کی حکومت پر کیا اعتراضات ہیں اور کیا شکایات ہیں؟

(ج) جہاں تک سعودی عرب اور جزیرہ نمائے عرب کے موجودہ حاکم ٹولے کا تعلق ہے سب سے پہلی شکایت تو یہ ہے کہ انہوں نے امریکہ کی ماتحتی قبول کر لی ہے۔ چنانچہ بنیادی مسئلہ امریکی حکومت ہے اور موجودہ سعودی شاہی خاندان امریکی نمائندے اور اس کے ایجنٹ کا کردار ادا کر رہا ہے۔ اور یوں امریکہ سے وفاداری کر کے وہ عالم اسلام سے غداری کا جرم کر رہا ہے اور اسلامی شریعت کے متضاد حکومت چلا رہا ہے جو امہ کے مفاد کے سراسر خلاف ہے اس کے تمام امور حکومت اس کے معاملے اللہ جل شانہ کے احکامات کے خلاف ہیں یوں اتنی بنیادی خلاف ورزی سے تمام امور مملکت، سماجی نظام اور معاشی نظام اللہ جل شانہ کے نظام کے متضاد ہو گئے ہیں۔

(س) آپ کے خیال میں اگر کوئی تحریک اسلامی سعودی عرب کا نظام حکومت سنبھال لیتی ہے تو وہاں کا معاشرہ اس طرح کا ہو سکتا ہے جو نبی کریم ﷺ کے زمانے میں احکامات قرآنی کے مطابق تھا؟

(ج) ہم پر اعتماد ہیں اللہ جل شانہ کے حکم سے مسلمان فاتح ہوں گے۔ جزیرہ نمائے عرب پر دین الٰہی کا نفاذ مسلمانوں کی شان و شوکت کا باعث ہو گا اور ہمیں اللہ جل شانہ کی تائید و حمایت حاصل ہو جائے گی۔

(س) اگر سعودی عرب میں تحریک اسلامی حکومت قائم کر لیتی ہے تو مغرب کے ساتھ آپ کا رویہ کیا ہو گا اور کیا آپ کے تیل کی قیمت میں اضافہ ہو جائے گا؟

(ج) اللہ جل شانہ کے رحم و کرم سے ہم ایک قوم ہیں اور ہماری ایک طویل تاریخ ہے۔ پندرہ سو سال سے ہم ایک عظیم مذہب پر عمل پیرا ہیں جس میں زندگی کے ہر شعبے پر نہایت جامع طریقہ عمل موجود ہے اس میں وضاحت کے ساتھ وہ تمام حقوق و فرائض اور طریقے عمل موجود ہے جس کے ذریعے انفرادی مسلمانوں اور غیر مسلموں کے تعلقات ان سے برتاؤ اور ممالک کے درمیان روابط زمانہ جنگ اور امن کے دوران متعین ہیں اس لیے ہمیں کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی۔ اگر آپ ہماری تاریخ پر نظر ڈالیں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ مسلم حکومتوں نے تمام حکومتوں سے مسلم یا غیر مسلم سے روابط استوار رکھے ہیں اس میں مشترکہ مفادات کا خیال رکھا ہے زمانہ جنگ اور امن میں مختلف معاہدات بشمول تجارت کئے ہیں۔ جہاں تک تیل کی قیمت کا تعلق ہے اس کا تعین بازار کے بھاؤ، مانگ اور رسد کے مطابق ہونا چاہیے۔ ہم سمجھتے ہیں موجودہ قیمت حقیقی نہیں ہے کیونکہ موجودہ سعودی حکومت امریکی کٹھ پتلی ہے وہ امریکی مفادات کے مطابق تیل بہت زیادہ نکال رہی ہے تاکہ رسد زیادہ رہے مانگ اتنی ہے نہیں یوں بازار کے بھاؤ کم رہیں۔

(س) جناب بن لادن آپ نے امریکہ کے خلاف جہاد کا اعلان کیا ہوا ہے۔ آخر کیوں؟ یہ جہاد امریکی حکومت کے خلاف ہے یا سعودی عرب میں موجود فوجیوں کے خلاف ہے؟ سعودی عرب میں موجود امریکی باشندوں اور امریکی عوام کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟

(ج) ہم نے امریکی حکومت کے خلاف اعلان جہاد کیا ہے کیونکہ امریکی حکومت جابر، ظالم اور مجرمانہ ہے۔ اس نے نہایت جابرانہ اور گھناؤنے جرائم کا ارتکاب کیا ہے۔ اس نے کھلم کھلا اسرائیل کے ظالمانہ عزائم کی تائید کی ہے اس کی ہمت افزائی ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی ارض شب معراج پر قبضہ کر لے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ فلسطین اور عراق میں مسلمانوں کے قتل عام کا امریکہ براہ راست ذمہ دار ہے۔

جب ہم امریکہ کی بات کرتے ہیں تو ہمیں قنا (لبنان) میں دھماکوں کا خیال آتا ہے، ان معصوم بچوں کا خیال آتا ہے جن کے سر اور بازو ہوا میں بکھر گئے تھے۔ امریکہ تو انسانی احساسات سے عاری وحشی مجرم ہے اس نے تو بربریت کی تمام حدود کو پار کر لیا جن کی مثال دنیا کے تمام جنگجو اور نو آبادیاتی ظالموں میں نہیں ملتی۔

امریکہ کی ایسی ہی جابرانہ اور ظالمانہ حرکتوں کی وجہ سے ہم نے اس کے خلاف اعلان جہاد

کیا ہے کیونکہ ہمارا دین ایسے حالات میں ہمیں حکم دیتا ہے کہ جب ظلم اور جبر حد سے بڑھ جائے تو اللہ کے حکم کے نفاذ کے لیے اٹھ کھڑے ہو۔ اس لیے ہم امریکہ کو تمام اسلامی ممالک سے نکال دینا چاہیتے ہیں۔ جہاں تک یہ سوال کہ یہ جہاد امریکی فوجیوں کے خلاف ہے یا ان شہریوں کے خلاف ہے جو ہمارے مقامات مقدسہ میں موجود ہیں یا عام امریکی شہریوں کے خلاف ہے۔ تو حقیقت یہ ہے کہ سب سے پہلے تو ان امریکی فوجیوں کے خلاف ہے جو ہمارے مقدس مقامات پر موجود ہیں۔ ہمارے دین میں ہمارے مقامات مقدس تمام اسلامی ممالک میں سب سے زیادہ قابل احترام ہیں اور وہاں کسی غیر مسلم کا وجود نا قابل برداشت ہے اس لیے تمام امریکی شہری وہاں سے فوراً نکل جائیں ہم ان کی حفاظت کی کوئی ذمہ داری نہیں لے سکتے۔ ہم سوا ارب مسلمان ہیں۔ ہمارے جذبات کسی وقت بھی رد عمل دکھا سکتے ہیں کیونکہ ہمارے چھ لاکھ معصوم بچے امریکہ کی وجہ سے عراق میں کھانے اور دواؤں سے محروم ہیں۔ ہمارے ردعمل کی ذمہ داری امریکہ پر ہوگی کیونکہ یہ امریکی ظلم جنگ کو امریکی فوجیوں سے امریکی شہریوں تک لے جا رہا ہے۔ یہ بات بالکل واضح ہے۔

امریکی عام شہریوں کے معاملہ میں ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ بری الذمہ نہیں کیونکہ انہوں نے اپنے ووٹوں کے ذریعہ اس امریکی حکومت کو قائم کیا ہے جبکہ وہ جانتے تھے کہ ان کی حکومت نے فلسطین، لبنان اور عراق میں کیا جرائم کیے ہیں اور دوسری جگہوں پر بھی اپنے ایجنٹوں کے ذریعہ ہمارے فرزندوں اور علماء کو قید خانوں میں ڈال رکھا ہے۔ ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ سب آزاد ہو جائیں۔

(س) آپ ہمیں جنگ افغانستان میں اپنے تجربات سے آگاہ کریں اور بتائیں کہ جہاد میں آپ کیا کریں گے؟

(ج) میں نے جہاد افغانستان سے بہت کچھ سیکھا ہے۔ یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ بغیر جہاد افغانستان میں حصہ لیے میں اتنا کچھ سیکھ سکتا یہ ایک سنہری موقع تھا میں اسے ہزاروں سال سے بھی مقابلہ نہیں کر سکتا بلکہ میں تو کہوں گا کہ میرے لیے یہ اللہ کا احسان اور اس کی تائید تھی۔

روس کی انتہائی طاقت کے باوجود ہم اعتماد سے آگے بڑھتے رہے اور اللہ نے ہماری مدد کی۔ ہمیں بھاری ساز و سامان جو کہ ہزاروں ٹن میں تھا جس میں بلڈوزر، وزن اٹھانے والے ٹرک اور خندقیں کھودنے کی مشینیں شامل تھیں اپنے مقدس شہروں سے لانا پڑیں۔ جب ہم نے دیکھا کہ

روسی جارحیت مجاہدین پر بم برسا رہی ہے تو میں نے زیر زمین اسپتال بنائے۔ میں نے زیر زمین گزرگاہیں بنائیں اور اللہ جل شانہ کے فضل سے پہاڑوں میں دشوار گزار راستے بنائے جن سے آپ بھی آئے ہیں۔ چنانچہ ہمیں بہت سے تجربات سے اللہ جل شانہ نے آگاہ کر دیا۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ ایک بڑی طاقت کو جو نشہ تھا اور اس کا جو ایک دبدبہ تھا وہ ہم مسلمانوں کے ذہنوں سے نکل گیا کیونکہ ہم نے اسے تباہ کر دیا تھا۔ احساس کمزوری اور تھکن ہم سے رخصت ہو گئے اور یوں خوف سے نجات مل گئی جو کہ امریکہ نے ہمارے ذہنوں میں بسا کر فائدہ اٹھانے کا عزم کیا ہوا ہے۔ میرے ذہن میں اور تمام مسلمانوں کے ذہن میں امریکہ کے ایک عظیم طاقت ہونے کا خوف ختم ہو چکا جو کہ روس کے متعلق بھی تھا اور اب ختم ہو چکا۔ آج اللہ کے فضل و کرم سے تمام مسلمانوں کے ذہن خوف سے آزاد ہیں اور ان میں روح حریت اور طاقت بیدار ہو چکی ہے اور وہ ایک دوسرے کی بہتر طریقے سے مدد و معاونت کر سکتے ہیں بلکہ کر رہے ہیں تا کہ مغرب اور خاص طور پر امریکی اثر و رسوخ کو اسلامی ممالک سے ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا جائے۔

(س) امریکی حکومت کہتی ہے کہ آپ افغانستان میں فوجی تربیت میں رقم فراہم کر رہے ہیں اور اسلامی جنگجو پیدا کر رہے ہیں جو کہ بین الاقوامی دہشت گردی کر رہے ہیں جبکہ دوسری طرف آپ کو عرب اسلامی دنیا کا نیا نجات دہندہ قرار دیا جا رہا ہے۔ آپ اپنے متعلق کیا بیان کریں گے؟

(ج) روس کی تباہی کے بعد جس میں امریکہ کا کوئی قابل ذکر کردار نہیں بلکہ یہ اللہ جل شانہ کے فضل و کرم سے مجاہدین افغانستان کا کارنامہ ہے۔ امریکہ اور بھی مغرور اور ہٹ دھرم ہو گیا ہے اور اس نے اپنی چوہدراہٹ قائم کرنے کے لیے نیو ورلڈ قائم کرنے کا شوشہ چھوڑ دیا ہے اور اس نے عام لوگوں کے ذہنوں میں یہ بٹھانا شروع کر دیا ہے کہ وہ جو چاہے من مانی کر سکتا ہے۔ لیکن وہ ایسا کر ہی نہیں سکتا۔ اس نے میرے اور دوسروں کے خلاف الزامات لگانے شروع کر دیئے ہیں یہ سب کچھ اس کی خواہشات اور معیار کے مطابق ہے جو کہ مبنی بر مساوات نہیں۔ اس کے معیار دہرے ہیں جو اس کے جبر اور ناانصافی کی نشاندہی کرے وہ دہشت گرد ہے۔ وہ ہمارے ممالک پر بزور طاقت قبضہ کرے۔ ہمارے قدرتی وسائل پر ڈاکہ ڈالے۔ ہم پر اپنے ایجنٹوں کی حکومت مسلط کر دے اور ہم اللہ کے حکم سے ہٹ جائیں تو سب ٹھیک ہے اور ہم مزاحمت کریں تو اس کی نظر میں دہشت گرد امریکہ کا رویہ صاف نظر

آتا ہے۔ اگر معصوم اور غریب فلسطینی بچے جارح اور ظالم اسرائیل کے اپنے ملک پر جابرانہ قبضے کے خلاف اس کی فوج کو پتھروں سے ماریں تو وہ دہشت گرد مگر جب اسرائیل کے طیارے قنا (لبنان) میں اقوام متحدہ کی عمارت پر بم برسائیں جس میں عورتیں اور بچے تھے تو وہ اسرائیل کی مذمت بھی نہیں کرنے دیتا۔ مسلمان اپنا حق مانگتے ہیں تو ان کی مذمت کرواتا ہے اور اسی دوران آئرش ریپبلکن آرمی کے سربراہ جیری آدم کا بحیثیت سیاسی سربراہ وائٹ ہاؤس میں استقبال کرتا ہے۔ دشمن تو دراصل مسلمان ہیں جو اپنے حق کے لیے آواز اٹھاتے ہیں۔ جہاں کہیں بھی ہم دیکھتے ہیں امریکہ دہشت گردوں اور مجرموں کا تمام دنیا میں سردار نظر آتا ہے۔ ہزاروں میل دور جا کر غیر فوجی شہروں پر ایٹم بم گرانا امریکہ کی نظر میں دہشت گردی نہیں ہے۔ یہ ایٹم بم دراصل پوری قوم پر برسائے گئے تھے۔ بچے عورتیں اور بوڑھے جاپانی آج بھی نشانی کے طور پر موجود ہیں اور ان جاپانی شہروں کے ملبے آج بھی اس دہشت کی یاد دلاتے ہیں امریکہ اس کو دہشت گردی نہیں سمجھتا کہ ہمارے ہزاروں بیٹے اور بھائی عراق میں مر جائیں کیونکہ ان کو خوراک اور دوائیں نہیں مل رہیں۔ چنانچہ امریکہ جو کچھ کہتا ہے اس کی کوئی بنیاد نہیں اصول نہیں اور ہم اس کا کوئی اثر نہیں لیتے کیونکہ اللہ جل شانہ کی ذات پر ہم کو مکمل یقین اور بھروسہ ہے اور امریکہ کے خلاف جنگ میں ہم کو اس کی حمایت و تائید حاصل ہے۔ آپ کے سوال کے آخری حصے کے جواب میں یہ کہوں گا کہ اللہ جل شانہ نے ہم پر یہ فرض عائد کیا ہے اور ہم اس کو پورا کر رہے ہیں جیسے ریاض اور الخبر (دہران) میں امریکی قابضوں کو جہنم رسید کیا۔ ہم اپنے سپوتوں کو ہیرو اور مرد کہتے رہیں گے انہوں نے اپنی قوم کو بے غیرتی اور بے شرمی سے نجات دلائی اور پوری قوم کا سر فخر سے اونچا کیا۔ ہم اللہ جل شانہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ان کی شہادت کو قبول فرمائے۔

(س) اب چلتے ہیں ریاض اور دہران میں امریکی فوجیوں پر بمباری کی طرف۔ ایسا کیوں کیا گیا؟ اور کیا آپ یا آپ کے حواری اس حملے میں شریک تھے؟

(ج) آپ اس دھماکے کی بنیادی وجہ معلوم کرنا چاہتے ہیں تو اس دھماکے کی وجہ وہ ردعمل ہے جو مسلمانوں کے معاملات میں بے جا مداخلت کر کے امریکہ نے کہا کہ وہ جارحیت کی حدوں سے بھی آگے بڑھ کر ہمارے قبلہ پر قبضہ کرنا چاہتا ہے جو کہ دنیا کے تمام مسلمانوں کے لیے محترم ترین مقام ہے اس لیے دھماکے امریکہ کو باہر نکالنے کے لیے تھے۔ چنانچہ اگر امریکہ اپنے بیٹوں کو مروانا نہیں چاہتا تو ہمارے محترم علاقوں سے فوراً باہر نکل جائے۔

(س) اسی مسئلے پر آپ سمجھتے ہیں کہ امریکی فوجیوں یا امریکی شہریوں پر سعودی عرب میں مزید بم گریں گے یا ان پر حملے ہوں گے؟ سعودی شاہی خاندان پر مزید قاتلانہ حملے ہوں گے۔

(ج) پہلے سوال کے جواب میں یہ کہوں گا کہ ریاض اور الخبر میں جو دھماکے ہوئے یہ کوئی راز کی بات نہیں کہ میں سعودی عرب میں موجود نہیں تھا مگر میں ان لوگوں کو شاباش دیتا ہوں جنہوں نے یہ بڑا کام کیا یہ ان کا کارنامہ ہے جیسا کہ میں نے پہلے کہا وہ ہمارے ہیرو ہیں۔ میں انہیں اسی نظر سے دیکھتا ہوں کہ وہ اس پرچم کے علمبردار ہیں جس پر لکھا ہے اللہ کے سوا کوئی دوسرا الٰہ نہیں" اس طرح اس لادینیت اور ناانصافی کا خاتمہ ہوگا جو امریکہ تھوپ رہا ہے۔ میں یہ بھی کہوں گا کہ انہوں نے ایک عظیم کام کیا جو باعث فخر ہے اور اس میں حصہ نہ لینے کا مجھے افسوس ہے۔ یہ آپ جانتے ہیں ہر عمل کا ردعمل ہوتا ہے اگر وہاں امریکی موجود رہے یہ ایک عمل ہوگا تو یہ بھی ایک فطری تقاضا ہے کہ ردعمل ہوگا اس بے جا موجودگی کے خلاف۔ دوسرے لفظوں میں دھماکے اور امریکی فوجیوں کے قتل جاری رہیں گے۔ یہ امریکی فوجی اپنا ملک اور خاندان چھوڑ کر صرف غرور اور ضد میں یہاں آئے ہیں تاکہ ہمارے تیل پر قبضہ جمائیں اور ہماری تذلیل کریں اور ہمارے دین پر رکیک حملے کریں۔ جہاں تک سعودی حکمران خاندان کا تعلق ہے۔ وہ ان کے آلہ کار ہیں اور جو کچھ ہو رہا ہے اس کے ذمہ دار ہیں۔ وہ امریکہ کے حاشیہ بردار ہیں اور اس کے محافظ ہیں۔ عوام اور نوجوان اس پر زور دے رہے ہیں کہ شاخوں کو کاٹنا اتنا ضروری نہیں جتنا کہ فساد کی جڑ کو کاٹا جائے یہ ضروری ہے۔ سارا زور اسی نکتہ پر ہے کہ جہاد امریکی فوجیوں کے خلاف ہو۔

(س) امریکی وزارت خارجہ نے ایک پاکستانی افسر کے حوالہ سے کہا ہے کہ یوسف رمزی۔ ورلڈ ٹریڈ سینٹر پر دھماکے کا سزایافتہ مجرم۔ آپ کے پشاور کے گھر میں قیام پذیر رہا جہاں پر آپ کے زیر تربیت افغان مجاہدین قیام کرتے ہیں اور ایسا ورلڈ ٹریڈ سینٹر میں دھماکے کے بعد بھی ہوا۔ کیا یہ سچ ہے؟ یوسف رمزی نے واقعی آپ کے گھر پشاور میں قیام کیا؟

(ج) میں یوسف رمزی کو نہیں جانتا۔ امریکی حکومت اور پاکستانی جاسوسی ادارے کی رپورٹ سراسر غلط ہے لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ اگر امریکی حکومت اس بات میں سنجیدہ ہے کہ اس کے اندرون ملک دھماکے نہ ہوں تو اسے سوا ارب مسلمانوں کے معاملات میں ٹانگ اڑانی چھوڑ دینی چاہیے ان کے جذبات کو ٹھیس نہیں پہنچانی چاہیے وہ ہزاروں فلسطینی، لبنانی اور عراقی جو مارے گئے یا بے گھر ہوئے ان کے بھی بھائی رشتہ دار ہیں۔ وہ سب یوسف رمزی کو ایک

مثال اور ایک استاد بنالیں گے اور امریکی حکومت انہیں مجبور کر رہی ہے کہ وہ باہر کی جنگ کو امریکہ کے اندر لے آئیں۔

(س) آپ نے ورلڈ ٹریڈ سینٹر، نیویارک سٹی کو بم سے اڑانے میں مالی امداد فراہم کی تھی؟

(ج) میں کسی طرح بھی اس دھماکے میں ملوث نہیں۔

اللہ کے فضل و کرم سے صومالی مسلمانوں اور کچھ عرب مسلمانوں جنہوں نے جہاد افغانستان میں حصہ لیا تھا نے مل کر کچھ امریکی فوجیوں کو مار دیا۔ امریکی انتظامیہ اس سے واقف ہوگئی۔ تھوڑی سی مزاحمت کے بعد امریکی قابض فوج وہاں سے کچھ حاصل کیے بغیر وہاں سے روانہ ہوگئی۔ اور پروپیگنڈے میں دعویٰ جاری رکھا کہ وہ دنیا کی سب سے بڑی طاقت ہے۔ امریکی وہاں سے بھاگے کیونکہ وہ ان کی مزاحمت بھی برداشت نہ کر سکے جو غریب اور غیر مسلح تھے ان کا اسلحہ صرف یہ تھا کہ وہ اللہ جل شانہ پر ایمان رکھتے تھے اور امریکی پروپیگنڈے کو جھوٹا سمجھتے تھے ہمیں وہاں سے پتہ لگا کہ امریکیوں میں ذرا بھی روحانی اور اخلاقی جرأت نہیں کہ وہ مقابلہ کر سکیں جبکہ روسی فوجی اس قدر بہتر تھے کہ کچھ مقابلہ تو کرتے رہے۔ امریکی فوجی تو بھاگ کھڑے ہوئے لڑنے والوں کا ذرا بھی مقابلہ نہ کر سکے۔

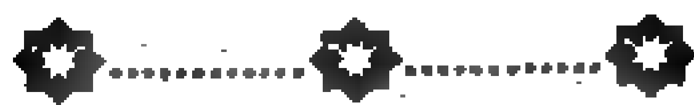
اگر اب بھی یہی سمجھتے ہیں کہ وہ اس قدر بڑی طاقت ہیں جبکہ وہ مسلسل ویتنام، بیروت، عدن اور صومالیہ میں پسپا ہو چکے ہیں تو انہیں ان کی طرف جانا چاہیے جو ان کا انتظار کر رہے ہیں۔

(س) آپ کا خاندان سعودی عرب کا ایک امیر اور با اثر خاندان ہے۔ کیا کبھی انہوں نے یا سعودی حکومت نے آپ سے کہا کہ جو کچھ آپ کر رہے ہیں نہ کریں؟ کیا کبھی سعودی ایجنٹوں نے آپ کو قتل کرنے کی کوشش کی؟ کیا کبھی امریکی حکومت نے آپ کو نشانہ بنایا؟ کیا آپ کو اپنی جان کا خطرہ ہے؟

(ج) امریکی دباؤ آپ سے پوشیدہ نہیں۔ سعودی دباؤ تو دراصل امریکی دباؤ ہے۔ بارہا مجھے گرفتار کرنے اور قتل کرنے کی کوششیں ہو چکی ہیں اور ایسا گزشتہ سات سال سے ہو رہا ہے۔ اللہ کے فضل سے ان کی کوئی کوشش کامیاب نہیں ہوئی۔

(س) آپ کے مستقبل کے کیا ارادے ہیں؟

(ج) آپ دیکھ لیں گے اور سن لیں گے بذریعہ ابلاغ۔ انشاء اللہ نے چاہا تو۔



گزشتہ ماہ پاکستان کے کچھ صحافیوں نے جناب اُسامہ بن لادن سے ملاقات کی تھی جن میں نوائے وقت لاہور کے رؤف طاہر بھی شامل تھے ان کی زبانی اُسامہ بن لادن تک پہنچنے کی روداد ملاحظہ کریں۔

اُسامہ بن لادن ایک بار پھر دنیا بھر کے ذرائع ابلاغ کی شہ سرخیوں کا موضوع ہے۔ لیکن آیئے! ذرا پیچھے کی طرف لوٹتے ہیں۔

1980ء کی دہائی میں جب افغان مجاہدین سوویت فوجوں کے خلاف مزاحمت کی شاندار تاریخ رقم کر رہے تھے۔ دنیا کے مختلف علاقوں، خصوصاً عرب ممالک سے بھی جذبہ جہاد سے سرشار نوجوانوں نے سرزمین افغانستان کا رخ کیا تھا۔ ان میں سعودی عرب کے ایک کھرب پتی خاندان کا چشم و چراغ اُسامہ بن لادن بھی تھا۔ سعودی عرب میں جگہ جگہ ''بن لادن'' کا نام نظر آتا ہے۔ یہ وہاں کی بہت بڑی ٹرانسپورٹ کمپنی ہی نہیں، بلکہ سب سے بڑی کنسٹرکشن فرم بھی ہے۔ بڑی بڑی عمارات اور دیگر تعمیراتی منصوبوں کے ٹھیکے اسی کے پاس تھے۔ سعودی عرب کے باہر متحدہ عرب امارات میں بھی اربوں ریال کے تعمیراتی منصوبے اسی نے مکمل کیے۔ وہ اس میدان میں بلاشبہ امریکہ اور یورپ کی بڑی بڑی کمپنیوں کے ہم پلہ ہے۔

نوجوان اُسامہ بن لادن نے اپنے حصے کی آمدنی، جو بلا مبالغہ کروڑوں ڈالر سالانہ تھی، جہاد کے لیے وقف کر دی اور افغان سرزمین پر آ کر ڈیرے ڈال لیے۔ وہ مجاہدین کی تمام تنظیموں میں احترام اور محبت سے دیکھے جاتے ہیں پاکستان میں مقیم افغان قیادت سے قریبی واسطے اور صلاح مشورے کے لیے وہ پشاور میں بھی قیام کرتے۔ جہاد افغانستان میں پاکستان کے بنیادی کردار کی وجہ سے وہ اسے اپنا دوسرا گھر بھی قرار دیتے تھے۔

اُسامہ صرف اپنے حصے کی دولت ہی اس کار عظیم پر خرچ نہیں کر رہے تھے، بلکہ انہوں نے دیگر عرب شیوخ کو بھی ادھر راغب کیا۔ جزیرہ نما عرب سے باہر بھی، جہاں جہاں ان کا اثر و رسوخ تھا،

ذاتی وخاندانی روابط تھے، وہ انہیں جہاد افغانستان کے لیے استعمال میں لاتے رہے۔

اُسامہ سرزمین افغانستان پر برسرِ پیکار عرب مجاہدین کے لیڈر بھی تھے اور میدان جنگ میں ان کی عملی رہنمائی کرتے۔ افغانستان سے شکست خوردہ سوویت فوجوں کی ذلت آمیز واپسی کے بعد اُسامہ نے ملت اسلامیہ کو درپیش نئے چیلنجوں کا سامنا کرنے کا فیصلہ کیا، وہ سمجھتے تھے کہ سوویت یونین کے انہدام اور کمیونزم کے زوال کے بعد، اب امریکی استعمار اسلام اور ملت اسلامیہ کو اپنا ہدف بنائے گا۔ وہ مشرق وسطیٰ میں امریکہ کی زیر سرپرستی صیہونی سازشوں کا بھی گہرا ادراک رکھتے تھے۔ اب عالم اسلام کو امریکی استعمار سے بچانا ان کی زندگی کا نصب العین تھا اور اس نئے چیلنج میں عرب مجاہدین ان کے ساتھ تھے۔

اُسامہ نے سوڈان کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنایا۔ جہاں کی حکومت امریکہ کی آنکھ کا کانٹا تھی۔ اُسامہ عالم اسلام کے مختلف علاقوں، خصوصاً مشرقِ وسطیٰ اور جزیرہ نما عرب میں، امریکیوں کی موجودگی اور ان کی روز بروز مضبوط ہوتی گرفت کے خلاف نوجوانوں کے دلوں میں نفرت کی چنگاریاں بھر رہے تھے۔ امریکہ ان کی سرگرمیوں سے بے خبر نہ تھا۔ وہ انہیں اپنے مفادات کے لیے بہت بڑا خطرہ سمجھنے لگا۔ صومالیہ میں امریکی فوجیوں پر حملے اور ان میں متعدد امریکیوں کی ہلاکت کا ذمہ دار بھی وہ اُسامہ ہی کو قرار دیتے تھے۔ وہ ان کی سوڈان میں موجودگی کو اس خطے میں اپنے عزائم اور مفادات کے لیے سنگین خطرہ تصور کرنے لگے۔ بالآخر حکومت سوڈان پر بے پناہ امریکی دباؤ نے انہیں یہاں سے کوچ کرنے پر مجبور کر دیا۔

اُسامہ نے ایک بار پھر افغانستان کا رخ کیا۔ امریکہ کو مطلوب اس ''ناپسندیدہ ترین'' شخص کے لیے اور کہاں جائے پناہ تھی۔ ان دنوں کابل پر پروفیسر برہان الدین ربانی حکمران تھے۔ جلال آباد میں حزب اسلامی (خالص گروپ) کا گورنر ان کا ذاتی دوست تھا۔ چنانچہ انہوں نے جلال آباد کو اپنا مسکن بنایا۔ افغان مجاہدین کے مختلف گروپوں میں تصادم پر اُسامہ بن لادن کی آزردگی فطری بات تھی۔ انہوں نے ان میں مصالحت ومفاہمت کی بہت کوشش کی، لیکن ناکام رہے۔

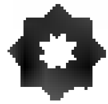
تب طالبان بھی ایک نئے فیکٹر کی حیثیت سے افغانستان میں پیش قدمی کر رہے تھے جو جہاد کے لیے اُسامہ کی قربانیوں کے قدردان تھے۔ طالبان کے ملا عمر اُسامہ کو اپنا معزز مہمان قرار دیتے ہیں، یوسف رمزی اور ایمل کانسی کی امریکیوں کے ہاتھوں گرفتاری کے بعد، طالبان نے اپنے معزز مہمان کو سیکورٹی کے نقطہ نظر سے جلال آباد سے خوست منتقل ہونے کا مشورہ دیا۔ جہاں کے پیچ در پیچ پہاڑی علاقے میں اُسامہ اپنے جانثار رفقاء کے ساتھ قیام پذیر تھے۔

اس سال مئی کے آخری ہفتے، اُسامہ بن لادن سے ان ہی پراسرار اور پر پیچ پہاڑوں میں ملاقات بلاشبہ زندگی بھر یاد رہنے والا ایک تجربہ تھا۔ لیکن اس سے قبل اس سنسنی خیز سفر کی کچھ روداد ملاحظہ کیجیے۔

نماز مغرب کا وقت تھا، جب پاک افغان سرحد، چیک پوسٹ سے کچھ فاصلے پر ہم نے گاڑی چھوڑ دی۔ نماز کی ادائیگی کے بعد گائیڈ سے مشاورت ہوئی۔ اس کا کہنا تھا کہ سرحد پر متعین ملیشیا والوں سے بچ کر، افغانستان کی سرزمین پر پہنچنے کا محفوظ ترین راستہ، اڑھائی تین گھنٹے کا پیدل سفر ہے دوسرا راستہ مختصر ہے، جس پر ایک ڈیڑھ گھنٹہ لگے گا، لیکن اس میں سرحدی چوکی والوں کی نظر سے بچ نکلنے کے لیے بہت احتیاط سے کام لینا ہوگا اور پہلی احتیاط یہ ہے کہ شب کی سیاہی کے گہرا ہونے کا انتظار کیا جائے۔ ہم نے دوسرا راستہ اختیار کرنے کا فیصلہ کیا۔

تاریکی گہری ہوئی تو گائیڈ نے کہا کہ دو، دو کی ٹولیاں بنالیں، جو ایک دوسرے سے کچھ فاصلے پر رہیں تاکہ قدموں کی آہٹ زیادہ نہ ہو۔ انہوں نے اس دوران مکمل خاموشی، یہاں تک کہ کھانسی کو بھی قابو میں رکھنے کی ہدایت کی۔

پہاڑی علاقے میں رات کی تاریکی میں یہ سفر "یادگار" بنتا جا رہا تھا۔ اونچے اونچے پتھر، کچھ اندازہ نہ ہوتا تھا کہ اگلا پاؤں نشیب پر پڑے گا یا فراز پر۔ کئی بار ٹھوکر کھائی، لیکن دور تک لڑھکنے سے قبل، ہمراہی نے سہارا دے دیا۔ ایک طرف کھائیاں، جن سے بچنے کے لیے دوسری جانب جھاڑیوں کی طرف ہاتھ بڑھایا تو سوئیاں سی چبھ گئیں۔ تاریکی میں اندازہ ہی نہ ہوتا تھا کہ یہ خاردار جھاڑیاں ہیں تھوڑی دیر بعد محسوس ہوا کہ ہتھیلی خون آلود ہو چکی تھی۔



اواخر مئی کا یہ دن بہت گرم گزرا تھا۔ شام بھی بہت شدید تھی۔ جس کے اثرات اب تک موجود تھے۔ اونچے نیچے، خطرناک راستوں پر اس سفر میں پیاس نے آلیا، تو یاد آیا کہ پانی کی بوتلیں تو گاڑی میں چھوڑ آئے تھے۔ حلق میں کانٹے سے چبھنے لگے اچانک بائیں جانب کچھ فاصلے پر واقع سرحدی چوکی کی طرف سے لائٹ بلند ہوئی، یوں لگتا تھا اس کا رخ ہماری جانب ہو گائیڈ نے سرگوشی کی یہیں بیٹھ جائیں بلکہ اگر ہو سکے تو لیٹ جائیں ہم نے اکڑوں بیٹھنے ہی پر اکتفا کیا اونچے نیچے پتھروں پر لیٹنا آسان نہ تھا۔

چند ساعتوں کے بعد، چیک پوسٹ کی جانب سے دو لائٹیں حرکت کرتی نظر آئیں۔ کیا شک پڑنے پر ہمارا تعاقب شروع کر دیا گیا ہے گائیڈ نے کہا اب لیٹنے یا بیٹھنے کی بجائے آواز پیدا کیے بغیر تیزی

سے آگے بڑھیں۔ گرتے پڑتے، بچتے بچاتے تقریباً سوا ڈیڑھ گھنٹے کے بعد ہم نسبتاً کھلے علاقے میں تھے۔

اب ہم افغانستان کی سرزمین پر ہیں۔ خطرہ ٹل گیا ہے گائیڈ نے خوشخبری دی رات ہمیں پہاڑوں کے دامن میں ایک جہادی کیمپ میں گزارنا تھی رات کے گیارہ بج رہے تھے۔ جب دو گاڑیاں اس کیمپ میں پہنچیں۔ یہ اُسامہ بن لادن کے رفقا تھے، ان کا کہنا تھا کہ انٹرویو کا حتمی وقت ابھی طے نہیں کیا جا سکتا، تاہم یہ امکان موجود ہے کہ یہ اگلے روز علی الصبح ہو جائے۔

اگلی صبح ، یہ لوگ پھر ہمارے پاس تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ ملاقات شاید آج رات 9 بجے سے پہلے نہ ہو سکے۔ معلوم ہوا کہ کچھ عرصہ قبل امریکی ٹیلی ویژن کی ایک ٹیم بھی یہیں آ کر ٹھہری تھی اور اُسامہ نے اسے بھی رات نو بجے کا وقت دیا تھا۔ یہ شاید سیکورٹی کے تقاضوں کے پیش نظر تھا کہ رات کی تاریکی میں پتہ نہ چلے کہ کن راستوں پر آمد و رفت ہوئی اور انٹرویو کس جگہ پر ہوا۔ لیکن اس پہاڑی علاقے کے پر پیچ راستوں پر دن کی روشنی میں بھی سفر کیا جائے تو اجنبی کو کچھ پتہ نہیں چلتا کہ کدھر سے آ رہے ہیں، کدھر جا رہے ہیں۔

ہم اُسامہ کے رفقا کو احساس دلا رہے تھے کہ ہم پاکستان میں کیا حالات چھوڑ کر آئے ہیں۔ جہاں کسی بھی لمحے ایٹمی دھماکے متوقع ہیں۔ چنانچہ ہم جلد از جلد واپس جانا چاہتے ہیں اور یہ بھی کہ ہمیں امریکیوں کی طرح ''ٹریٹ'' نہ کیا جائے۔ ہم تو ان کے بہی خواہ ہیں اور ان کے مقاصد سے ہمدردی رکھتے ہیں۔ چنانچہ ہمارے حوالے سے سیکورٹی کی ان غیر معمولی احتیاطوں کی ضرورت نہیں جو امریکیوں کے حوالے سے لازم ہیں۔

نماز ظہر کے وقت تین ڈبل کیبن گاڑیاں ہمیں لے جانے کے لیے آ گئیں، جن میں وائرلیس سیٹ نصب تھے۔ ہماری گاڑی کو عرب ڈرائیور بڑی مہارت سے اونچے نیچے راستوں پر دوڑائے لے جا رہا تھا۔ راستے میں آنے والے ندی نالوں کو بھی وہ بڑی مشاقی سے عبور کرتا رہا۔ دو گھنٹے سے زائد اس تیز رفتار اور پر پیچ سفر میں ہم دائیں بائیں آگے پیچھے لڑھکتے رہے۔

اب کچھ اور سنسنی خیز مراحل کا سامنا تھا۔

ایک موڑ پر اچانک تین نقاب پوش گاڑی کے سامنے کھڑے تھے۔ دو کے ہاتھ میں کلاشنکوف اور ایک کے پاس راکٹ لانچر تھا۔ کچھ اور مسلح نقاب پوش جھاڑیوں کے سائے میں چاک و چوبند اور مستعد کھڑے تھے ڈرائیور نے ان کے لیڈر سے عربی زبان میں گفتگو کی، لیکن وہ مطمئن نہیں ہو رہا تھا۔ ڈرائیور نے اپنی وائرلیس سے کسی ''ذمہ دار'' سے اس کی بات کروائی اور اسے آگے جانے کا اذن مل

گیا۔

ہمارا خیال تھا کہ ہم اپنی منزل کے قریب ہیں لیکن ابھی عشق کے امتحان اور بھی تھے۔ گاڑیاں پھر اونچے نیچے، ٹیڑھے میڑھے راستے پر دوڑنے لگیں پندرہ بیس منٹ کے بعد پھر چیکنگ کا یہی مرحلہ درپیش تھا۔ وہی سوال، جواب وہی بے اطمینانی اور احتیاط، یہاں پھر وائرلیس پر رابطہ کیا گیا اور ''اوپر'' سے کلیرنس ملنے کے بعد آگے بڑھنے کی اجازت ملی۔ دس پندرہ منٹ بعد پھر وہی تفتیش و تحقیق کا مرحلہ۔

اور اب ہم اپنی منزل پر پہنچ چکے تھے۔ پہاڑوں کے دامن میں واقع اس ''کیمپ'' کے سیاہ گیٹ پر آخری بار چیکنگ ہوئی۔ وائرلیس پر ''احکامات'' حاصل کرنے کے بعد گیٹ کھول دیا گیا یہاں عمارتوں کی چھتوں پر بڑی تعداد میں مسلح گارڈز موجود تھے گردو پیش پہاڑوں پر بھی مسلح نقاب پوش راکٹ اور میزائل اٹھائے نظر آئے۔ میدان میں بھی باوردی مسلح افراد بڑی تعداد میں مستعد کھڑے تھے ہمیں کانفرنس روم میں لے جایا گیا۔

ملاقات کے ''آداب'' میں یہ بات بھی شامل تھی کہ یہاں کوئی تصویر اتارنے کی کوشش نہ کی جائے۔ اُسامہ کی تصاویر کے لیے الگ ''سیشن'' ہوگا۔ چند منٹ بعد بتایا گیا کہ اُسامہ پہنچنے والے ہیں۔ مسلح افراد کے جلو میں ہم باہر کو لپکے۔ تب فضا میں فائرنگ کی گونج اٹھی۔ کیمپ کی عمارات کی چھتوں اور قریبی پہاڑیوں کی چوٹیوں پر موجود مسلح افراد آسمان کی طرف بے تحاشا فائرنگ کررہے تھے، یہ اپنے قائد کا استقبال ہی نہیں بلکہ ایک طرح کا حفاظتی اقدام بھی تھا۔ دو گاڑیوں میں اُسامہ اور ان کے رفقاء کیمپ کے کھلے احاطے میں پہنچ چکے تھے۔ ان میں مصری جماعت ''الجہاد'' کے سربراہ ڈاکٹر ایمن الظواہری بھی تھے۔ جنہوں نے صدر سادات کے قتل کے بعد قید و بند کی طویل صعوبتیں جھیلیں۔ 1984ء میں رہائی پانے کے بعد وہ کچھ عرصہ مصر میں رہے۔ اور پھر افغانستان آکر جہاد میں شریک ہوگئے۔ وہ سوڈان میں بھی اُسامہ کے ساتھ تھے۔ نیویارک کے ورلڈ ٹریڈ سینٹر میں بم دھماکے کے کیس میں، امریکہ میں زیر حراست نابینا مصری عالم دین عمر عبدالرحمٰن کے تین صاحبزادے، محمد عمر عبدالرحمٰن، احمد عمر عبدالرحمٰن، اور عاصم عمر عبدالرحمٰن بھی یہاں ہیں۔ صدر انور سادات کے قاتل خالد اسلام بولو کے بھائی شاقی اسلام بولو بھی یہاں اُسامہ کے رفقا میں شامل ہیں۔

42 سالہ مجاہد راہنما نپے تلے قدموں کے ساتھ کانفرنس روم کی طرف بڑھ رہا تھا۔ جس کی کسی ادا سے دہشت گردی کا شارہ نہیں ملتا تھا۔ کانفرنس روم میں اُسامہ بن لادن کے دائیں ہاتھ ڈاکٹر ایمن الظواہری اور بائیں جانب ان کے دست راست الشیخ تیسیر عبداللہ نے نشستیں سنبھالیں۔ اُسامہ ہمارا خیر مقدم کررہا تھا۔ اسے اندازہ تھا کہ ہم کیسا پرصعوبت سفر طے کر کے یہاں پہنچے ہیں۔ وہ اس پر معذرت

بھی چاہ رہا تھا اور اظہار تشکر بھی کر رہا تھا لیکن ہم دنیا و مافیہا سے بے خبر، بس اسی کو تکے جا رہے تھے۔

کہاں ہے تاب تکلم ابھی ہیں محو نظر
تمہارے چہرے سے نظریں ہٹیں تو بات کریں۔

ہم نے اپنے ہوش و حواس، اپنی تاب و تواں مجتمع کی۔ مجاہد راہنما عالم اسلام اور خصوصاً مشرق اوسط میں، حکومتی سطح پر امریکی اثر و نفوذ پر گفتگو کر رہے تھے۔ وہ سعودی عرب میں امریکی فوجیوں کی موجودگی پر سخت کبیدہ خاطر تھے۔ جس کے خلاف سعودی عوام اور خصوصاً نوجوانوں میں اضطراب پھیل رہا ہے۔ علماء کرام بھی اسے نشانہ تنقید بنا رہے ہیں اور بعض نے اس کے خلاف فتوے بھی جاری کئے ہیں۔ جن میں مسجد نبوی کے امام الشیخ علی بن عبدالرحمٰن الحذیفی بھی شامل ہیں۔

وہ ریاض اور الخبر میں امریکی ٹھکانوں میں بم دھماکوں کو بھی مقامات مقدسہ سے امریکیوں کے انخلا کے لیے شروع کئے جانے والے جہاد کا حصہ قرار دیتے ہیں۔

''کیا یہ مجاہد آپ کے آدمی ہیں۔''

''آپ یوں کہہ لیں کہ وہ میرے ہم خیال ضرور ہیں اور چاہتے ہیں کہ امریکی ہمارے مقدس مقامات سے نکل جائیں۔''

انہوں نے بتایا کہ گزشتہ رمضان المبارک میں سعودی حکومت بھاری تعداد میں وہ اسلحہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئی جسے امریکیوں کے خلاف استعمال کیا جانا تھا۔

اس اسلحہ میں زمین سے فضا میں مار کرنے والے (سام۔7) اور سٹنگر میزائل بھی شامل تھے۔ امریکی پریشان ہیں کہ اس طرح کے اسلحہ سے تو ان کے ہوائی جہاز بھی محفوظ نہیں رہیں گے۔ ان کے چہرے پر فاتحانہ مسکراہٹ تھی۔ جب وہ بتا رہے تھے کہ امریکہ عدن (یمن) میں اپنا اڈہ قائم کرنا چاہتا تھا تاکہ صومالیہ کے خلاف تازہ دم فوجیں بھیجتا رہے۔ لیکن عدن کے دو ہوٹلوں میں بم دھماکوں کے بعد امریکی اتنے خوفزدہ ہوئے کہ انہوں نے اس منصوبے کا خیال دل سے نکال دیا اور واپس چلے گئے۔

اس موقع پر متعدد سوالات، جوابات کے بعد ایک سوال یہ بھی تھا۔

''کہا جاتا ہے کہ طالبان نے آپ کو اس شرط پر پناہ دی ہے کہ آپ یہاں سے کوئی مسلح جدوجہد نہیں کریں گے۔''

امیر المومنین ملا عمر نے صرف ایک شرط عائد کی ہے کہ اس سرزمین کو کسی دہشت گردی یا ملٹری ایکشن کے لیے استعمال نہیں کریں گے انہوں نے ہمیں کسی پولیٹیکل ایکشن سے منع نہیں کیا اور ظاہر ہے میری یہ گفتگو ایک پولیٹیکل ایکشن ہے۔ کوئی ٹیررسٹ ایکشن نہیں۔ انہوں نے ہلکے سے قہقہے کے ساتھ

جواب دیا۔

وہ بتا رہے تھے کہ دنیا میں مختلف جہادی تنظیموں میں بہتر رابطے کے لیے انہوں نے انٹرنیشنل اسلامک فرنٹ کی داغ بیل ڈال دی ہے۔

رسمی گفتگو کے بعد نماز عصر ہوئی اور پھر ہم غیر رسمی اور بے تکلف گفتگو کے لیے باہر کھلے میدان میں ایک چبوترے پر آ بیٹھے۔ یہ اہتمام بھی خود اُسامہ کی خواہش پر ہوا تھا۔

''آپ کچھ تھکے تھکے نظر آ رہے ہیں۔''

میں خاصا طویل سفر کر کے یہاں پہنچا ہوں۔ اس لیے تھکاوٹ کے کچھ آثار نظر آ رہے ہیں۔ ورنہ میں اب بھی روزانہ گھوڑے کی پیٹھ پر چھلانگ لگا کر سوار ہوتا ہوں۔ پس آپ میں سے کسی سے بھی کشتی لڑنے کو تیار ہوں۔ اُسامہ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''عربوں میں ایک سے زائد شادیوں کا رواج ہے۔ آپ کا معاملہ؟

اس بار ڈاکٹر الظواہری گویا ہوئے: ''اُسامہ کی تین بیویاں ہیں اور تینوں یہاں افغانستان میں موجود ہیں۔''

اور تینوں کا تعلق سرزمین حجاز سے ہے۔ اُسامہ نے ہنستے ہوئے وضاحت کی...... اُسامہ کے دو دبلے پتلے بیٹے (عمر 15,14 سال) بھی یہاں موجود تھے۔ انہوں نے بتایا کہ ان کے چودہ بیٹوں میں سے چار ابھی سعودیہ میں ہیں۔

یہاں اُسامہ نے عربی قہوے اور خشک میوہ جات سے ہماری تواضع کی۔ تھوڑی دیر بعد وہ ہمیں الوداع کہہ رہے تھے۔ ان کی چمکتی آنکھوں میں دور دور تک خوف کی کوئی جھلک نہیں تھی۔ صرف اور صرف خدا سے ڈرنے والے کسی اور کے خوف کو اپنے دل میں جگہ کب دیتے ہیں۔ ہماری گاڑیاں واپسی کے لیے مڑیں۔ اُسامہ اور ان کے رفقا بھی اپنی گاڑیوں کی طرف لپک رہے تھے۔ فضا میں ایک بار پھر گولیوں کی گونج اور بارود کا دھواں پھیل گیا تھا۔

اُسامہ بن لادن آج دنیا بھر کے نوجوان مسلمانوں کی امید ہے۔

اس نے ذلت وخواری میں ڈوبے مسلم حکمرانوں کو جو اپنے اقتدار کے لیے اپنی اقدار و روایات اور اپنے عظیم الشان ماضی کو قربان کر دیتے ہیں للکار کر کہا ہے جلد یا بدیر امت مسلمہ ان سے چھٹکارا حاصل کر لے گی۔

وہ آج دنیا کی سپر پاور کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر تکبر ورعونت میں ڈوبی امریکن حکومت

کو ان کی کم مائیگی اور کمتری کا احساس دلا رہا ہے۔ امریکہ نے اُسامہ بن لادن کے خلاف جنگ تو شروع کر دی ہے لیکن یہ بات امریکن بھی جانتے ہیں کہ اس کی کتنی قیمت ادا کرنی پڑے گی۔

وہ شمشیر برہنہ بن کر دشمن کو ساری دنیا میں للکار رہا ہے۔

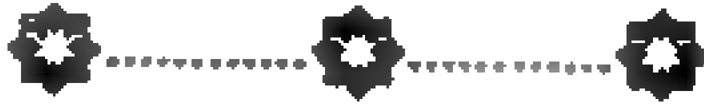
آج امریکہ کا ہر شہری خود کو غیر محفوظ خیال کرتا ہے.........اور اُسامہ بن لادن سب سے زیادہ محفوظ ہے۔

کیونکہ اسے اللہ کی مدد حاصل ہے۔

اس کے ساتھ امت مظلوم کی دعائیں ہیں۔

وہ اللہ کا شیر ہے۔

اور.........اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی۔



جزیرہ عرب اور خلیج میں امریکہ، فرانس اور برطانیہ کے فضائی نیٹ ورک کی تفصیل

جزیرہ عرب میں امریکہ، برطانیہ اور فرانس کی مسلح افواج اور فضائی قوت عرب کے اندر اور باہر ہر طرف پھیلی ہوئی ہے۔ جزیرہ عرب کی حفاظت کے نام پر بیشتر ہوائی اڈے ان غیر مسلم افواج نے خود تعمیر کئے ہیں جو آج ان کے لیے مخصوص ہیں۔ خلیجی حکومتوں نے کتنے ہی ایسے فوجی افسران کو معزول کیا ہے۔ جنہوں نے ان فضائی اڈوں پر امریکہ کے بلاشرکت غیرے قبضہ کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی۔ صرف جزیرہ عرب میں کفار کے تقریباً 13 ہوائی اڈے ہیں جبکہ باقی جزیرہ کے اردگرد کے علاقوں میں موجود ہیں۔ ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(1) جدہ۔ جو بیت اللہ سے صرف 45 میل دور ہے۔

(2) طائف۔ جو بیت اللہ سے صرف 54 میل دور ہے۔

(3) تبوک (4) ریاض

(5) حفر الباطن (6) الجوف

(7) الامام (8) کویت

(9) بحرین میں جفیر (10) قطر میں دوحہ

(11) امارات میں ابوظہبی

(12) عمان میں خصب۔ جو ایران و عمان کے درمیان سمندری درہ ہرمز کے کنارے واقع ہے۔

(13) مسقط (14) مطرح

(15) جزیرہ مصر (16) اردن میں ارزق

(17) مصر کے علاقہ سینا میں بہت بڑا جنگی اڈہ ہے۔

(18) اسرائیل میں کئی جنگی اڈے ہیں سب سے بڑا اور اہم حیفا میں واقع ہے۔

(19) مصر میں قاہرہ (20) مصر ہی میں وادی قنا

(21) ینبع کے بالمقابل مصری ساحل بنیاس

(22) بحر احمر میں جزیرہ دھلک جس پر اریٹریا کے یہودی، امریکہ و اسرائیل کی مدد سے قابض ہیں اور بحر احمر سے گزرنے والا ہر بحری جہاز براہ راست ان یہودیوں کی زد میں ہوتا ہے۔

(23) بحر احمر کے آغاز پر جزیرہ خنیش جہاں اریٹریا کے عیسائی قابض ہیں۔

(24) بحر احمر کے سنگم پر واقع ملک جبوتی جہاں فرانس کا بہت بڑا فضائی مستقر ہے جس سے امریکہ و برطانیہ دونوں استفادہ حاصل کرتے ہیں۔

جزیرہ عرب میں اسلام دشمن افواج

اُسامہ بن لادن جس وقت جہاد افغانستان میں سوویت یونین کی افواج کے خلاف نبرد آزما تھا اس وقت امریکہ کے خلاف اس کا ردعمل کبھی سامنے نہیں آیا امریکہ کے خلاف اعلان جنگ کی بنیاد اس کی افواج کی جزیرہ عرب میں موجودگی بنی جس کی وجہ سے وہ سعودی عرب کی حکومت کے بھی سخت خلاف ہو گئے۔ اُسامہ کا کہنا ہے کہ سعودی عرب کے حکمرانوں سے انہیں شکایت ہے کہ انہوں نے امریکہ کی ماتحتی قبول کر لی ہے چنانچہ بنیادی مسئلہ امریکی حکومت ہے اور موجودہ سعودی شاہی خاندان امریکی نمائندے اور اس کے ایجنٹ کا کردار ادا کر رہا ہے۔ جبکہ امریکہ سے براہ راست دشمنی کی وجوہات بتاتے ہوئے اُسامہ کہتے ہیں۔ ''ہم نے امریکی حکومت کے خلاف اعلان جہاد کیا ہے کیونکہ امریکی حکومت ظالم، جابر اور مجرم ہے۔ اس نے نہایت جابرانہ اور گھناؤنے جرائم کا ارتکاب کیا ہے۔ اس نے کھلم کھلا اسرائیل کے ظالمانہ عزائم کی تائید کی ہے اس کی ہمت افزائی کی ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی ارض شب معراج پر قبضہ کر لے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ فلسطین اور عراق میں مسلمانوں کے قتل عام کا امریکہ براہ راست ذمہ دار ہے۔ جب ہم امریکہ کی بات کرتے ہیں تو ہمیں لبنان میں دھماکوں کا خیال آتا ہے۔ ان معصوم بچوں کا خیال آتا ہے جن کے سر اور بازو ہوا میں بکھر گئے تھے۔ امریکہ تو انسانی احساسات سے عاری وحشی مجرم ہے۔ امریکہ کی ایسی ہی جابرانہ اور ظالمانہ حرکتوں کی وجہ سے ہم نے اس کے خلاف اعلان جہاد کیا ہے کیونکہ ہمارا دین ایسے حالات میں ہمیں حکم دیتا ہے کہ جب ظلم اور جبر حد سے بڑھ جائے تو اللہ کے

حکم کے نفاذ کے لیے اٹھ کھڑے ہو۔ اس لیے ہم امریکہ کو تمام اسلامی ممالک سے نکال دینا چاہتے ہیں جہاں تک یہ سوال کہ یہ جہاد امریکی فوجیوں کے خلاف ہے یا ان شہریوں کے خلاف ہے جو ہمارے مقامات مقدسہ میں موجود ہیں۔ ہمارے دین میں ہمارے مقامات مقدس تمام اسلامی ممالک میں سب سے زیادہ قابل احترام ہیں اور وہاں کسی غیر مسلم کا وجود نا قابل برداشت ہے اس لیے تمام امریکی شہری وہاں سے فوراً نکل جائیں۔ ہم ان کی حفاظت کی کوئی ذمہ داری نہیں لے سکتے ہمارے 6 لاکھ معصوم بچے امریکہ کی وجہ سے عراق میں کھانے اور دواؤں سے محروم ہیں۔ ہمارے ردعمل کی ذمہ داری امریکہ پر ہوگی کیونکہ یہ امریکی ظلم جنگ کو امریکی فوجیوں سے امریکی شہریوں تک لے جارہا ہے۔ یہ بات بالکل واضح ہے۔ امریکہ فلسطین، لبنان اور عراق میں مجرم ہے۔

مقدس سرزمین جزیرہ عرب اور اس کے اردگرد امریکہ اور اس کے حلیف ممالک کی افواج کی تعداد اور اس کی موجودگی کے پس پردہ محرکات کے بارے میں کراچی سے شائع ہونے والے ہفت روزہ ''ضرب مومن'' نے بڑے معلوماتی اور فکر انگیز مضامین شائع کیے ہیں جن سے جزیرہ عرب میں یہود و نصاریٰ کی مسلح افواج کی صحیح صورت حال کا علم ہوتا ہے۔ ہفت روز ضرب مومن سے یہ اقتباسات شکریے کے ساتھ ان صفحات میں شامل کیے جارہے ہیں۔

مسئلہ خلیج کیا ہے؟ امریکی اور یہودی افواج کس مقصد کے لیے اس مقدس خطے کے چاروں طرف ڈیرہ ڈالے ہوئی ہیں۔ مسلم زعماء ارض حرمین میں یہودی و نصرانی افواج کی سوچوں کو اسلام اور عالم اسلام کے خلاف ایک گہری اور سوچی سمجھی سازش کیوں قرار دے رہے ہیں؟ امریکہ جو عالم اسلام کا بدترین دشمن ہے مسلمانوں کے مقامات مقدسہ کی حفاظت کا ذمہ کیوں لیے ہوئے ہے؟ بوسینا اور کشمیر میں دل دہلا دینے والے انسانیت سوز مظالم کو رکوانے کے لیے جس ملک نے عالمی پولیس مین ہوتے ہوئے آج تک کچھ نہیں کیا وہ سعودی حکمرانوں کی ایک درخواست پر اپنے عظیم لاؤلشکر، بھاری جدید اسلحے اور بے شمار فضائی و بحری طاقت سمیت راتوں رات وہاں کیسے پہنچ گیا؟ اور اس گرم ترین خطے اور ناموافق موسم میں اب تک وہاں کیوں پڑاؤ ڈالے ہوئے ہے؟ اتنی عظیم فوجی قوت کے ساتھ حرمین کے گرد اس کی موجودگی کسی بھیانک خطرے کا دفاع کرنے یا کسی اندوہناک ظلم کو بند کروانے کے لیے ہے؟

ان سب سوالوں کا جواب جاننے کے لیے جزیرۃ العرب کے دینی تقدس، جغرافیائی اہمیت اور عالمی معاشی و اقتصادی نظام پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت سے آگاہ ہونا ضروری ہے۔ ذیل کی سطروں میں انہی نکات کو سامنے رکھ کر اس عالمی صیہونی سازش سے مسلمانوں کو باخبر کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو مسلمانوں کے ازلی دشمن یہودیوں نے ان کے خلاف تیار کی ہے۔ اور جس کا جال روز بروز

ان کے گرد تنگ ہوتا جا رہا ہے اور اب وقت آ گیا ہے کہ یا وہ ہوش میں آ جائیں یا ہمیشہ کے لیے نیست و نابود ہونے کے لیے تیار ہو جائیں۔

جزیرۃ العرب ابتدائے آفرینش سے لے کر آج تک کئی لحاظ سے اہمیت رکھتا ہے اور روز قیامت تک اس کی یہ اہمیت اور کرہ ارض کے دوسرے خطوں پر اس کی برتری قائم رہے گی۔ اس کی کئی وجوہ ہیں۔ پہلی وجہ دینی مذہبی اعتبار سے ہے دنیا کے بڑے بڑے مذاہب اسلام، یہودیت، نصرانیت، اور سابئیت وغیرہ اس خطے میں نازل ہوئے اور یہیں سے دنیا بھر میں پھیلے۔ جلیل القدر انبیاء اسی سرزمین کے باسیوں کی طرف مبعوث ہوئے۔ چاروں آسمانی کتابیں اور اکثر صحف سماوی یہیں اتریں۔ دنیا کی کئی بڑی بڑی قومیں اسی خطے میں گزری ہیں ان کے آثار قدیمہ آج بھی یہاں جا بجا پھیلے ہوئے ہیں۔ انہی وجوہ کی بنا پر یہ خطہ مسلمانوں۔ یہودیوں اور عیسائیوں سب کے نزدیک اہم ہے۔ مسلمانوں کے تمام مقدس مقامات تو خیر ہیں ہی لیکن یہودی اور نصرانی بزعم خود جن مقامات کو مقدس مانتے ہیں وہ بھی اس جزیرہ نما میں پائے جاتے ہیں۔ یہودیوں کی روز اول سے کوشش رہی ہے کہ کسی طرح یہاں کے مخصوص علاقوں پر قبضہ کر کے صیہونی ریاست قائم کی جائے اسرائیل کے جھنڈے میں دو نیلی پٹیاں دکھائی گئی ہیں، ان سے مراد دو دریا ہیں ایک دجلہ اور دوسرا نیل۔ یہودی ان دریاؤں کو اسرائیل کی حدود مملکت مانتے ہیں۔ ان دونوں کے درمیانی خطے میں خالص یہودی ریاست قائم کرنے کے لیے ایک عرصے سے کوشاں ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی نافرمان اور انبیاء کرام علیہم السلام کی گستاخ اس راندہ درگاہ قوم کو اس مقصد میں عرصے سے کوئی کامیابی نصیب نہ ہوتی تھی حتیٰ کہ مسلمانوں کی شامت اعمال بزدلی اور ترک جہاد کی نحوست سے بالآخر یہ نجس قوم فلسطین پر اپنے ناپاک پنجے گاڑنے میں کامیاب ہو گئی، مختصراً یہ کہ محدود سرزمین پر اسرائیل کا قیام ایک عالمی صیہونی ریاست کی داغ بیل ڈالنے کی طرف یہودیوں کا پہلا قدم تھا۔ اب فیصلہ کن اور آخری معرکہ خلیج میں مغربی افواج کی یلغار کے نتیجہ میں برپا ہونے والا ہے۔ مختلف مغربی ممالک کی جو افواج سعودیہ اور اس کے آس پاس کے ممالک میں حیلے بہانوں سے موجود ہیں ان کا سربراہ ہمیشہ یہودی یا عیسائی ہوتا ہے۔ ان کے فوجیوں کی اکثریت یہودیوں، عیسائیوں اور ملحدوں پر مشتمل ہے۔ ان کی دیدہ دلیری کا یہ عالم ہے کہ ان کے فوجی اڈوں اور قیام گاہوں میں کوئی اعلیٰ سعودی افسر داخل نہیں ہو سکتا۔ ایک بار ایک سعودی افسر کو امریکیوں نے سعودی حکومت سے کہہ کر اس لیے معزول کروا دیا تھا کیونکہ اس نے ایک فوجی مرکز میں داخلے سے منع کرنے پر وہاں موجود سیکورٹی افسر سے الجھنے کی کوشش کی تھی۔ یہ سارے فوجی مراکز براہ راست امریکی کمان کے ماتحت ہیں۔ اپنے معاملات میں مکمل خود مختار اور کسی کے سامنے جوابدہ نہیں ہیں۔ کیا چوکیداری کے لیے لائی گئی

فوج کے یہی تیور ہوتے ہیں، ان کی نفری اور اسلحے کی تعداد عظیم بحری اور فضائی بیانگ دہل بتا رہی ہے کہ ان کی وہاں موجودگی محض صدام کے مقابلے کے لیے نہیں کسی انتہائی خطرناک سازش کے تحت ہے۔ اگر عراق کی جانب سے درپیش موہوم خطرے کا دفاع ہی مقصود ہے تو امریکی افواج کو عراق سے ملتی سرحد پر موجود ہونا چاہیے۔ سرحد سے ہزاروں میل دور سعودیہ کے قلب میں حرم کعبہ سے چند میل کے فاصلے پر جدہ اور طائف میں ان کی موجودگی کا کیا مطلب؟ اگر فرض کر لیا جائے کہ سعودیہ کے مقدس مقامات کو صدام سے خطرہ ہے تو عراق سے سینکڑوں میل دور بحرین، عمان اور مصر کو کیا خطرہ؟ قطر اور مسقط میں امریکی اڈے کس لیے بنائے گئے ہیں؟ کیا ایک خطرہ کے مقابلے کے لیے اس سے زیادہ بڑے خطرے کو اپنے گھر لا کر اتار دیا جاتا ہے کیا عیار و ناپاک صیہونی اور متعصب عیسائی صدام سے زیادہ خطرناک ہیں؟ اگر وہ کوفہ و بغداد کے دروازے سارے عالم اسلام کے لیے کھلے رکھتا ہے تو کیا بیت اللہ کے حج اور حرم نبوی ﷺ کی زیارت پر پابندی لگا دے گا؟ خطرہ دراصل سعودیہ کو نہیں، سعودی حکمرانوں اور ان کی حکومت کو تھا اور یہ خطرہ بھی ان مکار یہودیوں کا پیدا کردہ، فرضی اور مصنوعی تھا انہوں نے سیٹلائیٹ کے ذریعے حاصل کردہ ایسی فرضی اور جعلی تصویریں سعودی حکمرانوں کو دکھائیں جن سے معلوم ہوتا تھا کہ صدام چند لمحوں میں سعودیہ پر حملہ آور ہونے والا ہے۔ ان تصویروں کا ہوا بنا کر سعودی حکمرانوں کو نہ کچھ سوچنے سمجھنے کا موقع دیا گیا نہ مسلمان ممالک سے مشورہ لینے اور امداد حاصل کرنے کا، ان کو دم لینے کی مہلت دیئے بغیر راتوں رات اپنے فوجی اور جدید ترین اسلحہ کے انبار لگا دیئے گئے۔ اس پر مکاری و عیاری کی انتہا یہ کہ اپنے مذموم مقاصد کو پورا کرنے کے لیے آئی ہوئی فوج اپنے تمام تر اخراجات مسلمانوں کے خزانے سے لے رہی ہے۔ کیا آسمان نے اس سے زیادہ افسوسناک اور اندوہناک منظر اس سے پہلے دیکھا ہوگا؟

سادگی مسلم کی دیکھ اوروں کی عیاری بھی دیکھ

اب یہ بات ڈھکی چھپی نہیں رہی کہ یہودی افواج سعودیہ میں اتریں تو انہوں نے خیبر میں اتر کر جشن منایا۔ ان کے پادریوں نے وعظ کیے۔ وہاں خنزیر کے کبابوں کے ساتھ شراب کے جام لنڈھائے گئے اور ساری دنیا کے یہودیوں نے خوشی منائی کہ ہم نے اپنی ہزار سالہ پرانی ذلت آمیز شکست کا بدلہ لے لیا ہے۔

فاتح خیبر کے جانشین مسلمانو! تمہاری غیرت کہاں سو گئی ہے خیبر کے قلعہ کو پاؤں تلے روند ڈالنے والے صحابہ کرامؓ کی روحوں پر کیا گزرتی ہوگی۔ تمہارے زنگ آلود دلوں کو اس کا احساس ہے کہ نہیں؟ کیا تم اس دن کے لیے نمازیں پڑھتے اور روزے رکھتے ہو کہ جن جگہوں کو تمہارے اسلاف نے

اپنی مقدس جانیں قربان کر کے فتح کیا ان پر ناپاک یہودیوں کے قدم پہنچ جائیں اور تم اپنے گھروں میں بیٹھے تماشا دیکھتے رہو؟ اٹھو اور علم جہاد بلند کر کے کفر کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو جاؤ ورنہ یہ نمازیں تمہارے کچھ کام نہ آئیں گی۔ یہ عبادات لپیٹ کر تمہارے منہ پر ماردی جائیں گی؟ جس کعبے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہو وہ خطرے میں ہو تو تمہاری مسجدوں کی رب تعالیٰ کو کیا حاجت۔ جس نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہو اس کے روضہ اقدس سے کفار چند میل کے فاصلے پر پہنچ چکے ہوں اور تم صلوٰۃ وسلام پڑھنے میں لگے رہو تو یہ محبت واطاعت ہے یا حماقت اور بزدلی؟

تمہارے نبی ﷺ نے آخری وصیت یہ کی تھی کہ ''یہود ونصاریٰ'' کو جزیرۃ العرب سے نکال دو۔'' یہ ان کفار کے بارے تھی جو نسلاً عرب تھے۔ یہاں کے اصلی باشندے تھے۔ نسل درنسل یہاں رہتے چلے آئے تھے۔ جب اسلام کے بغیر ان کے وجود کو برداشت نہیں کیا گیا تو یہ کس طرح روا ہو سکتا ہے کہ امریکہ وبرطانیہ جیسے دارالکفر والشرک میں رہنے والے نجس وناپاک اور غلیظ مشرکوں کو دعوت دے کر یہاں بلایا جائے جب جزیرہ عرب کے دور دراز غیر اہم گوشوں اور صحراؤں میں یہ نہیں رہ سکتے تو حرمین شریفین کے قریب ان کو کیونکر مستقل اڈے فراہم کیے جا سکتے ہیں۔ چرواہوں کی صورت میں یہ جزیہ دے کر نہیں رہ سکتے تو بدمعاشوں کی طرح کیسے دندنا سکتے ہیں۔ کیا یہ بات عقل تسلیم کرتی ہے کہ اللہ کے دشمن اس کے گھر کی حفاظت کے لیے آئے ہیں؟ کوئی ذی ہوش یہ بات مان سکتا ہے کہ جن بدفطرتوں نے نبی پاک ﷺ کو معاذ اللہ شہید کرنے کی سازش کیں۔ دھوکے سے کھانے میں زہر ملا دیا کیا یہ بدطینت۔ نبی پاک ﷺ کے وصال کے بعد اپنی غلطیوں سے تائب ہو گئے ہیں کہ ان کے مقدس روضے کی حفاظت کے لیے دور دراز کا سفر کر کے مصیبتیں جھیل رہے ہیں؟ کیا دنیا بھر کے مسلمانوں میں کوئی ایسا نہیں رہا جو اپنے دین کے مقدس مقامات کی حفاظت کر سکے؟ کیا مسلمانوں میں مرد اور مجاہد پیدا ہونا ختم ہو گئے ہیں؟

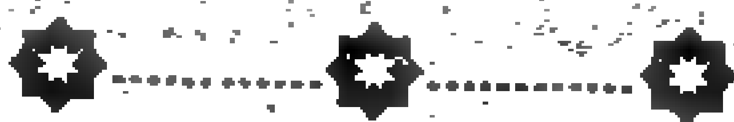
جو عرب مجاہدین روس کو ناکوں چنے چبوا سکتے ہیں، افغانستان کمیونسٹوں سے اپنی بہادری اور بے جگری کا لوہا منوا سکتے ہیں وہ صدامیوں کو نکیل ڈال سکتے ہیں۔ سعودی عرب ان کی خدمات حاصل کرنے کی بجائے ان کو جیلوں کی تاریک کوٹھڑیوں میں کیوں پھینک رہا ہے؟ روسی کافروں کے خلاف لڑنے والوں کو مجاہد اور ہیرو کا خطاب دینے والے امریکی کافروں کے خلاف جدوجہد کرنے والوں کو دہشت گرد کیوں قرار دیتے ہیں؟ کیا امریکی روسیوں سے کم غلیظ کافر ہیں؟ روسیوں کے خلاف لڑنا تو فرض عین ہو اور امریکیوں کے خلاف بات کرنا بھی حرام؟ کیا افغانستان حرمین شریفین سے زیادہ مقدس تھا کہ وہاں جانے والے مجاہدین کی تصویریں سعودی اخباروں میں چھاپی جاتی تھیں۔ ان کو قصائی کرائے میں

60 فیصد رعایت دی جاتی تھی اور حرمین کے تحفظ کے لیے کھڑے ہونے والوں کو جلاوطنی اور قید و بند کی صعوبتیں دی جاتی ہیں ان پر عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا ہے۔

اگر عرب مجاہدین سے ان کی بادشاہتوں کو خطرہ ہے تو دنیا کے دوسرے ممالک جن کی افواج ممتاز ترین عسکری صلاحیتوں کی حامل ہیں مثلاً پاکستان۔ کیا ان میں اتنا جذبہ ایمانی نہیں کہ وہ اپنے ملکوں کی حفاظت کے لیے تو جان کی بازی لگائیں اور اللہ کے گھر کی نگہبانی نہ کر سکیں۔ دنیا میں ایسے ممالک موجود ہیں جن کی افواج اپنی یادگار کارکردگی اور شاندار روایات کی بنا پر دنیا بھر میں صف اول کی عسکری قوتیں سمجھی جاتی ہیں۔ ان کو تحفظ حرمین کے اعزاز سے محروم کر کے کافروں سے نجات دلانے کا کام نہ لینا کہاں کا انصاف ہے؟ کیا بات ہے کہ غیر مسلم فوجوں کو بھاری جنگی اخراجات کے علاوہ خنزیر، شراب اور عورتیں استعمال کرنے کی بھی اجازت ہے۔

مسلمانوں کی دولت لوٹ کر اغیار اپنے خزانے بھر رہے ہیں اور اپنے برادر اسلامی ممالک اسی لوٹی ہوئی دولت سے قرض مانگنے پر مجبور ہیں۔ امریکہ سالانہ پچاس ملین ڈالر فوجی اخراجات وصول کرتا ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ غیر مسلم افواج نہ حرمین کے تحفظ کے لیے آئی ہیں اور نہ صدام کا خطرہ ٹلنے کے بعد واپس جائیں گی۔ اگر صدام سے واقعی کوئی خطرہ ہوتا تو جہاں شاہ فیصل شہید کیے جا سکتے ہیں۔ جنرل محمد ضیاء الحق اور چوٹی کے عسکری قائدین کو طیارے کے حادثہ میں اڑایا جا سکتا ہے، عبداللہ عزام کے راستے میں بم لگایا جا سکتا ہے۔ یوسف رمزی اور ایمل کانسی کو دنیا کے کسی بھی خطے سے اٹھایا جا سکتا ہے۔ عظیم عرب مجاہد اُسامہ بن لادن پر کروز میزائل پھینکے جا سکتے ہیں تو صدام کو راستے سے ہٹانا امریکہ کے لیے کون سا مشکل ہے۔ کیا امریکہ کے جاسوس ادارے اور تربیت یافتہ کمانڈوز اتنے ناکارہ اور بے بس ہیں کہ ایک شخص کو ختم نہیں کر سکتے جس کے خوف سے ان کی فوج کی اتنی بڑی تعداد اپنے گھربار سے دور تپتے صحراؤں میں اتنی سخت ڈیوٹی دے رہی ہے۔ امریکہ کی صاف نیت سمجھنے والوں کو اس خبر پر غور کرنا چاہیے جو پچھلے دنوں عالمی ذرائع ابلاغ میں شائع ہوئی۔ کہ امریکی صدر کلنٹن جب اپنی فوج کا حوصلہ بڑھانے سعودیہ کے دورے پر گئے تو مسلم روایات کے تحت سعودی فرمانروا سے ملنے کی بجائے سیدھا حفر الباطن میں امریکی فوجی اڈے پر جا کر اترے اور گورنر ریاض کی مہمان نوازی قبول کرنے کی بجائے اسے اپنی قیام گاہ پر ملاقات کے لیے بلایا۔ کیا یہ بہادر شاہ ظفر اور وائسرائے والی کہانی تو نہیں جو جگہ اور ناموں کی ذرا سی تبدیلی کے ساتھ دہرائی جا رہی ہے۔



القاعدہ وڈیو کی کہانی

کچھ عرصہ قبل عالمی ذرائع ابلاغ کو دستاویزی فلم پر مشتمل ایک وڈیو ارسال کی گئی جو کہ شیخ اُسامہ بن لادن کے مختلف انٹرویوز اور ان کے مختلف وقتوں میں دیئے گئے بیانات پر مشتمل تھی۔ مذکورہ وڈیو میں مجاہدین کی تربیت کے علاوہ اور بھی بہت کچھ دکھایا گیا تھا لیکن امریکہ و مغربی دنیا کے لیے جو چیز سب سے زیادہ بھیانک ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی دلچسپی کا باعث تھی وہ مجاہدین کی ٹریننگ تھی جو اس میں دکھائی گئی تھی۔ حتیٰ کہ چھوٹے چھوٹے بچوں کو بھی وہی تربیت کرتے ہوئے دکھایا گیا جو بڑے جوان کر رہے تھے تو ذرائع ابلاغ نے اس ویڈیو پر اپنے اپنے حساب سے تبصرے شروع کر دیئے۔ بی بی سی اور سی این این نے اس وڈیو پر خصوصی پروگرام نشر کئے۔ قطر کے الجزیرہ اور کویت ٹیلی ویژن نے اس وڈیو کو نشر کیا جو کہ عرب دنیا میں سخت بے چینی کا باعث بنا۔

بنیادی طور پر عربی میں بنائی گئی اس وڈیو کے منظر عام پر آنے کے بعد امریکہ اور مغربی دنیا میں زبردست ہلچل مچ گئی اور ذرائع ابلاغ نے بار بار اس کے مختلف مناظر دکھانے شروع کر دیئے۔ 11 ستمبر کے حملوں کے بعد تو اس میں اس قدر شدت آئی کہ شاید ہی ان مغربی و امریکی نشریاتی اداروں نے کوئی اور وڈیو اتنی بار نشر کی ہو جتنا انہوں نے اس وڈیو کو کیا۔ خصوصاً اس کے ٹریننگ والے حصے کو ابھارا گیا۔ اس عربی وڈیو کا اردو ترجمہ دیا جا رہا ہے۔

اس دستاویزی وڈیو فلم کا عنوان ہے: ''ترمیر المدمرۃ امریکہ کول''...... یعنی ''امریکی تباہ کار جہاز کول (Cole) کی تباہی۔''

وڈیو کا آغاز درج ذیل آیت قرآنی کی تلاوت سے ہوتا ہے۔

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور (عمل میں) سچوں کے ساتھ رہو۔ مدینے کے رہنے

والوں اور جو دیہاتی ان کے گرد و پیش (رہتے) ہیں ان کو یہ زیبا نہ تھا کہ رسول اللہ کا ساتھ نہ دیں اور نہ یہ (زیبا تھا) کہ اپنی جان کو ان کی جان سے عزیز سمجھیں (اور) یہ (ساتھ جانے کا ضروری ہونا) اس سبب سے ہے کہ ان کو اللہ کی راہ میں جو پیاس لگی اور جو ماندگی پہنچی اور جو بھوک لگی اور جو چلنا چلے جو کافر کے لیے موجب غیظ ہوا اور دشمنوں کی جو کچھ خبر لی ان سب پر ان کے نام ایک ایک نام کام لکھا گیا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ مخلصین کا اجر ضائع نہیں کرتے'' (9:120)

قرآت: المجاہد شیخ ابو ہاجر ...... اللہ تعالیٰ انہیں امریکی جیل سے رہائی نصیب فرمائے۔ (آمین)

قرآت کے بعد شیخ اُسامہ کا بیان شروع ہوتا ہے۔

یہ صلاح الدین کفار کے لہو میں ڈوبی ہوئی اپنی تلوار اٹھائے ہوئے ہیں اور طویل عرصہ بھولے رہنے کے بعد حطین کے معرکے کی یادیں غزوہ بدر و خیبر کی یادوں کے ساتھ واپس آ ئی ہیں۔

آپ دیکھتے ہیں کہ امت مسلمہ انتقام کے لیے بے چین ہے...... مشرق میں آپ کے بھائی نے خود کو تیار کر لیا ہے اور کابل معادن بن گیا ہے۔ نجد میں نوجوان جہاد کے لیے اٹھ چکے ہیں اور عدن میں لوگوں نے تباہی پھیلانے والے مضبوط خوف کو تباہ کر دیا ہے۔ یہ سمندر میں لنگر انداز ہو کر مسلمان کو خوفزدہ کرتا ہے۔''

یہاں سے دستاویزی فلم کا پہلا حصہ یا منظر شروع ہوتا ہے جس میں دنیا بھر کے مسلمانوں پر بیتنے والے واقعات دلخراش مناظر کے ساتھ دکھائے گئے ہیں۔ ان مناظر کو دیکھ کر یقیناً کوئی ایمان والا چین و سکون سے نہیں رہ سکتا۔

پہلا منظر

مسلم امہ کی موجودہ صورت حال

سرب قتل و غارت گری کا بازار گرم کیے ہوئے نصف ملین مسلمانوں کی بے بسی پر ہنستے ہوئے انہیں اجتماعی قبروں میں دفن کر رہے ہیں۔ لاکھوں چیچن مسلمان کمیونسٹ روسیوں کے ہاتھوں قتل ہوئے اور اب بھی مسلسل ہزاروں شہید ہو رہے ہیں۔ ساٹھ ہزار سے زائد مسلمان عورتوں کی عصمت دری کی گئی۔ یہی حالات بوسنیائی خاندانوں کے ہیں۔ صومالی خاندانوں کے کشمیری خاندانوں کے، فلپائنی خاندانوں کے، تاجک، افغان، جارجیا اور کرد خاندانوں اور دیگر مسلمانوں کے۔

سرزمین حرمین شریفین

اس وقت مسلمانوں کو درپیش مسائل میں سب سے خطرناک اور گھمبیر مسئلہ حرمین شریفین کے اردگرد امریکی یہودی افواج کی موجودگی ہے۔ چونکہ بیت اللہ دنیا بھر کے مسلمانوں کا مرکز اور مسجد نبوی تمام مسلمانوں کے دلوں کی دھڑکن ہے چنانچہ اس مناسبت سے دستاویزی فلم میں اولیت اسی مسئلہ کو دیتے ہوئے سب سے پہلے اس بارے میں بات کی گئی ہے۔ شیخ اُسامہ کو بیان کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔

مسلمانوں کے زخم گہرے ہیں...... بہت گہرے...... ہر جگہ پر۔ تاہم آج ہمارے سب سے خطرناک زخم ہمارے مقدس ترین مقامات پر ہیں۔...... مقدس گھر...... محترم کعبہ شریف...... اور مسجد نبوی پر۔ ہم نے القدس (یروشلم) میں معراج کی سرزمین چھوڑی تو اس کے بعد صلیبی جنگجو اور یہودی آپس میں اتحاد کر کے اسلام کے مرکز اور ہمارے گھروں پر حملہ آور ہو گئے۔

لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

ابورغال (وہ شخص جس نے بیت اللہ پر حملہ آور ''ابرہہ'' کو کعبہ کا راستہ بتایا تھا، اشارہ شاہ فہد کی طرف ہے) اپنی روحانی اولاد کے ساتھ ارض حرمین شریفین پر قبضہ کی منظوری دینے کی غرض سے پھر ظاہر ہو گیا ہے۔ اس طرح انہوں نے امریکی ٹینکوں اور امریکی فوجیوں اور ان کی عورتوں کی فوج کو داخلے کو قانونی اجازت کی شکل دے دی ہے۔ یہ آزادی سے گھومتے پھرتے ہیں اور خوشیاں مناتے ہیں۔ اس جگہ جہاں محمد ﷺ کی ولادت ہوئی...... وہ جگہ جہاں آسمان سے جبرائیل امین رسول اللہؐ پر قرآن لے کر نازل ہوئے۔ اس جگہ کی شان بہت عظیم ہے کیونکہ یہ اللہ کے نزدیک سب سے محبوب جگہ ہے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ لیکن آج کے قریش ابھی تک اس فعل پر نادم نہیں ہوئے۔ حضور اکرم ﷺ کے وارثوں کے لیے...... حضور اکرم ﷺ کے وارث علماء کے لیے باوجود اس کے کہ وہ حضور ﷺ کی امت میں ہیں۔

اللہ کی قسم! جزیرہ عرب کے لوگ تو وہاں قیدی بن کر رہ رہے ہیں جبکہ امریکی اللہ کے رسولؐ کی زمین پر آزادی سے گھوم پھر رہے ہیں اور رنگ رلیاں منا رہے ہیں۔ کیا لوگوں میں ایمان کی ذرا بھی رمق باقی نہیں رہی؟ کیا ان میں رسول اللہ ﷺ کے دین کی عزت و احترام کا کوئی احساس زندہ نہیں؟ اے اللہ! میں خود کو اس سے بری کرتا ہوں جو کچھ ابورغال (شاہ فہد) اس کے بھائیوں اور اس کے ساتھیوں نے کیا۔

فلسطین

ایک دردانگیز آواز ابھرتی ہے جس میں فلسطین کی آزادی کے لیے دعا مانگی جا رہی ہے۔

''اے اللہ مسجد اقصیٰ کو آزادی نصیب فرما، اے اللہ مسجد اقصیٰ کو آزادی نصیب فرما۔''

اس کے بعد درج ذیل قرآنی آیت تلاوت کی جا رہی ہے۔

تسبیح ہے اس ذات کی جو اپنے بندہ (محمدؐ) کو شب کے وقت مسجد حرام (یعنی مسجد کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (یعنی بیت المقدس) تک جس کے گرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں لے گیا تاکہ ہم ان کو اپنے کچھ عجائبات قدرت دکھلا دیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ بڑا سننے والا بڑا دیکھنے والا ہے۔ (17:1)

یہاں سے اسرائیلی وزیر اعظم شیرون کو دکھایا جا رہا ہے کہ وہ کس طرح مسجد اقصیٰ کا تقدس پامال کرتے ہوئے مسلمانوں کی تحقیر کر رہا ہے۔ اس کے بعد ایک آواز ابھرتی ہے:

کہاں ہے ایک ارب کی تعداد میں موجود قوم؟

جو دیکھتی ہے کہ قرآن کو پھاڑا، جلایا اور قدموں تلے روندا جا رہا ہے اور اسے خبیث ظالم یہودیوں کے لیے ٹشو (Tissue) کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔

پھر یہاں سے شیخ اُسامہ کا عید کے دن کیا گیا بیان دکھایا جا رہا ہے۔ یہودی مقبوضہ فلسطین میں مسلمان خواتین کے ساتھ ہر طرح کا سلوک روا رکھنے میں آزاد ہیں، یہ ان شیروں کو کال کوٹھڑیوں میں ڈال دیتے ہیں جو اسلام کی مدد کے لیے کھڑے ہوتے ہیں۔ ایسے نازک وقت میں بڑے رہنما کچھ نہیں کر سکے اور حکمرانوں اور لیڈروں نے اس سرزمین سے غداری کی جہاں حضور اکرم ﷺ کو معراج ہوئی تھی۔

اس کے بعد دو فلسطینی مسلمانوں کے تاثرات دکھائے گئے جو کچھ یوں تھے۔

(1) عرب حکمرانوں کو یہاں آنے دیں تاکہ وہ اس قتل عام کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں جو صیہونی فلسطینی مسلمانوں کا کر رہے ہیں۔ ہم کچھ نہیں چاہتے۔ بس انہیں یہاں آ کر یہود کی سفاکی دیکھنے دیں۔

(2) ''یا معتصم'' کی بے شمار صدائیں دی جا چکی ہیں ...... ہزاروں میل دور سے ایک مسلمان بہن نے معتصم کو مدد کے لیے پکارا تو اس نے فوراً لبیک کہا......''

پھر اس کے بعد دو عفت مآب اسلام کی بیٹیاں قید ہیں اور ان کی عزت و ناموس تار تار کر دی گئی ہے...... میری بہن سو کر اٹھتی ہے تو کوئی اجنبی اس کی عصمت خراب کر چکا ہوتا ہے...... وہ اپنا چہرہ چھپا

لیتی ہے...... یہ اداس چہرہ اور کیا کہہ سکتا ہے...... بچہ اپنی ماں کی گود میں دم توڑ دیتا ہے جب وہ اسے دودھ پلا کر جھلاتی ہے۔

اس کے بعد دو اسرائیلی فوجیوں کو دکھایا گیا ہے جو ایک دس سالہ بچے کو مارتے ہوئے لے جا رہے ہیں۔ پس منظر میں سخت بے چین کر دینے والی صدا میں یہ کہا جا رہا ہے۔

اے مسلمانو! آخر کب تک؟ آخر کب تک یہود معاہدے توڑتے اور علاقے کو تباہ کرتے رہیں گے؟

پچاس سال...... پچاس سال سے اے مسلمانو! ہم یتیموں اور بیواؤں کے مصائب دیکھ رہے ہیں...... اس کے باوجود ہم انہیں نظر انداز کرتے ہوئے بے حسی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔

آہ اقصیٰ......!! آہ اقصیٰ......!!

اس کے بعد مختلف فلسطینی نوجوانوں کو گرفتار کرتے ہوئے دکھایا جا رہا ہے اور پس منظر میں یہ آواز ابھرتی ہے۔

یہ موت سے نہیں ڈرتے اور ہر لمحہ دین حق کی خاطر اللہ کی راہ میں قربانی دے رہے ہیں، ان کا نعرہ ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں اس کا کلمہ بلند کرنے کے لیے میدان میں اترے ہیں، یا تو اس دین حق کو عزت و عظمت حاصل ہو جائے گی یا پھر ہمارے خون کی ندیاں بہہ جائیں گی۔

یہاں دل تڑپا دینے والا ایک منظر دکھایا گیا جس میں اسرائیلی خفیہ ایجنسی کا اہلکار ایک فلسطینی بچے کو اپنے ہاتھوں میں دبا کر سخت زدوکوب کر رہا ہے اور پس منظر میں یہ آواز آتی ہے۔

کہاں ہیں "الفاروق" عمرؓ؟

جنہوں نے (قبلہ اول) مسجد اقصیٰ کے علاوہ کسی کے لیے مدینہ نہیں چھوڑا۔

تمام عظمتیں اللہ ہی کے لیے ہیں...... یہ شہادت کے لیے کتنے بے قرار ہیں!!

اے فلسطینی بھائی......! تم کتنے عظیم ہو!!

اے ہمارے فلسطینی بھائیو! ہمیں معاف کر دو......

اے بوڑھی ماں! ہمیں معاف کر دو......

ہمیں معاف کر دو اے ہمارے نوجوان بھائیو......

ہمیں معاف کر دو اے ہمارے یتیم بچو......

اے ہماری مسلمان بہن ہمیں معاف کر دو......

ہمیں معاف کر دو مسلمان بہن...... کہ ہم تمہاری عصمت و عزت بے حسی سے تار تار ہوتی

دیکھ رہے ہیں......

اے میری قوم کے نوجوانو! کہہ دو کہ ہم ذلت کی زندگی پر عزت کی موت کو ترجیح دیتے ہیں، موت کو گلے لگانا اس سے ڈر کر بھاگنے سے کہیں بہتر ہے۔

اگرچہ طاغوت غالب آ گیا ہے اور مسجد اقصیٰ کے زخم بہت گہرے ہیں......لیکن اے فلسطین کے عظیم مجاہدو!

اے مسلم جانبازو!

اے مسجد اقصیٰ کے محافظو!

صبر کرو......موت کی وادی میں صبر کرو............

کیونکہ تمہارے لیے اللہ کی نصرت و فتح کا وعدہ ہے اور تم نے اس سے ثابت قدم رہنے کا عہد کیا ہے......سو تم اپنا عہد پورا کرو، وہ اپنا وعدہ نبھائے گا۔

عجیب بات ہے!!

یہ یہودی امن کے ٹھیکیدار بنے پھرتے ہیں، ساتھ ہی یہ اپنے آپ کو نیوکلیئر اور بائیولوجیکل ہتھیاروں سے لیس بھی کرتے ہیں......!!

عجیب بات ہے......!!

یہ امن کے دعویدار بھی بنتے ہیں ساتھ ہی یہ تباہ کن ہتھیاروں سے مسجد اقصیٰ کا محاصرہ بھی کرتے ہیں، سڑکوں اور سرنگوں پر اپنا حق جتاتے ہیں۔

وہ قابضین جنہوں نے اپنے ہاتھوں میں بندوقیں تھام رکھی ہیں، سن لیں، کہ ہم اپنے اللہ کے وعدہ نصرت پر یقین رکھتے ہیں......شکست تمہارا مقدر ہے۔

کہہ دو کہ اللہ سمیع و علیم ہمارے ساتھ ہے، چاہے یہودی تمہیں بڑی تباہی پھیلانے والے ہتھیاروں سے ڈرائیں......اللہ واحد و جبار ہر وقت ہمارے ساتھ ہے۔

ان دردانگیز مناظر کے بعد اسرائیلی فائرنگ سے شہید ہونے والے بچے محمد کے واقعہ کو بیان کیا جاتا ہے جسے بین الاقوامی سطح پر بھی خاصی شہرت حاصل ہوئی تھی اور دنیا بھر کے مسلمان اس معصوم بچے کی المناک موت پر صرف افسوس کر کے ہی رہ گئے۔ ابتداء اس بچے کے والد کے انٹرویو کے چھوٹے سے ٹکڑے سے ہوتی ہے جو فائرنگ کے وقت اپنے لاڈلے بیٹے کو بچانے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں محمد کا والد ہوں، میں اپنے بچے (محمد) کو اسرائیلوں کی گولیوں سے بچانے کی کوشش کر رہا ہوں لیکن افسوس ......میں ایسا نہ کر سکا......!

جیسے ہی ان کی گولیاں اس دیوار پر برسنا شروع ہوئیں جس کے نیچے ان دونوں نے پناہ لی ہوئی تھی، باپ نے اسرائیلی فوجیوں کی طرف اپنا ہاتھ ہلا کر اشارہ کیا...... ناامیدی کے ساتھ!

یہ چیخ رہا ہے...... فائر مت کرو"......!!!

لیکن گولیاں مسلسل برستی رہیں......

حتیٰ کہ چار گولیاں بچے (محمد) کے جسم میں پیوست ہوگئیں جو وہیں شہید ہو گیا۔

اس کے بعد آواز ابھرتی ہے۔

ہم میدان کارزار میں سنتے ہیں اللہ اکبر

اللہ اکبر...... دشمن ہمیں دھماکے سے اڑا دیتا ہے......

اے مظلوم و معصوم بچے محمد! اپنی موت ان لوگوں پر ظاہر ہونے دے جنہوں نے فلسطین کا سودا کیا۔ ظالموں کی طرف سے کئے گئے معاہدے کے ذریعے۔

یہ چوروں کا ٹولہ ہے جو عیاروں کی سربراہی میں کام کرتا ہے۔ انہیں صرف اپنی دولت کی فکر ہے...... بلکہ یہ دوسروں کی دولت پر بھی ڈاکہ مارنے سے دریغ نہیں کرتے۔

ان کا سربراہ بے حس، ڈھیٹ اور بے شرم ہے۔ یہ ہر ملنے والے کو بوسہ دیتا ہے چاہے وہ کتنا ہی کیوں نہ ہو۔

(اس جملے کے ساتھ ہی شرمناک منظر دکھایا گیا جس میں شاہ فہد لاکھوں مسلمانوں کے قاتل بل کلنٹن کو اعزاز دے رہا ہے)

اے یہودیوں کے ہاتھوں قتل ہونے والے معصوم محمد! ہمیں مت پکارو...... کہ ہم بھی یہود جیسے ہیں۔

اس بچے کی موت نے عرب ذرائع ابلاغ کی بے حسی اور بے شرمی کو عیاں کر دیا۔ جس نے لوگوں کو حقیقت حال سے بے خبر رکھتے ہوئے مجرے اور عیاشی کے پروگرام نشر کئے (ساتھ ہی ایک شرمناک منظر دکھایا جا رہا ہے جس میں عرب حکمران صلیبی و یہودی افواج کے ساتھ ایک محفل میں رقص کر رہے ہیں۔

چیچنیا

شیخ اُسامہ کا عید پر کیا گیا بیان دکھایا جا رہا ہے۔

اور چیچنیا میں...... آپ کو کیا معلوم کہ ہمارے چیچن بھائی عید کیسے گزارتے ہیں۔ وہاں عید

ایسے حالات میں آتی ہے جب گولوں کی دھمک سے ان کی زمین دہل رہی ہوتی ہے۔ بم دھماکے، بربادی اور پلوں کی تباہی، گھروں کا مسمار ہونا، خواتین کی عصمت دردی اور بہتا لہو انہیں عید پر یہی تحفے ملتے ہیں۔ مسلمانوں کا خون دنیا میں سب سے سستا ہو چکا ہے۔

لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

عراق

شیخ فرمارہے ہیں:

کفار نے عراق کا محاصرہ عیسائیوں کی طرف سے کھلم کھلا اعلان جنگ کے ساتھ کیا۔ خود عیسائیوں کے بقول ان پابندیوں سے عراق میں دس لاکھ سے زائد بچے ہلاک ہو چکے ہیں کسی جرم کی سزا میں نہیں بلکہ حضرت سعدؓ اور حضرت مثنیٰ رضی اللہ عنہم کی اولاد ہونے کی وجہ سے۔

یہ کس مذہب میں جائز ہے کہ جو انہوں نے اتنے سالوں سے ان بچوں پر خوراک وادویات کی پابندی عائد کر کے انہیں محصور کر رکھا ہے۔ اگر چہ ان کا حکمران (صدام حسین) اللہ اور اس کے رسول پر اپنا ایمان ختم کر کے ملحد ہو چکا ہے۔ اور اپنی جماعت "البعث" اور اس کے خودساختہ افکار کو اللہ کے سوا اپنا معبود بنا چکا ہے، جس طرح عرب حکمران وائٹ ہاؤس والوں کو اللہ کے سوا اپنا معبود بنائے بیٹھے ہیں۔ یہ لوگ حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دینے کے معاملے میں ان کی جی حضوری کرتے ہیں.....تو ان بچوں کا کیا قصور ہے؟

اور ان لوگوں کا کیا قصور ہے جو اس سرزمین (افغانستان) پر چلے آئے؟ اور ان افغانیوں کی اس میں کیا غلطی ہے کہ وہ عالمی کفر اور اقوام متحدہ ملحدہ کی طرف سے عائد کی گئی پابندیوں میں جکڑے ہوئے ہیں؟

تمام عرب و دیگر مسلمان اقوام افغانستان وعراق پر پابندیوں کے اس معاہدے میں برابر کی شریک اور حصہ دار ہیں۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

ایک عورت کو اس لیے جہنم کی آگ میں ڈالا گیا کہ اس نے ایک بلی کو قید کر لیا تھا۔ اس عورت نے نہ بلی کو کھانا دیا اور نہ اسے کھانا خود تلاش کرنے دیا۔

یہاں پہنچ کر شیخ اُسامہ کی آواز بھرا گئی ہے اور وہ سخت رندھے ہوئے انداز میں فرمارہے ہیں۔

اے اللہ کے بندو! یہ تو محض ایک بلی کی حرمت ہے، کل ہم دس لاکھ بچوں کے قتل کی حرمت کے حوالے سے اپنے رب کو کیا جواب دیں گے؟

ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم

انا للہ وانا الیہ راجعون

اے اللہ! میں ان ظالم و طاغوتی حکمرانوں کے اس قبیح و مذموم فعل سے لاتعلقی و بیزاری کا اعلان کرتا ہوں۔ وہ ظالم اور اللہ کے دین کے باغی حکمران جو صلیبیوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کو پابندیوں میں جکڑتے ہیں اور جنہوں نے ایمان والوں کو چھوڑ کر ان صلیبیوں کو دوست بنایا ہوا۔

اللہ سبحانہ ارشاد فرماتا ہے۔

اے ایمان والو! تم یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست مت بنانا وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جو شخص تم میں سے ان کے ساتھ دوستی کرے گا بیشک وہ انہی میں سے ہوگا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔ اسی لیے تم ایسے لوگوں کو کہ جن کے دل میں مرض ہے، دیکھتے ہو کہ دوڑ دوڑ کر ان میں گھستے ہیں، کہتے ہیں کہ ہم کو اندیشہ ہے کہ ہم پر کوئی حادثہ پڑ جائے سو قریب امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کامل فتح کا ظہور فرما دے یا کسی اور بات کا خاص اپنی طرف سے پھر اپنے پوشیدہ دلی خیالات پر نادم ہوں گے۔ (مائدہ:51)

لبنان (قانا)

آواز ابھرتی:

آہ! یہ غداری و دغابازی......!!

آہ! یہ لعنتی چور......!!

آہ! ہمارا یہ وقت......!!

کہ طاقت کمزوری پر حاوی ہوگئی اور کوئی مدد کرنے والا نہیں......!

آہ! یہ قتل عام اور یہ بہتا خون......!!

اس جگہ جہاں ہر قسم کے ظالم و طاغوت غرور و تکبر سے اکڑ کے چل پھر رہے ہیں۔

اس کے ساتھ ہی ایک منظر دکھایا جارہا ہے جس کی وضاحت کے لیے مذکورہ سلائیڈ چل رہی ہے۔

"لاکھوں مسلمانوں کا قاتل کلنٹن یہودیوں کی حمایت میں اعلان کر رہا ہے کہ اسرائیل کی طرف سے میزائل فائر کر کے پوری بستی کو تباہ کرنا اس کا دفاعی اقدام

تھا۔"

انڈونیشیا

درج ذیل آیت تلاوت کی جارہی ہے۔

"یہود و نصاریٰ تم سے ہرگز راضی نہ ہوں گے جب تک تم ان کے مذہب کے پیرو نہ ہو جاؤ۔" (البقرہ:120)

اس کے بعد یہ آواز ابھرتی ہے۔

یہ صلیبیوں کا خواب ہے...... صلیبیوں کا خواب

مسلمانو! دنیا میں اس وقت جاری جنگ سیاسی، اقتصادی یا فرقہ وارانہ نہیں بلکہ ہمارے اور کفر کے درمیان جنگ کی بنیاد عقیدہ ہے۔

ایک طرف کفر ہے...... دوسری طرف ایمان

ایک جانب جاہلیت ہے...... دوسری جانب اسلام

ہر طرف انسانی خون پھیلا ہوا ہے، جرم صرف اتنا ہے کہ کوئی قرآن کیوں پڑھتا ہے......

کشمیر

مساجد کی تباہی مسلسل جاری ہے۔

کشمیر میں بھارتی میزائل عبادت گزاروں کی گردنیں اڑا دیتے ہیں۔ عین دوپہر کے وقت ...... جبکہ مسلمان نماز جمعہ ادا کر رہے ہیں۔ اس بمباری کا نتیجہ بیس سے زائد مسلمانوں کی شہادت کی صورت میں نکلا...... خبریں آئیں کہ اموات 20 سے تجاوز کر گئیں اور لاتعداد زخمی ہیں۔ ایک میزائل نے مسجد شہید کر دی جبکہ دوسرا اس کے پیچھے بازار میں جا گرا۔

اس کے بعد شیخ اُسامہ بن لادن کے نائب اور معروف مجاہد کمانڈر شیخ ابوحفص کا مختصر بیان دکھایا جارہا ہے۔

اقوام کفر یہودیوں اور صلیبیوں کے جھرمٹ میں ہر طرف سے ہر کونے سے ہمارے علاقوں (خصوصاً حرمین شریفین) اور مسلم امہ کی جانب بڑھ رہی ہیں۔ انہوں نے اسے ٹکڑوں میں بانٹ دیا ہے اور اس کی دولت لوٹ لی ہے اور اس امت سے اس کے محبوب ترین علاقے اور مقدسات (خانہ کعبہ، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ) زبردستی چھین لیے ہیں۔

دوسرا منظر

اسباب:

دنیا کی محبّت اور موت (شہادت) سے کراہیت

شیخ اُسامہ کے بیان سے ابتدا کرتے ہوئے۔

یہ حالات ہی جن میں ہم آج جی رہے ہیں۔ ہمیں کتاب اللہ (قرآن کریم) میں راہ تلاش کرنی ہے اور وہ اسباب اور بیماری تلاش کرنی ہے جس کی بنا پر ہم مقدس گھر بیت اللہ سے بے وفائی کے مرتکب ہوئے ہیں۔

جب ہم قرآن کریم میں دیکھتے اور غور کرتے ہیں تو ہم پر یہ واضح ہو جاتا ہے کہ قتال (جہاد) کی ناپسندیدگی اور دنیاوی زندگی سے محبت جو ہم میں سے بہت سوں کے دلوں پر قابض ہے ان مصائب، ذلت اور پستی کی بنیادی وجوہات ہیں۔

اللہ سبحانہ ارشاد فرماتا ہے:

''کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا کہ ان کو یہ کہا گیا تھا کہ اپنے ہاتھوں کو تھامے رہو اور نمازوں کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو پھر جب ان پر جہاد کرنا فرض کر دیا گیا تو ان میں سے بعض آدمی لوگوں کو ایسے ڈرانے لگے جیسا کوئی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ ڈرنا اور یوں کہنے لگے کہ اے ہمارے پروردگار آپ نے ہم پر جہاد کیوں فرض فرمادیا۔ ہم کو اور تھوڑی سی مدت مہلت دے دی ہوتی۔ آپ فرما دیجئے کہ دنیا کا سامان محض چند روزہ ہے اور آخرت ہر طرح سے بہتر ہے۔ اس شخص کے لیے جو اللہ تعالیٰ کی مخالفت سے بچے اور تم پر تاگے برابر بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔ تم چاہے کہیں بھی ہو وہاں ہی تم کو موت آدبا دے گی اگرچہ تم قلعی چونہ کے قلعوں میں ہی ہو۔''

یہاں امریکی جیل میں قید شیخ عمر عبدالرحمٰن کی تصویر کے ساتھ پس منظر میں ان کی آواز آرہی ہے۔

آپ (ان سے یہ بھی) کہہ دیجئے کہ جس موت سے تم بھاگتے ہو وہ (موت ایک روز) تم کو آپکڑے گی۔ پھر تم پوشیدہ اور ظاہر جاننے والے (اللہ) کے پاس لے جائے جاؤ گے پھر وہ تم کو تمہارے

سب کیے ہوئے کام بتلا دے گا۔ اور سزا دے گا۔ (الجمعہ:8)

''آپ فرما دیجئے کہ تم کو بھاگنا کچھ نافع نہیں ہو سکتا۔ اگر تم موت سے یا قتل سے بھاگتے ہو اور اس حالت میں بجز تھوڑے دنوں کے اور زیادہ متمتع نہیں ہو سکتے۔'' (الاحزاب:16)

''یہ بھی فرما دیجئے کہ وہ کون ہے جو تم کو اللہ سے بچا سکے۔ اگر وہ تمہارے ساتھ برائی کرنا چاہے یا وہ کون ہے جو اللہ کا فضل تم سے روک سکے۔ اگر وہ تم پر فضل کرنا چاہے اور اللہ کے سوا نہ کوئی اپنا حمایتی پائیں گے اور نہ کوئی مددگار۔''

یہ آیات واضح کرتی ہیں کہ موت کا وقت اور زندگی کی مدت اللہ کے ہاتھ میں ہے زندگی جہاد میں جانے سے کم ہوتی ہے اور نہ جہاد سے بھاگنے سے بڑھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اور کسی شخص کو موت آنا ممکن نہیں بدون اللہ کے حکم سے اس طور سے کہ اس کی میعاد معین لکھی ہوئی رہتی ہے'' (7 آل عمران:145) خبردار! بزدلی، وحشت اور کمزوری وخوف زندگی میں رائی برابر اضافہ نہیں کرتے۔

اس کے بعد شیخ عزام کا پر مغز بیان شروع ہوتا ہے:

رسول اللہ ﷺ کو معلوم تھا کہ اپنے آپ کو آسائشوں کا عادی بنانا جہاد کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ یقیناً...... کیونکہ آپ پر سات آسمانوں سے اوپر سے قرآن نازل ہوا جو ان سے کہتا ہے اور جب کوئی ٹکڑا قرآن کا اس مضمون میں نازل کیا جاتا ہے کہ تم (خلوص دل سے) اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ہمراہ ہو کر جہاد کرو تو ان میں سے مقدور والے آپ سے رخصت مانگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم کو اجازت دیجئے کہ ہم بھی یہاں ٹھہرنے والوں کے ساتھ رہ جائیں۔ وہ لوگ (غایہ بے حمیتی سے) خانہ نشین عورتوں کے ساتھ رہنے پر راضی ہو گئے اور انکے دلوں پر مہر لگ گئی جس سے وہ (حمیت و بے حمیتی) کو سمجھتے ہی نہیں۔'' (التوبہ:86)

''اور ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا (پیغمبر) نہیں بھیجا۔ مگر وہاں کے خوش حال لوگوں نے یہی کہا کہ ہم تو ان احکام کے منکر ہیں جو تم کو دے کر بھیجا گیا ہے۔'' (السبا:34)

اس کے ساتھ ہی ایک شرمناک منظر دکھایا جا رہا ہے جس کی وضاحت کے لیے درج ذیل عبارت لکھی گئی ہے۔

''عرب حکمران فلسطینیوں پر مظالم کے دوران صلیبیوں کے ساتھ مجرا کر رہے ہیں۔''

''اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو اس کے خوش عیش لوگوں کو حکم

دیتے ہیں پھر (جب) وہ لوگوں وہاں شرارت مچاتے ہیں تب ان پر حجت تمام ہوجاتی ہے۔ پھر اس بستی کو تباہ اور غارت کرڈالتے ہیں۔'' (بنی اسرائیل:16)

یہاں سے شیخ اُسامہ بن لادن کا بیان شروع ہوتا ہے۔

انہی معنوں میں...... وہ لوگ جو جہاد سے پیچھے رہ جاتے ہیں — ان سے کہا جائے کہ اپنے پیچھے رہ جانے کے عذر سے کیا حاصل کرنا چاہتے ہیں؟ ان سے کہا جائے کہ وہ اپنے افکار اور اللہ کی اطاعت اور فرماں برداری کے ساتھ عبادت کا کیا بدلہ چاہتے ہیں؟

بیشک وہ لوگ (صحابہ کرامؓ) ہم سے بہتر تھے وہ ہر وقت اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری میں مشغول رہا کرتے تھے لیکن جب پکارا گیا ''اے اللہ کے سپاہی! جنگی گھوڑے پر سوار ہوجا'' تو انہوں نے ہر چیز چھوڑ دی اور اللہ کی راہ میں قتال کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ مشکل پیش آئی یا آسانی...... رضی اللہ عنہم اجمعین۔

جو کوئی جہاد سے پیچھے رہا اس کے لیے ملامت وسزا کی آیات اتریں۔ ''اے ایمان والو! تم لوگوں کو کیا ہوا کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں (جہاد کے لیے) نکلو تو تم زمین کو چمٹ جاتے ہو کیا تم نے آخرت کے عوض دنیاوی زندگی پر قناعت کرلی۔ سو دنیاوی زندگی کا سامان تو کچھ بھی نہیں بہت قلیل ہے'' (التوبہ:38)

مسئلہ صاف اور واضح ہوگیا۔

پھر اس بات کا فیصلہ کرنے کے لیے آیت اتری.......... تردد، تفکر اور تذبذب میں پڑنے کا موقع نہیں۔

> ''اگر تم نہ نکلو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو سخت سزا دے گا (یعنی تم کو ہلاک کردے گا) اور تمہارے بدلے دوسری قوم پیدا کردے گا (اور ان سے اپنا کام لے گا) اور تم اللہ (کے دین) کو کچھ ضرر نہ پہنچا سکو گے اور اللہ کو ہر چیز پر پوری قدرت ہے۔''
> (التوبہ:39)

اس کے بعد شیخ عبداللہ عزام شہید کا بیان ہے:

چنانچہ اب جہاد صرف اس بات کا نام ہوگیا ہے جو ایسی خوش گپیوں والی محفل میں کیا جائے جس کی ابتداء پیپسی سے ہوتی ہے اور اختتام عمدہ کھانوں پر ہوتا ہے۔ یہ ہوتا ہے جہاد؟ آج کل جہاد اسے کہتے ہیں کہ دو تین نوجوان کہیں بیٹھ کر کوئی کتاب پڑھ رہے ہیں، یا کوئی شخص اخبارات کی زینت بڑھانے کے لیے مضامین لکھ رہا ہے اور فائدے کے لالچ میں وہ مبالغہ آرائی سے کام لیتا ہے یا جہاد کے

موضوع پر کوئی شخص کتاب لکھتا ہے حالانکہ خود اس نے کبھی ایک گولی بھی اللہ کی راہ جہاد میں نہیں چلائی اور نہ کوئی صبح یا کوئی شام اللہ کے راستے جہاد میں گزاری۔

اسباب (2)

حکمرانوں کا یہود و نصاریٰ کے اشاروں پر ناچنا

شیخ اُسامہ فرمارہے ہیں:

مقبوضہ فلسطین کے بچے اور جانباز مجاہد حضور اکرم ﷺ کی معراج کی سرزمین کے دفاع کے لیے خود اٹھ کھڑے ہوئے ہیں کیونکہ مسلمانوں اور نام نہاد مسلم حکمرانوں نے ان کی کوئی مدد نہ کی۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے حکمرانوں اور رہنماؤں کی پست ہمتی اور ذلت اس حد تک پہنچ چکی ہے اور ان کی خیانت اس درجہ واضح ہو چکی ہے کہ اب یہ حکمران ان مجاہدین کے خلاف میٹنگیں کر رہے ہیں۔

اور وہ بھی کہاں؟

شرم الشیخ...... مصر میں، حضرت یعقوب علیہ السلام کی سرزمین پر...... مصر کے حاکم کے ساتھ بیٹھ کر۔

کس لیے......؟ مجاہدین کے خلاف اور ظالم یہودیوں کے دفاع کے لیے، جنہوں نے کمزور مسلمانوں کا قتل عام کیا۔

اس کے بعد مقبوضہ فلسطین میں ایک بس میں ہونے والی استشہادیہ کارروائی (خودکش حملہ) کا منظر دکھایا جارہا ہے جس میں درجنوں غاصب یہودی ہلاک وزخمی ہوئے تھے اور ساتھ ہی یاسر عرفات کو اس حملے کی مذمت کرتے ہوئے دکھایا جارہا ہے جو کہہ رہا ہے۔

میرے بھائیو! یہ کاروائیاں، یہ تشدد...... دہشت گردی کی یہ کارروائیاں تباہ کر دیں گی نہ صرف، نہ صرف امن کی کوششوں کو بلکہ فلسطینی عوام اور فلسطینیوں کے مقاصد کو بھی تباہ کر دیں گی۔

پھر یاسر عرفات کو کلنٹن اور سابق اسرائیلی وزیر اعظم ایہود بارک کے ساتھ ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے وائٹ ہاؤس میں چہل قدمی کرتے ہوئے دکھایا جارہا ہے اور پس منظر میں یہ آواز آرہی ہے:

عرب رہنما چالاکی وعیاری اور نقصان پہنچانے میں بہت ماہر ہیں۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کی مظلومی پر ان کا اداس ہونا بھی محض دکھاوا ہوتا ہے۔ یہ لوگ امریکا سے شکایت کرتے ہیں جس نے خود اسرائیل کو جنم دیا ہے۔ یہ لوگ بھیڑیے سے بھیڑوں کی شکایت کرتے ہیں...... یہ کیا بکواس ہے؟ نہیں...... اللہ ہم پر

رحم فرمائے...... یہ بیوقوف نہیں ہیں۔

بلکہ سچ تو یہ ہے کہ یہ لوگ یہود سے زیادہ یہود کے وفادار ہیں۔ بے وقوف تو وہ ہیں جوان کے لیے تالیاں بجاتے ہیں اور وہ لوگ جوان بے غیرتوں کے آگے جھکتے ہیں اور ان کو عزت دیتے ہیں۔

اس کے بعد غالباً خلیج کونسل کے اجلاس میں سعودی وزیر خارجہ کو مقبوضہ فلسطین میں یہودیوں کے خلاف ہونے والے فدائی حملے کی مذمت کرتے ہوئے دکھایا جارہا ہے۔ جو کہہ رہا ہے کہ:

جناب صدر محمد حسنی مبارک صاحب ـــــ جناب صدر کلنٹن صاحب! جناب صدر بورس یلسن صاحب! معزز مکرم ومحترم شرکائے گرامی! میرے لیے بڑی ہی مسرت کی بات ہوگی کہ میں اپنی تقریر کا آغاز آپ کے لیے نیک تمناؤں سے کروں۔ خادم حرمین شریفین شاہ فہد بن عبدالعزیز کی طرف سے جنہوں نے مجھے یہ شرف بخشا کہ میں اس اہم اجلاس میں اپنے ملک کی نمائندگی کروں جس کا موضوع وہ مسئلہ ہے جس نے ہماری تمام تر توجہ اور فکر حاصل کی ہوئی ہے۔ جو علاقے کی تاریخ کے اس اہم موڑ پر ہماری سوچ وفکر کا بنیادی مرکز ہے۔

آج ہم سب ہم آواز ہو کر پچھلے دنوں تل ابیب اور مقبوضہ سرزمین میں ہونے والے فدائی حملے کی مذمت اور ایسا کرنے والوں کو سخت ترین سزا دینے پر اتفاق کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ کارروائیاں تشدد کی راہ ہموار کرتی ہیں جن سے معصوم لوگ (یہود) نشانہ بنتے ہیں۔ اور یہ فدائی حملے ہم سے تقاضا کرتے ہیں کہ ہم انہیں قطعی برداشت نہیں کریں اور ان کے سرپرستوں اور ان کے ٹھکانوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے انہیں قرار واقعی سزا دیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آج ہم اس اہم اجلاس کے ذریعہ جن توقعات کو پورا کرنا چاہتے ہیں وہ صرف دہشت گردی کی روک تھام ہی نہیں بلکہ اس کی بنیادوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا ہے۔

اس کے بعد شیخ عبداللہ عزام شہید کا بیان ہے:

ہمارے لیے تلوار کا رکھنا جرم بنا دیا گیا ہے۔ اسے عیب بنا دیا گیا ہے۔ اسلحہ اٹھانے سے لوگ شرماتے ہیں۔ مسلح ہونا وحشی پن کی علامت سمجھا جانے لگا ہے۔ درحقیقت مغرب والے اور امریکا سفید لباس میں ملبوس اس شخص کی مانند ہیں جو ایک بھیڑ کو ذبح کرتا ہے اور اگر روح نکلتے وقت بھیڑ کی ٹانگ تھرتھراتی ہے تو یہ بھیڑ غیر مودب اور گستاخ کہلاتی ہے۔ بالکل اسی طرح یہ لوگ سفید لباس میں ہمیں ذبح کرنا چاہتے ہیں اور جب ہم تکلیف سے تڑپتے ہیں تو ہم وحشی کہلاتے ہیں اور یہ کہتے ہیں دیکھو دیکھو ...... یہ لوگ جنگجو ہیں یہ لوگ دہشت گرد ہیں، یہ لوگ وحشی ہیں، یہ جہادی تنظیم سے تعلق رکھتے ہیں...... ہمارا اپنا دفاع کرنا دہشت گردی بنا دیا گیا ہے۔

یعنی کوئی ہم پر ظلم کرے تو ہمیں ہنس کر سہہ جانا چاہیے ...... ہم خوشی سے شکست تسلیم کر کے انہیں اپنی دولت لوٹنے دیں اور انہیں جی جناب جی جناب کرتے رہیں۔ ہمارے مقدس مقامات پر قبضہ ہوتا رہے اور اگر ہم ایک گولی بھی اپنے مقدسات کے دفاع میں چلاتے ہیں تو دہشت گرد ہیں۔ اگر یہ دہشت گردی ہے تو پھر ہم کہتے ہیں کہ ہاں ہم دہشت گرد ہیں۔ یہود و نصاریٰ سے دوستانہ تعلق رکھنے والے اعتدال پسند، نرم خو اور لبرل...... ان لوگوں کا اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔

یہاں سے اُسامہ بن لادن کا بیان شروع ہوتا ہے:

"ساتھ ہی یہود و نصاریٰ کے سامنے ان کی جی حضوری قابل مذمت ہے۔ یہ لوگ اللہ کے نازل کردہ قوانین کو چھوڑ کر دوسروں کے قوانین سے نظام حکومت چلاتے ہیں۔ اس کے لیے یہ امریکی دباؤ کو قبول کرتے ہیں۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ (کا دباؤ) جو اپنے آپ کو قانون سازی میں اللہ کا شریک کار خیال کرتا ہے، یہ نام نہاد مسلم حکمران بیت اللہ کے رب کی عبادت نہیں کرتے بلکہ یہ بیت الابیض (وائٹ ہاؤس) کو اپنا رب مانتے ہیں اور یہی ان کا قبلہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کی اس عمل پر گرفت کرے......

نتیجتاً انہیں مسلمان کہنا خود اپنا ایمان خطرے میں ڈالنے کے مترادف ہے۔

اے ایمان والو! تم یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست مت بنانا وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جو شخص تم میں سے ان کے ساتھ دوستی کرے گا بیشک وہ انہیں میں سے ہوگا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا اس لیے تم ایسے لوگوں کو کہ جن کے دل میں مرض ہے دیکھتے ہو کہ دوڑ دوڑ کر ان میں گھستے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہم کو اندیشہ ہے کہ ہم پر کوئی حادثہ پڑ جائے سو قریب امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کامل فتح کا ظہور فرما دے یا کسی اور بات کا خاص اپنی طرف سے پھر اپنے پوشیدہ دلی خیالات پر نادم ہوں گے۔"

(المائدہ: 52-51)

اس کے بعد منظر دکھایا گیا ہے جس میں شاہ فہد کو ملکہ برطانیہ کے ساتھ صلیب پہنے ہوئے دکھایا جا رہا ہے اور ساتھ ہی عربی میں درج ذیل سلائیڈ بھی چل رہی ہے۔

"شاہ فہد ملکہ برطانیہ کے ساتھ گلے میں عیسائیوں کا مقدس نشان صلیب پہنے ہوئے۔"

پھر سعودی فرمانروا شاہ فہد کے بھائی طلال بن عبدالعزیز کا ایک ٹی وی کو دیا گیا انٹرویو کا حصہ دکھایا گیا ہے جس میں انہوں نے اپنے باپ عبدالعزیز کا انگریزوں کا ایجنٹ ہونا قبول کرتے ہوئے درج ذیل باتیں کیں۔

شاہ عبدالعزیز سے متعلق یہ بات تاریخ کے ریکارڈ میں ہے کہ انہوں نے کہا: ہم (سعودیہ کے شہر) ''الاحساء'' پہنچے اور اسے ترکوں سے حاصل کیا تب ہمیں ان کی کمزوری معلوم ہوئی۔ اسکا مطلب یہ ہوا کہ اگر وہ طاقتور رہے ہوتے تو ہمارے لیے ''الاحساء'' کو حاصل کرنا بہت مشکل ہوتا لہٰذا انہوں نے اپنے ملک کی اس عظیم طاقت ترکوں کو کچلنے کے لیے انگریزوں سے پر امن تعلقات پیدا کیے۔

(سوال) کیا یہ صحیح ہے کہ وہ (شاہ عبدالعزیز) انگریزوں سے تنخواہ لیا کرتے تھے۔؟

(طلال) ہاں...... وہ انگریزوں سے تنخواہ وصول کیا کرتے تھے اور میرے خیال میں یہ تنخواہ ایک طرح کا قرضہ تھا جو امیر ملکوں کی طرف سے غریب ملکوں کو فراہم کیا گیا۔

(سوال) آپ کا مطلب ہے کہ وہ تنخواہ انگریزوں کی اطاعت وفرمانبرداری اور شاہ عبدالعزیز کی خاموشی کی قیمت نہیں تھی؟

(طلال) ممکن ہے...... ممکن ہے۔ انگریزوں کا یہی مقصد تھا۔ کیونکہ ایسا تو ہو نہیں سکتا کہ انہوں نے صحرا کے ایک شخص کو اس وقت ایک ہزار پاؤنڈ کی تنخواہ اللہ کی رضا کے لیے دی ہو۔ انگریزوں نے اپنے مفادات کی تکمیل کے لیے انہیں یہ تنخواہ دی۔

اس کے بعد شیخ اُسامہ کا انٹرویو کا ایک حصہ دکھایا گیا جس میں شیخ اُسامہ نے کہا:

اپنے آپ کو مسلم حکمران کہنے والے وہ ہیں جنہوں نے دشمن کو مضبوط کیا کیونکہ یہ مسلمانوں کو دشمن سے زیادہ نقصان پہنچاتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ دنیا بھر میں مسلمانوں پر ہونے والے مظالم کی تمام تر ذمہ داری امریکہ پر عائد ہوتی ہے اور ہماری حکومتوں کے ساتھ ان کا تعاون دراصل ہماری مسلم قوم کی تذلیل اور ان کو دبانے کے لیے ہے۔

مزید برآں انبیاء کے وارث ان علماء کو بے توقیر کرنے کے لیے ہے جو عوام میں معروف اور محترم ہیں۔ جیسے شیخ عمر عبدالرحمٰن ہیں جو اسلام کے عظیم علماء میں شمار کیے جاتے ہیں۔ اللہ نے حق وسچ بات کہنے میں ان کی مدد فرمائی۔ سنا ہے کہ وہ بیمار ہیں کیونکہ ان کی عمر ساٹھ سے تجاوز کر چکی ہے اور امریکیوں کے بدترین سلوک کی وجہ سے ان کی بصارت ان کا ساتھ چھوڑ چکی ہے۔ ہم امریکی حکومت کو اس کا ذمہ دار سمجھتے ہیں کہ اس نے شیخ عمر عبدالرحمٰن کو قید کیا اور اسلام کے عظیم فرزندوں کو اسلام دشمنی کی بنیاد پر امریکا میں جکڑا ہوا ہے۔

شیخ اُسامہ کے اس انٹرویو کے بعد ڈاکٹر ایمن الظواہری کا بیان سنایا گیا ہے جس میں ڈاکٹر ایمن فرمارہے ہیں۔

مسلم دنیا کے ساتھ معاملات میں اس کی منافقانہ پالیسی ان سفاک جرائم میں سے ہے جو

امریکا نے امت مسلمہ پر ڈھائے ہیں۔ ایک طرف امریکا دعویٰ کرتا ہے کہ وہ انسانی حقوق اور عالمی جمہوریت کا سرپرست اور انسانی آزادی کا محافظ ہے جبکہ دوسری طرف یہ مسلم حکومتوں کو دھوکا دے رہا ہے جو کہ خود ظالم اور بدعنوان ہیں اور اپنے عوام کو اپنے زیر تسلط رکھے ہوئے ہے۔

مثلاً مصر...... ہر شخص جانتا ہے کہ یہاں تقریباً ساٹھ ہزار مجاہدین قید ہیں۔ پچھلے پانچ برسوں کے دوران 120 مجاہدین کو سزائے موت سنائی جا چکی ہے جبکہ 100 مجاہدین کی سزائے موت پر عملدرآمد ہو چکا ہے۔ خود امریکہ اور انسانی حقوق کی تنظیمیں مصر میں تشدد کی تصدیق کرتی ہیں۔

ہزاروں واقعات خواتین کی عصمت دری، قتل و غارت گری اور مسلسل تشدد و گرفتاریوں کے موجود ہیں۔ یہ تمام اقدامات امریکہ کی سرپرستی اور رہنمائی میں انجام دیئے جاتے ہیں۔ مزید برآں مصر میں امریکی سی آئی اے کا مرکز اور ایف بی آئی کا دفتر قائم ہے اور سفارت خانہ جہاں سے یہ تمام واقعات کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

یقین کریں امریکہ ہی ہر قتل ہونے والے مسلمان کا واحد ذمہ دار ہے۔ کہیں بھی کسی مسلمان کو ٹارچر کیا جاتا ہے تو اس کا واحد ذمہ دار امریکہ ہے۔ وہی عصمت دری کا ذمہ دار ہے وہ چاہے مصر میں یا کہیں اور یہ سب کچھ اس امریکہ کے حکم پر ہوتا ہے جو انسانی حقوق کا علمبردار ہونے کا دعویدار ہے

اس کے بعد شیخ ابو یاسر کا بیان ہے:

(مصر کا سابق صدر) انور سادات کہا کرتا تھا کہ کھیل کی 99 فیصد چالیں امریکہ کے ہاتھ میں ہیں۔ پھر مصر کا موجودہ حکمران یہ بتانے کے لیے آیا کہ کھیل کی سو فیصد چالیں امریکہ کے ہاتھ میں ہیں۔

اے ایمان والو! تم یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست مت بنانا وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جو شخص تم میں سے ان کے ساتھ دوستی کرے گا بیشک وہ انہی میں سے ہوگا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا اسی لیے تم ایسے لوگوں کو کہ جن کے دل میں مرض ہے دیکھتے ہو کہ دوڑ دوڑ کر ان میں گھستے ہیں، کہتے ہیں کہ ہم کو اندیشہ ہے کہ ہم پر کوئی حادثہ پڑ جائے۔ سو قریب امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کامل فتح کا ظہور فرما دے یا کسی اور بات کا خاص اپنی طرف سے پھر اپنے پوشیدہ دلی خیالات پر نادم ہوں گے۔'' (المائدہ: 52-51)

پھر اُسامہ بن لادن کے انٹرویو سے اقتباس دکھایا گیا:

چنانچہ امریکہ میں حکومت دراصل امریکہ کی نہیں ہے بلکہ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ حکومت امریکہ میں اسرائیل کی نمائندگی کرتی ہے کیونکہ اگر ہم امریکہ کے اہم محکموں کے دفاتر مثلاً وزارت دفاع، وزارت خارجہ اور حساس اداروں جیسے سی آئی اے اور دیگر پر نظر ڈالیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ یہودی امریکی حکومت میں حرف آخر کی حیثیت رکھتے ہیں جن کے احکامات کوئی ٹال نہیں سکتا۔ نتیجتاً یہودی دنیا بھر میں

اپنے سازشی منصوبوں کی تکمیل کے لیے امریکہ اور خصوصاً اسلامی ممالک پر اپنا تسلط جما چکے ہیں۔ سرزمین حرمین شریفین میں امریکی افواج کی موجودگی کو یہود کی پشت پناہی حاصل ہے اور حضور ﷺ کی معراج کی سرزمین پر یہ امریکیوں کے پیچھے محفوظ مورچہ بنا کر بیٹھے ہیں۔ انشاء اللہ نئی صدی میں امریکہ کی سپر پاور کی حیثیت باقی نہیں رہے گی۔

تیسرا منظر

حل: ہجرت

اب جبکہ ہمیں اپنی بیماری معلوم ہوگئی ہے تو اس کا علاج بھی اللہ کی کتاب میں موجود ہے۔

ہجرت اور پھر جہاد!

قرآن کریم میں ایمان، ہجرت اور جہاد کو عظیم صفات کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

> ''اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہے اور جن لوگوں نے (ان مہاجرین) کو اپنے یہاں ٹھہرایا اور ان کی مدد کی یہ لوگ ایمان کا پورا حق ادا کرنے والے ہیں۔ ان کے لیے (آخرت میں) بڑی مغفرت اور (جنت میں) بڑی معزز روزی ہے۔'' (الانفال: 74)

وہ ان لوگوں کے خالص ایمان کی شہادت دیتا ہے جو ایمان لائے ہجرت کی اور پھر جہاد کیا۔ دین کو اس وقت تک عظمت نہیں ملے گی جب تک حضور اکرم ﷺ کے وارث ہجرت نہیں کر لیتے۔ علی الاعلان حق بیان کرتے ہوئے جیسا کہ صحابہ کرام اور خود نبی کریمؐ نے کیا۔ یہی اللہ کی سنت ہے اس کے دین میں، حق کے ساتھ نکلنے والے ہر شخص کو دشمنی کا سامنا کرنا ہوتا ہے۔

اور جسے کفار کے ساتھ اتحاد کرنے والے لوگوں کی مخالفت اور دشمنی کا سامنا نہیں کرنا پڑتا تو وہ جان لے کہ وہ صراط مستقیم پر نہیں اور نہ ہی وہ صحیح طریقے پر کام کر رہا ہے کہ کفار کی مخالفت صرف حق کے کام کے ساتھ ہی ہوتی ہے۔

> ''یہ لوگ چاہتے ہیں کہ آپ (تبلیغ میں) ڈھیلے ہو جائیں'' (القلم: 9)

اس کے علاوہ جو کوئی اس کے علاوہ کوئی اور چیز لے کر آتا ہے تو وہ باطل ہے۔ ہاں! آپ ان لوگوں کے ساتھ کھائیں پئیں اور کچھ عبادات جو ان کے طریقے سے نہ ٹکراتی ہوں، انجام دیں پھر آپ

کے لیے کوئی سختی نہیں۔

لیکن اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کا دین تمام باطل مذاہب پر غالب آ جائے تو اس کام کے لیے ہجرت اور جہاد کے علاوہ کوئی راستہ نہیں۔ جیسا کہ تمام انسانوں سے زیادہ عظیم ہستی نبی کریم ﷺ نے کیا:

اس کے بعد شیخ عبداللہ عزام کا بیان ہے۔

اس میں شک وشبہ، قیاس آرائی اور بحث کی کوئی گنجائش نہیں کہ کرہ ارض پر سب سے عظیم جگہ وہ ہے جہاں کعبہ شریف اور بیت الحرام واقع ہے۔ حتیٰ کہ جب یہاں اسلامی دعوت کو دبانے کے لیے زمین کو تنگ کر دیا گیا اور اس زمین کو نئی فصل اور نئے موسم کے پھول اگانے سے محروم کر دیا گیا جو اپنی خوشبو سے مکہ کا کونہ کونہ معطر کرتی تب حرم شریف اور مکہ کو چھوڑ دیا گیا۔

اور یہ چھوڑنے والا کون ہے؟

انسانیت کے سردار حضور نبی کریم ﷺ

آپؐ نے مکہ چھوڑتے وقت ان الفاظ میں اپنے جذبات کا اظہار فرمایا تھا۔

''اللہ کی قسم (اے مکہ) تو کرہ ارض پر اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب جگہ ہے اور اللہ کی زمین میں مجھے بھی سب سے زیادہ محبوب ہے اور اگر تیرے لوگ مجھے یہاں سے نہ نکالتے تو میں یہاں سے نہ جاتا۔''

آپ نے ہجرت کیوں کی؟

کیونکہ آپ اللہ کے حکم کے مطابق اس کی عبادت نہیں کر سکتے تھے۔

اس کے بعد شیخ اُسامہ کو شیخ ابوحفص، شیخ ایمن الظواہری اور شیخ ابو یاسر کے ساتھ ایک پینل کی صورت میں بیٹھے ہوئے دکھایا گیا ہے جس میں شیخ اُسامہ فرما رہے ہیں۔

چنانچہ مسلمانوں پر واجب ہے خصوصاً سچے علمائے کرام و رہنماؤں پر ایماندار تاجروں اور قوموں کے سرداروں پر کہ اللہ کی راہ میں ہجرت کریں اور ایسی جگہ تلاش کریں جہاں وہ جہاد کا پرچم بلند کر سکیں اور امت مسلمہ کی طاقت وقوت بحال کریں تاکہ وہ اپنے دین اور اپنی زندگی کی حفاظت کر سکیں۔ بصورت دیگر امت کے پاس کچھ بھی نہیں بچے گا۔ ہم افغانستان و دنیا بھر کے مسلمانوں کو طالبان سے تعاون کرنے کی ترغیب کرتے ہیں کہ طالبان کے حق میں زیادہ سے زیادہ محنت کریں کہ جنہوں نے کابل کو کمیونسٹوں سے آزاد کرایا۔

یہ ہمارے نبی ﷺ ہیں جنہوں نے تبلیغ اسلام کے لیے مکہ میں تیرہ سال گزار دیئے نتیجہ چند سو

مہاجرین (جو مکہ میں مسلمان ہوئے تھے) کی صورت میں نکلا۔ پھر جب اسلامی ریاست کی تشکیل ہوئی تو اگر روم و فارس اور قبیلہ عبس اور بنیان اور آس پاس کے عرب قبائل سے مقابلہ ہوتا تو یہ اس چھوٹی سی ریاست کو شکست دے سکتے تھے۔ اس کے باوجود عظیم فتح حاصل ہوئی۔

ہم مسلمانوں کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ اپنی تمام تر قوت و صلاحیت کے ساتھ اس اسلامی ریاست (افغانستان) کی حمایت و تعاون کریں اور اپنی صلاحیتوں، مشوروں اور مال سے اس کو مستحکم بنائیں۔ کیونکہ اللہ کے فضل و کرم سے آج یہ اسلام کی مثالی حکومت ہے۔

حل بالکل واضح اور روشن ہے۔ جس کا خلاصہ ہمارے نبیؐ نے بیان کیا جو بخاری و مسلم کی بیان کردہ صحیح حدیث میں آتا ہے کہ حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ ”لوگ آپؐ سے نیکی کے بارے میں سوال کرتے ہیں اور میں آپؐ سے برائی کے بارے میں پوچھتا۔ اس خوف سے کہ کہیں وہ میری زندگی میں ہی پیدا نہ ہو جائے۔

میں نے پوچھا یا رسول اللہ ہم جاہلیت اور شر میں مبتلا تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں خیر (اسلام) سے نوازا۔ کیا اس خیر کے بعد پھر شر ہے؟

آپؐ نے فرمایا ہاں۔

کیا اس شر کے بعد پھر خیر آئے گا؟

آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! لیکن اس خیر میں کمزوری ہوگی۔

میں نے کہا اس کی کمزوری کیا ہوگی؟

آپ ﷺ نے فرمایا: کچھ لوگ ہوں گے جو میرے طریقے کے خلاف چلیں گے ان کی بعض باتیں جانی پہچانی ہوں گی لیکن بعض میں اجنبیت محسوس کرو گے۔

میں نے پوچھا کیا پھر اس خیر کے بعد کوئی شر آئے گا؟

فرمایا کہ ہاں! جہنم کے دروازے پر بلانے والے ہوں گے۔ جو ان کی بات مان لے گا وہ اس میں انہیں پھینک دیں گے...... (اللہ تعالیٰ ہمیں محفوظ فرمائے)

تو ابوہریرہؓ نے کہا کہ اگر میں نے اس زمانے کو پایا تو میرے لیے کیا حکم ہے؟

اسلام کی بے شمار ضروریات ہیں اور ایمان کے ستر سے زائد شعبے ہیں تو ان میں سے کس شعبے کی طرف رجوع کروں؟

آپؐ نے انہیں ایک شعبے کی ہدایت فرمائی۔ کیونکہ یہ ایسی حالت و صورتحال میں سب سے زیادہ اہم ہے۔ کہا اگر میں اس وقت کو پاؤں تو میرے لیے کیا حکم ہے؟

تو آپ ؑ نے فرمایا:

''مسلمانوں کی جماعت کو سختی سے پکڑ لینا اور اس امام کے ساتھ رہنا۔''

یہ کام ہمارے وقت میں نہایت سہل اور واضح ہے کہ ان خصوصیات پر یہ ریاست (افغانستان) پوری اترتی ہے۔

اس حدیث میں ''جماعت'' کا بیان ہے۔ جماعت اقتدار اعلیٰ ہے جو حق کو مستحکم کرنے، باطل کو کمزور کرنے اور حدود و سزا کے احکامات قائم کرنے کی طاقت رکھتی ہے اور ملحد اقوام کے ظلم کا شکار نہیں ہوتی۔ لہٰذا اللہ کے فضل و کرم سے یہ حکومت اب قائم ہو چکی ہے...... طالبان حکومت اور امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد امیر ہیں جنہوں نے ایک صدی سے غائب فرض کو پھر سے زندہ کیا۔

شیخ نے مزید فرمایا کہ ''یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ دوبارہ قائم ہونے والی اس اسلامی حکومت کی طرف لوگوں کی توجہ مبذول کرائیں۔ اللہ عزوجل کی عبادت کرتے ہوئے جو کہ ہماری تخلیق کا مقصد ہے۔ دین ایک مسلم امام کی قیادت میں متحد ہونے کے علاوہ کسی اور طریقے سے مستحکم نہیں ہوتا۔

اس کے بعد طالبان کی طرف سے بامیان کے بت توڑنے کا منظر دکھایا گیا ہے اور پس منظر میں درج ذیل آیات تلاوت کی جا رہی ہیں۔

''اور نوح علیہ السلام کے طریقے والوں سے ابراہیم بھی تھے جب کہ وہ اپنے رب کی طرف صاف دل سے متوجہ ہوئے۔ جب کہ انہوں نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے فرمایا کہ تم کس (واہیات) چیز کی عبادت کیا کرتے ہو کیا جھوٹ موٹ کے معبودوں کو اللہ کے سوا چاہتے ہو تو تمہارا رب العالمین کے متعلق کیا خیال ہے۔ سو ابراہیم نے ستاروں کو ایک نگاہ بھر کر دیکھا اور کہہ دیا کہ میں بیمار ہونے کو ہوں۔ غرض وہ لوگ ان کو چھوڑ کر چلے گئے تو یہ ان کے بتوں میں جا گھسے اور کہنے لگے کہ کیا تم کھاتے نہیں۔ تم کو کیا ہوا تم تو بولتے بھی نہیں۔ پھر ان پر قوت کے ساتھ جا پڑے اور مارنے لگے۔ سو وہ لوگ ان کے پاس دوڑتے ہوئے آئے۔ ابراہیم نے فرمایا کیا تم ان چیزوں کو پوجتے ہو جن کو خود تراشتے ہو حالانکہ تم کو اور تمہاری ان بنائی ہوئی چیزوں کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے۔ (الصّٰفّٰت: 96-83)

اس کے بعد دستاویزی فلم کا تیسرا بنیادی حصہ ''حل'' شروع ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ آپ نے امت مسلمہ کے حالات کا مشاہدہ کر لیا اور امت کی اس خستہ حالت کے اسباب بھی معلوم ہو گئے تو اس پستی کا علاج کیا ہے؟ حل کیا ہے؟ اس کے بارے میں بیان کیا گیا ہے۔

حل: تیاری

ابتدا شیخ اُسامہ کے بیان سے ہوتی ہے۔

ہم نوجوانوں کو حضور ﷺ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے اور آپ کی حیات مبارکہ کو اپنانے کی دعوت دیتے ہیں نیز اس سرزمین کی طرف آنے کی جو ہمارے لیے جہاد کی راہ تیار کرتی ہے ان (نوجوانوں) کو یہ سیاہ پہاڑ پار کرنے دو تا کہ ان کے قلوب خالص ہوسکیں اور ان کے سینوں میں ایمان جڑ پکڑ سکے۔

ان کے بعد مسلمانوں کو ہجرت کرتے اور تربیت کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے شیخ اُسامہ کا بیان جاری ہے:

اے محمد ﷺ کو ماننے والو! آج تمہارے لیے موقع ہے کہ حضور ﷺ کے نقش قدم کو پالو اور چلے آؤ لا الہ الا اللہ کے تحفظ کے لیے چاہے سردی ہو یا گرمی۔ جیسا کہ آپ علیہ السلام نے تبوک کے موقع پر کیا۔ آپؐ نے کسی کو پیچھے نہیں چھوڑا اور وہ لوگ جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ (جہاد سے) پیچھے رہ کر لوگوں کا ایمان بنائیں گے (درحقیقت) وہ محمد ﷺ کے طریقے کو سمجھے ہی نہیں۔ آپؐ نے کسی بھی سچے مسلمان کو مدینہ میں نہیں چھوڑا جب انہوں نے سنا کہ اہل روم اسلام کی سرحد پر مسلمانوں کے خلاف لشکر جمع کررہے ہیں تو تیس ہزار کی تعداد نے لا الہ الا اللہ کی نصرت کے لیے مدینہ سے کوچ کیا۔

لا الہ الا اللہ کا تحفظ صرف جہاد کے ذریعہ ہوسکتا ہے۔ لوگوں کو صرف تعلیم دینے سے نہیں بلکہ اس علم پر عمل کی ترغیب دینے سے۔

اس کے بعد وہ حصہ شروع ہوتا ہے جس نے امریکہ سمیت عالم کفر میں ہلچل مچا دی اور انہیں مجاہدین کے بارے میں بہت کچھ سوچنے پر مجبور کردیا یعنی مجاہدین کی عسکری تربیت کے مناظر، جس میں مجاہدین کو مختلف انداز سے جنگی ٹریننگ کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ اس کے بعد درج ذیل حدیث پڑھی گئی ہے۔

اللہ کی راہ میں غبار آلود پاؤں کو جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی (الحدیث)

پھر مجاہدین کو جسمانی تربیت کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ یہاں درج ذیل آیت تلاوت کی جارہی ہے:

اور کافر لوگ اپنے کو یہ خیال نہ کریں کہ وہ بچ گئے۔ یقیناً وہ لوگ (اللہ تعالیٰ کو) عاجز نہیں کرسکتے۔ اور ان کافروں کے لیے جس قدر تم سے ہوسکے ہتھیار سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے سامان

درست رکھو اور اس کے ذریعہ سے تم (اپنا) رعب جمائے رکھو ان پر جو کہ (کفر کی وجہ سے) اللہ کے دشمن ہیں اور تمہارے دشمن ہیں اور ان کے علاوہ دوسروں پر بھی جن کو تم (بالیقین) نہیں جانتے ان کو اللہ ہی جانتا ہے۔ اور اللہ کی راہ میں جو چیز بھی خرچ کرو گے وہ تم کو پورا پورا دے دیا جائے گا اور تمہارے لیے کچھ کمی نہ ہوگی۔'' (الانفال: 60-59)

پھر شیخ اُسامہ کے الجزیرہ کو دیئے گئے ایک انٹرویو کا اقتباس شروع ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے کسی کے ساتھ مخلصانہ رویہ اختیار کرنا نہایت اہمیت رکھتا ہے۔ یہ جانتے ہوئے کہ دنیا کی زندگی عارضی ہے۔ اس کے علاوہ یہ اشد ضروری ہے کہ ہر مسلمان اس قابل ہو کہ وہ سرزمین جہاد کی طرف ہجرت کر سکے۔ یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ سے جا ملے اور اس حال میں کہ اللہ عزوجل اس سے خوش ہوں۔ چنانچہ ہر مسلمان خود بھی جہاد کے لیے تیار ہو اور دوسرے مسلمانوں کو بھی تیار کرے۔

اس کے بعد ایک مجاہد کمانڈر کو لشکر اسلام سے خطاب کرتے ہوئے دکھایا جا رہا ہے۔ جو انتہائی جوشیلی آواز میں کہہ رہا ہے۔

میرے پیارے بھائیو! اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک عظیم فرض کا حکم دیا ہے...... اور اللہ کی قسم جو اکیلا اور حقیقی معبود ہے، ہم نے اپنے گھروں اور سرزمین کو چھوڑا اور اپنے گھر والوں سے جدا ہوئے صرف اس لیے کہ اللہ عزوجل کی رضا حاصل کریں اور لا الہ الا اللہ کے پرچم کو بلند کریں۔ ہمارا مقصد امت مسلمہ کے دشمنوں کو ذلیل کرنا ہے نیز ظالم بتوں کے پجاریوں، خنزیروں اور بندروں (یہود و نصاریٰ) کو رسوا کرنا۔ ہم ان کو ذلیل و رسوا کرنا چاہتے ہیں ہم چاہتے ہیں کہ ان کو اپنی اوقات معلوم ہو جائے۔ پیارے بھائیو! تم اپنے بھائیوں کا پرچم بلند کر رہے ہو جنہوں نے اپنی جانیں اللہ کے حکم پر نثار کر دیں۔

کن کا پرچم؟

ریاض الہاجری، عبدالعزیز المعثم، مصلح الشمرانی اور خالد السعید کا پرچم...... اور کیا آپ خالد السعید کو جانتے ہیں؟

وہ شخص جس نے قرآن کریم حفظ کیا اور خود اللہ کی راہ (جہاد) میں پیش کر دیا...... اور یہ عبدالعزیز کون ہیں؟

وہ مجاہد جس نے اپنی دولت...... خالص دولت لا الہ الا اللہ کے پرچم کو بلند کرنے کے لیے لگا دی اور وہ جس نے اپنا روپیہ پیسہ دنیا بھر میں اپنے بھائیوں کی مدد کے لیے خرچ کیا۔

اور یہ مصلح کون ہیں......؟ وہ شخص جس نے حق پہچانتے ہی اس پر عمل شروع کر دیا اور کسی کی

ملامت کی پرواہ نہیں کی۔

اور آپ کو معلوم ہے کہ یہ ریاض الہاجری کون ہیں؟...... جو ہر وقت اللہ رب العالمین کے خوف سے کانپتا رہتا تھا اور جو کہا کرتا تھا کہ اگر ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخلص ہیں تو ہماری گردنیں اللہ کی خوشنودی کے حصول کے لیے کٹ جانی چاہئیں۔

میرے بھائیو! یہاں ہم خود کو انہی لوگوں کا بدلہ لینے کے لیے تیار کر رہے ہیں، ان لوگوں کا بدلہ جن کا خون خنزیر اور بندروں...... امریکہ اور یہود...... کو خوش کرنے کے لیے بہایا گیا۔ ہم یہاں دنیا کو یہ بتانے کی تیاری کر رہے ہیں کہ ہم آ رہے ہیں اپنی تمام تر قوت سے یہ کہتے ہوئے کہ اے سرزمین وحی صبر کر، اے سرزمین وحی صبر کر، اے سرزمین وحی صبر کر............

پھر یہاں سے شیخ اُسامہ کا بیان شروع ہوتا ہے۔

اس تربیت کا حاصل راہ جہاد ہے جو لا الہ الا اللہ کے پرچم کو بلند کرے۔ یقیناً آپ کے فلسطینی بھائی بے چینی سے آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ وہ انتظار کر رہے ہیں کہ کب آپ امریکہ او راسرائیل کو نیست و نابود کرتے ہیں۔ اللہ کی زمین بہت وسیع ہے اور ان کے مفادات بہت پھیلے ہوئے ہیں چنانچہ اپنی ہر ممکن کوشش ان کو تباہ و برباد کرنے میں لگایئے تا کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو۔

اس کے بعد مجاہدین نشانہ بازی کی تربیت کے ساتھ ہی شیخ انور شعبان شہید کا درج ذیل بیان نشر کیا جا رہا ہے۔

یہ جاننا ضروری ہے کہ جو مجاہد اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے اس میں دو صلاحیتیں ہونی چاہیں۔ جسمانی تیاریاں جیسے عسکری تربیت، اسلحہ میں مہارت وغیرہ اور روحانی تیاریاں۔ کیونکہ مجاہد اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتا ہے، اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتا اور اللہ تعالیٰ سے ہی ڈرتا ہے۔ جو مجاہد ان دو امور کو بجالاتے ہوئے جہاد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتا ہے۔ صرف اللہ ہی اسے فتح دیتا ہے اور اللہ عزوجل اس کے دشمنوں کے دلوں میں اس کا رعب بٹھا دیتا ہے۔ ایک مجاہد کا یہ خالص عقیدہ ہونا چاہیے کہ موت اسے کسی بھی جگہ آ سکتی ہے۔ جیسا کہ اللہ عزوجل سورۃ النساء میں فرماتا ہے۔ اسے معلوم ہے کہ اگر اللہ چاہے تو کوئی میزائل ہمیں نشانہ بنا کر ہم کو ختم کر سکتا ہے اور اگر وہ چاہے تو میزائل خط اول (فرنٹ لائن) پر ہمیں نشانہ بنا کر ختم کر سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اگر اس کی مرضی ہو تو ہم اپنے گھروں میں اپنے کمرے کے وسط میں قتل ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ مجاہد اس خالص عقیدے کے ساتھ میدان میں اترے کہ

موت کسی بھی لمحہ آ سکتی ہے۔ لہٰذا کسی بھی مسلمان کو موت سے نہیں ڈرنا چاہیے۔

اس کے بعد درج ذیل حدیث پڑھی جا رہی ہے:

''حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اس حالت میں مرا کہ نہ اس نے کبھی جہاد کیا اور نہ جہاد کا ارادہ کیا تو وہ منافقت کے ایک حصہ پر مرا۔''

پھر قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت کی جا رہی ہے۔

اور اگر ان لوگوں کا (جہاد) میں چلنے کا ارادہ ہوتا تو وہ اس کی تیاری ضرور کرتے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے جانے کو پسند نہیں کیا اس لیے ان کو توفیق نہیں دی اور یوں کہہ دیا گیا کہ اپاہج لوگوں کے ساتھ تم بھی یہاں ہی دھرے رہو۔'' (التوبہ: 46)

اس کے بعد شیخ اُسامہ بن لادن کے صاحبزادے کو اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے جو کہہ رہا ہے:

امریکا (سرزمین حرمین شریفین کے دو شہروں) الخرج اور الخبر کی بے حرمتی کرنے کے لیے آیا ہے۔ آپ نے اجنبی بن کر سرزمین نیل پر ہجرت کی ہے۔ اے والد! کیا ہو گیا ہے کہ برائی ہمارا تعاقب کرتی ہے۔ کیا مقدس گھر (بیت اللہ) کے لیے تمہاری قربانی تمہارا ناقابل معافی گناہ بن گیا ہے؟

اے میرے والد! پر عزم اور ثابت قدم رہنا۔ دنیا والوں کی خوشی کی پرواہ مت کرنا بلکہ ابدی زندگی (کو مدنظر رکھنا) جہاں ہم ملاقات کریں گے۔ بیشک اللہ ہماری فتح چاہتا ہے۔ یہودی...... یہودی میرے بھائیوں کو قتل کر رہے ہیں...... یہودی میرے بھائیوں کو قتل کر رہے ہیں اور عرب حکمران اندھے ہیں۔ یہ محض اقوام متحدہ کی کاغذی کارروائی ہے نہ انہوں نے کچھ کہا اور نہ کوئی اقدام کیا۔ انہوں نے اس بچی کی حفاظت کے لیے کوئی فوج کیوں نہ روانہ کی؟ ضرورت ہے کہ ان کی اس دھوکہ دہی کو ظاہر کیا جائے۔ غداروں نے ہمارے خلاف سازشیں کی ہیں؛ کیا یہ ممکن ہے کہ یہ غدار ہماری حفاظت کریں گے؟ میں اللہ عزوجل کی قسم کھاتا ہوں کہ کفار کے خلاف جنگ کروں گا۔

یہاں حل کا دوسرا حصہ شروع ہوتا ہے ''جہاد'' یعنی مسلمانوں کی پستی کا علاج اللہ کے راستے میں ہجرت اور پھر جہاد کی تیاری کے بعد عملی طور پر جہاد کرنے میں مضمر ہے۔

حل: جہاد

شیخ اُسامہ فرمارہے ہیں:

(اپنی) ذلت اور اسلام کی سرزمین پر قابض کفر کو ختم کرنے کا واحد طریقہ جہاد ہے......

گولیاں اور استشہادیہ (فدائی) کی کارروائیاں ہیں۔ پھر یہاں چیچن مجاہدین کے کمانڈرز شامل دخطاب غیرہ کو جنگی اجلاس میں مشورے کرتے ہوئے دکھایا جارہا ہے اور پس منظر میں آواز آرہی ہے۔

روسی، مجاہدین کو ختم کرنے کے درپے ہیں اور انہیں گرفتار اور ملک بدر کرنے کی کوششیں کررہے ہیں۔

اس کے بعد چیچن مجاہدین کی کارروائیاں دکھائی جارہی ہیں۔ پھر شیخ اُسامہ کے الجزیرہ کو دیئے گئے انٹرویو کا اقتباس دکھایا جارہا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ سادہ سی صلاحیتوں، چند اینٹی ٹینک بارودی سرنگوں، آر پی جی اور کلاشنکوفوں کے ساتھ مجاہدین نے لوگوں کی نظروں میں دنیا کے سب سے بڑے افسانوی کردار کو تباہ کیا، جس کی مدد کے لیے دنیا کی سب سے زیادہ طاقت ور فوجی مشینری موجود تھی چنانچہ سپر پاور کی اصطلاح کا خوف بھی ہمارے ذہنوں سے ہمیشہ کے لیے مٹ گیا۔

سابق افغان جہاد میں تباہ کی گئی ایک بکتر بند روسی گاڑی کو افغان مجاہد کے راکٹ سے تباہ ہوتے دکھایا جارہا ہے اور پس منظر میں یہ آیت تلاوت کی جارہی ہے اس دوران افغان جہاد کی لڑائی دکھائی جارہی ہے جس میں شیخ اُسامہ کو بھی اگلے مورچوں میں دکھایا گیا ہے۔

سوتم نے ان کو قتل نہیں کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو قتل کیا اور آپ نے خاک کی مٹھی نہیں پھینکی لیکن اللہ تعالیٰ نے وہ پھینکی اور تاکہ مسلمانوں کو اپنی طرف سے ان کی محنت کا خوب عوض دے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔" (الانفال:17)

اس کے بعد شیخ اُسامہ کے الجزیرہ کو دیئے گئے انٹرویو کا اقتباس نشر کیا گیا ہے:

ہمیں یقین ہے کہ امریکہ روس سے زیادہ کمزور ہے۔ صومالیہ میں جہاد میں حصہ لینے والے ہمارے بھائیوں نے ہمیں بتایا کہ انہیں امریکی فوجیوں کی کمزوری، خوف اور بزدلی دیکھ کر انتہائی حیرت ہوئی۔ محض 80 فوجیوں کے قتل ہونے کے بعد وہ اندھیرے کا فائدہ اٹھا کر فرار ہوگئے۔ دنیا بھر میں نیو ورلڈ آرڈر کا شور مچانے کے بعد! لیکن انشاء اللہ عنقریب نجد اور حجاز میں اللہ کی مدد آنے والی ہے اور امریکا کا جو حشر لبنان اور ویت نام میں ہوا، انشاء اللہ اس سے بھی برا حال ہوگا۔

اس کے بعد شیخ اُسامہ کو فائرنگ رینج میں نشانہ بازی کی مشق کرتے ہوئے دکھایا جا رہا ہے۔
شاہ فہد کو امریکی افواج کا معائنہ کرتے ہوئے اور تقریب میں امریکی صدر بش اور دیگر امریکی عورتوں کے ساتھ دکھایا جا رہا ہے۔اسی دوران شیخ اُسامہ کی آواز ابھرتی ہے۔

کیا لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتا کہ ملک پر قبضہ ہو چکا ہے اور یہ امریکی یہودی قوتوں کے تحت آ چکا ہے...... مختصراً یہ حقیقت ہے کہ سرزمین وحی اور محمد ﷺ کی اولاد اور صحابہ کرام کا گھر عیسائی اور یہودی طوائفوں کے زیر اثر آ چکا ہے۔

لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

یقیناً امریکیوں کے خلاف جہاد، امریکیوں کو قتل کرنا ایمان وتوحید کا بنیادی تقاضا ہے۔

اس کے بعد شیخ کے ایک انٹرویو کا اقتباس دکھایا جا رہا ہے۔

ہم نے امت مسلمہ کو ابھارا کہ وہ سرزمین حرمین شریفین پر جبراً قابض دشمن کو باہر نکالے اور جن نوجوانوں نے اس پر ردعمل کا اظہار کیا ان میں خالد السعید، عبدالعزیز الشم، ولید الہاجری اور مصلح الشمرانی ہیں۔ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ ان کی شہادت کو قبول فرمائے۔انہوں نے امت مسلمہ کو عزت بخشی اور ایک بڑے حصے اور سرزمین حرمین کو "قانونی" بدعنوانی کا اڈہ بننے کی امریکی حکومت کی کوششوں پر ان (سعودی حکومت) کی چشم پوشی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا۔لہٰذا ہم ان نوجوانوں کو عظیم ہیرو اور مجاہدین کی حیثیت میں دیکھتے ہیں جنہوں نے ہمارے نبی ﷺ کی سنت پر عمل کیا۔چنانچہ ہم نے ابھارا اور ان (نوجوانوں) نے لبیک کہا۔ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ انہیں قبول فرما اور ان کے اہل خانہ کو صبر عطا فرما اور انہیں ان کے گھر والوں اور ہمارے لیے شفاعت کرنے والا بنا۔ان پر اپنا رحم فرما اور ان کی شہادت کو قبول فرما۔

جہاں تک مشرقی افریقہ میں بم دھماکوں کا تعلق ہے الحمدللہ ان سے پوری اسلامی دنیا بہت خوش ہے اور جو عمومی طور پر پریس اور عالمی میڈیا کا مشاہدہ کرتا ہے وہ یہ تسلیم کرتا ہے کہ مسلم امہ امریکیوں کو کس حد تک دھکیلنا چاہتی ہے۔خصوصاً جب امریکی انٹیلی جنس نے خود یہ اعتراف کیا کہ لبنان میں آبدوزوں کے دھماکوں کے بعد سے لے کر اب تک امریکہ کو ایسا دھچکا نہیں لگا۔

نیروبی کے سفارت خانے میں چھ سفارت خانے کام کر رہے تھے اور یہی سفارت خانہ صومالی مسلمانوں پر ظالم امریکیوں کے حملے کی منصوبہ بندی کر رہا تھا جس میں انہوں نے تیرہ ہزار سے زائد ہمارے بھائیوں، بچوں اور عورتوں کو قتل کیا۔علاوہ ازیں یہ کئی دہائیوں سے صومالیہ اور سوڈان کی تقسیم کی سازشیں کرنے والے منصوبہ سازوں کا مرکز رہا تھا اور یہیں سے ان معاملات کو کنٹرول کیا جاتا

تھا۔ جیسا کہ ہر شخص جانتا ہے کہ یہی امریکی سفارت خانہ وہ قوت ہے جو ان ممالک کو چلاتا ہے اس کے ساتھ ہی یہ سفارت خانہ مشرقی افریقہ میں امریکی سی آئی اے کا سب سے بڑا مرکز رہا ہے۔ اللہ کے فضل سے مسلمانوں کی طرف سے یہ کاری ضرب تھی جس کے یہ مستحق تھے کہ جو صدمہ ہم نے صابرہ، شتیلا، دیر یلیسین، قنا، الخلیل اور دیگر جگہوں پر برداشت کیا یہ بھی اس کا مزہ چکھ سکیں۔ عام مسلمانوں کی یہ واضح سوچ بن چکی تھی کہ یہودی اور امریکہ مسلمانوں پر جو ظلم کر رہے ہیں اور انہیں ہر جگہ بے بس اور ذلیل کر رہے ہیں تو اب کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو ان سے انتقام لے سکے اور مسلمانوں کا تحفظ کرے۔

چنانچہ یہ بم دھماکے ان نوجوانوں کی انتقامی کارروائی ہے۔ مسلمانوں کے تحفظ کے لیے ان نوجوانوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے لیے اپنے سر قربان کر دیے۔ میں ان لوگوں کو نہایت عزت و احترام اور قابل تحسین نظروں سے دیکھتا ہوں کیونکہ انہوں نے اپنی قوم پر لگا بے عزتی اور بزدلی کا داغ مٹا دیا۔

اس کے بعد شیخ عبداللہ عزام شہید کا بیان دکھایا جا رہا ہے۔

ہم دہشت گرد ہیں اور دہشت گردی اللہ کی کتاب میں ایک اہم فریضہ ہے۔ مشرق و مغرب کو یہ کہنے دو کہ ہم دہشت گرد ہیں اور خوف پیدا کرتے ہیں (اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے) ان کے خلاف قوت حاصل کرو جہاں تک تمہاری صلاحیت ہو اور پلے ہوئے جنگی گھوڑے اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو خوفزدہ کرنے (یعنی دہشت پھیلانے کے) کے لیے'' (الانفال:60)

چنانچہ (دشمنوں کے خلاف) دہشت گردی اللہ کے نزدیک ایک اہم دینی فریضہ ہے۔

یہاں سے شیخ اُسامہ کے بیان کا ٹکڑا دکھایا گیا ہے اور پس منظر میں امریکی بحری جہاز کول کی تباہی کے مناظر دکھائے جا رہے ہیں: تم نے اسلاف کی یادیں دہراتے ہوئے گویا تاریخ کو خواب سے بیدار کر دیا ہے۔ یہ صلاح الدین ہیں، تلوار تھامے ہوئے (سرکش) کفار کے خون میں خوبی ہوئی اور حطین کی یادیں، بہت عرصہ کھوئی رہنے کے بعد بدر اور خیبر کی یادوں کے ساتھ واپس آئی ہیں۔ آپ دیکھتے ہیں کہ امت مسلمہ غصے سے بھری ہوئی انتقام کے لیے پھر رہی ہے۔ مشرق میں موجود آپ کے بھائیوں نے خود کو تیار کر لیا ہے اور کابل معاون بن چکا ہے اور نجد میں نوجوان جہاد میں شامل ہو چکے ہیں اور عدن والوں نے ایک مضبوط تباہ کرنے والے (جہاز) اور اس کے خوف کو تباہ کر دیا ہے۔ یہ (جہاز) آپ کو خوفزدہ کرتا ہے۔ جب بھی یہ لنگر انداز ہوتا ہے یا سمندر میں ہوتا ہے اپنے تکبر اور مصنوعی استعداد کے ذریعہ سمندر سے کاٹتا ہے جیسے یہ وہم خیال کے سائے تلے اپنے انجام کی طرف بھاگتا ہے ایک چھوٹی سی کشتی جو لہروں کے ساتھ ہلتی ہے جو کبھی کسی لہر کے پیچھے غائب ہو جاتی اور کبھی ظاہر ہوتی۔ سمندر اس کے

ہلکے سے وزن کو پریشان کرتا ہے اور جب دو گروہ لشکر محمدی سے جا ملے دو شہید اچانک کو دے اور کہا اللہ اکبر (اللہ سب سے بڑا ہے) کفار کے لشکروں کا سامنا کرتے ہوئے جو صلیبی جنگوں کی قیادت کے ساتھ میدان میں اترے تھے۔

معرکہ شروع ہوا اور ایک لمحہ میں ختم ہو گیا۔ تب فتح کا وعدہ پورا ہوا اور کفار کی کھوپڑیاں ان کے جسم کے حصوں کے آس پاس ہر طرف بکھر گئیں جن کی مدد کے لیے دنیا کی سب سے زیادہ طاقتور فوجی مشینری موجود تھی اور سپر پاور کی اصطلاح کا خوف ہمارے ذہنوں میں سے ہمیشہ کے لیے مٹ گیا۔

کول تباہی کے مناظر اور امریکیوں کی لاشیں امریکہ میں جہاز سے اترتے ہوئے دکھائے جانے والے مناظر کے ساتھ ہی درج ذیل آیت تلاوت کی جا رہی ہے۔

سو تم نے ان کو قتل نہیں کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو قتل کیا اور آپ نے خاک کی مٹھی نہیں پھینکی لیکن اللہ تعالیٰ نے وہ پھینکی اور تا کہ مسلمانوں کو اپنی طرف سے ان کی محنت کا خوب عوض دے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے۔ ایک بات تو یہ ہوئی اور دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کافروں کی تدبیر کا کمزور کرنا تھا۔ اور اگر تم لوگ فیصلہ چاہتے ہو تو وہ فیصلہ تو تمہارے سامنے آ موجود ہوا۔ اور اگر باز آ جاؤ تو یہ تمہارے لیے نہایت خوب ہے۔ اور اگر تم پھر وہی کام کرو گے تو ہم پھر وہی کام کریں گے اور تمہاری جمعیت تمہارے ذرا بھی کام نہ آئے گی گو کتنی زیادہ ہو اور واقعی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے ساتھ ہے۔" (الانفال: 19-17)

پھر ایک پر جوش آواز ابھرتی ہے۔

موثر علاج ...... خالص عقیدے کے ساتھ ان کا مقابلہ کرنا ہے۔ تقریر، ہتھیار اور عمل کے ذریعہ ...... جو کہ خیال نہیں حقیقت ہے...... ان کی برائی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی غرض سے اور ان کے وجود کو ختم کرنے کے لیے ...... راہ جہاد پر چلتے ہوئے اللہ کے حکم پر عمل کرنے کے لیے ہر میدان میں اور اس کے علاوہ ہر چیز فریب نظر، شرمساری اور تلخی ہے۔ ہر اس شخص کے لیے جس نے اللہ کی راہ میں جہاد کا پرچم بلند کیا ہے تم (جہاد پر) روانہ ہوئے ہو تو ثابت قدم رہنا، اور اگر تم نے (جہاد کا کام) شروع کر دیا ہے تو اسے پایہ تکمیل تک پہنچانا۔ میں تمہیں پسپائی سے متنبہ کرتا ہوں کہ اس کا حقیقی نام شکست ہے اور ہچکچاہٹ سے خبردار ہو کہ یہ استقلال میں اکتاہٹ پیدا کرتی ہے۔ اور اگر تم الم رسیدہ ہو تو وہ بھی تو الم رسیدہ ہیں جیسے تم الم رسیدہ ہو اور تم اللہ تعالیٰ سے ایسی ایسی چیزوں کی امید رکھتے ہو کہ وہ لوگ امید نہیں رکھتے۔" (النساء: 104)

ان سے لڑو اللہ تعالیٰ (کا وعدہ ہے کہ) ان کو تمہارے ہاتھوں سے سزا دے گا اور ان کو رسوا

کرے گا اور تم کو ان پر غالب کرے گا اور بہت سے مسلمانوں کے قلوب کو شفا دے گا اور ان کے قلوب کے غیظ وغضب کو دور کرے گا اور جس پر منظور ہو گا اللہ تعالیٰ توجہ (بھی) فرمائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ بڑا علم والا بڑی حکمت والا ہے۔ (التوبہ: 15-14)

پھر شیخ اُسامہ کا بیان شروع ہوتا ہے۔

فلسطین میں ہمارے بھائی جن سے ہم یہ کہتے ہیں کہ تمہارے بچوں کا خون ہمارے بچوں کا خون ہے اور تمہارا خون ہمارا خون ہے۔ خون کا بدلہ خون ہے اور ہلاکت کا بدلہ ہلاکت ہے۔ اور ہم اللہ العظیم کو گواہ بناتے ہیں کہ ہم تمہیں ڈوبنے نہیں دیں گے اور یہاں تک کہ فتح ہو جائے یا ہم بھی وہ مزہ لیں جو حضرت حمزہ بن مطلب نے لیا۔ ہم تمہیں خوشخبری سناتے ہیں کہ اسلام کی مدد آنے والی ہے اور اللہ واحد واحد کے حکم سے یمن کی مدد بھی عنقریب پہنچنے والی ہے۔

اس کے بعد فلسطین میں انتفاضہ تحریک کے دوران ہونے والی کارروائیاں دکھائی جا رہی ہیں، ایک روح پرور منظر دکھایا جا رہا ہے۔ جس میں ایک بچہ اسرائیلی فوجی کی جانب پتھر اچھالتا ہے، وہ فوجی اس کے بچے کے پیچھے دوڑتا ہے تا کہ اسے پکڑ سکے، بچہ تھوڑی دور تک بھاگتا ہے اور پھر اچانک پیچھے مڑ کر ایک اور پتھر اسرائیلی فوجی کی جانب پھینکتا ہے۔ جس سے وہ اسرائیلی فوجی الٹے پاؤں واپس دوڑ جاتا ہے اور درج ذیل آیت تلاوت کی جا رہی ہے۔

> ''اور اگر تم سے یہ کافر لڑتے تو ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگتے پھر نہ ان کو کوئی یار ملتا اور نہ مددگار اللہ تعالیٰ نے (کفار کے لیے) یہی دستور کر رکھا ہے جو پہلے سے چلا آتا ہے اور آپ اللہ کے دستور میں ردوبدل نہ پائیں۔'' (سورۃ الفتح 23-22)

پھر مزید مناظر دکھائے جاتے ہیں اور ایک آواز ابھرتی ہے۔

یہودی یہ سن لیں کہ ہم ہرگز بھی خاموش نہیں بیٹھیں گے۔ اور بڑے ممالک کے لیڈر جن کے سرپرست امریکا اور اقوام متحدہ ہیں، یہ سن لیں کہ فلسطین کے مسلمان گھٹی ہوئی خاموشی بن چکے ہیں لہٰذا انہوں نے اور ہم نے مقدمہ آگے بڑھانے کے لیے خود کو وقف کر دیا ہے۔...... لیکن ایک نئے رنگ میں ...... یہ رنگ خون کا رنگ ہے اور ایک نئی صورت میں ...... ثابت قدمی اور عظمت کی صورت کہ جس کی منزل جنت ہے۔

اس کے بعد یہ حدیث سنائی جا رہی ہے۔

”آپ ﷺ نے فرمایا: قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ مسلمان یہودیوں کے ساتھ جنگ کریں گے اور انہیں قتل کریں گے۔ یہاں تک کہ یہودی درخت اور پتھر کے پیچھے چھپیں گے پس پتھر اور درخت پکارے گا اے مسلمان، اے اللہ کے بندے یہ یہودی جو میرے پیچھے چھپا ہوا ہے آؤ اور اسے قتل کرو...... سوائے غرقد درخت کے اس لیے کہ وہ یہودیوں کا درخت ہے۔“

پھر شیخ اُسامہ کی غمناک لیکن پرجوش آواز میں بیان سنایا جا رہا ہے:

فلسطینیوں نے رنج والم کے گھونٹ بھرے ہیں...... اور حجاز کا زخم تم نہیں بھرو گے...... کیا تم پیچھے بیٹھ جاؤ گے؟ کیا تم پیچھے رہ جاتے ہو جبکہ نام نہاد رہنما نے (مقدس) علاقوں کی حفاظت نہیں کی؟ اور ان کا سربراہ کفار کی وکالت اور ان کی تائید کرتا ہے جبکہ تاجروں نے عظیم مجاہدوں کے لشکر کی تیاری کے لیے اپنی زکوٰۃ نہیں دی، کیا تم پیچھے بیٹھ جاتے ہو جبکہ سپاہی جنگ کے لیے اپنی صفوں کو ترتیب دینے میں ناکام ہو جاتے ہیں؟ اور القدس کو قابضین سے آزادی دلانے میں بھی...... کیا تم پیچھے بیٹھ جاتے ہو جبکہ عظیم جوانوں نے اپنے زخموں کی پرواہ نہیں کی؟ اور نہ بچوں کی لاشوں کو کفن دیا جا سکا۔ کہاں ہیں فرزندانِ اسلام جبکہ جنگ کے شعلے بھڑک رہے ہیں؟

انہیں اپنے رب کو لبیک کہنا اور تیار نہیں ہو جانا چاہیے؟

سچ ہے اسلام کے بیٹے قابلِ احترام گروہ ہیں جنہیں آپ لوگوں کی غفلت کے باعث تکلیف دی جاتی ہے...... تاہم خلافت اسلامیہ کے قیام پر ان کا یقین موجود ہے...... اپنے زخموں سے لاپروائی برتنے کو...... اور بیشک ان کے نزدیک مداریوں کا (پیش کردہ) حل خام خیالی ہے جو راہ جہاد کو ختم کرنے والا ہے، کیونکہ نہوں نے مسائل سے بے پرواہ ہو کر جہاد جاری رکھنے کی بیعت کی ہے۔

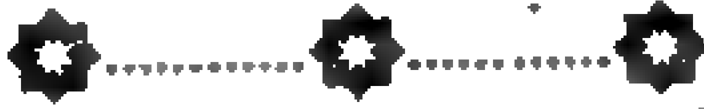
اے ایمان والو! کیا میں تم کو ایسی سوداگری بتلاؤں جو تم کو ایک دردناک عذاب سے بچا لے (وہ یہ ہے کہ) تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو یہ تمہارے لیے بہت ہی بہتر ہے اگر تم کچھ سمجھ رکھتے ہو۔ (جب ایسا کرو گے تو) اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کرے گا اور تم کو (جنت کے) ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور عمدہ مکانوں میں داخل کرے گا جو ہمیشہ رہنے کے باغوں میں (بنے) ہوں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے اور ایک اور بھی ہے کہ تم اس کو پسند کرتے ہو (یعنی) اللہ کی طرف سے مدد اور جلد فتح یابی

اور (اے نبی) آپ مومنین کو بشارت دے دیجئے۔ (الصف:13-10)

آخر میں درج ذیل اختتامی کلمات ادا کیے جا رہے ہیں۔

ہم آپ سے ان لوگوں کے لیے دعا کی درخواست کرتے ہیں جنہوں نے اس دستاویزی فلم کی تیاری میں حصّہ لیا اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جزائے خیر عطا فرمائے جو اس کو پھیلانے اور تقسیم میں حصّہ لیں۔ اللہ کی حمد و ثناء بہت بلند ہے اس سے جو کفار اس کے متعلق خیال کرتے ہیں تمام انبیاء پر اس کا کرم ہو اور تمام تعریفیں اسی کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا مالک ہے...... اللہ اکبر...... اللہ ہی مجاہدین کا سہارا اور محافظ ہے۔

(بشکریہ ماہنامہ المسلم...... کراچی)



شیخ اُسامہ بن لادن کے خلاف برطانوی خفیہ ایجنسیوں کی رپورٹ

11 نومبر 2001ء کو ایک برطانوی اخبار نے خفیہ ایجنسیوں کی رپورٹ پر مبنی 70 پوائنٹس پر مشتمل اُسامہ بن لادن کے خلاف دہشت گردی کے الزامات شائع کیے اس رپورٹ کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ دنیا بھر میں اعلیٰ کارکردگی کا شور مچانے والی امریکی برطانوی و دیگر مغربی انٹیلی جنس ایجنسیاں کس کارکردگی کی حامل ہیں جو وہ ایک شخص کے خلاف الزامات بھی لگا رہے ہیں تو ان کے پاس کوئی مضبوط دلیل یا ثبوت اس سلسلے میں سرے سے موجود ہی نہیں ہے کہ اُسامہ بن لادن ان کے خلاف حملوں میں ملوث ہیں۔ اگر اُسامہ بن لادن نے واقعی یہ تمام کارروائیاں کروائی ہیں تو پھر ماننا پڑتا ہے کہ اُسامہ بن لادن واقعی اعلیٰ صلاحیتوں کے حامل مجاہد ہیں جو کام بھی کر دیتے ہیں اور ''سپر پاور'' سمیت دنیا کا کوئی ''پھنے خان'' کسی کارروائی میں ان کا شامل ہونا ثابت نہیں کر سکتا اور ساتھ ہی برطانیہ و امریکا سمیت دنیا بھر کی خفیہ ایجنسیوں کی بدترین ناکامی ہے۔ کہ وہ اعلیٰ ترین ٹیکنالوجی، تمام تر وسائل، وسیع نیٹ ورک، لامحدود افرادی قوت اور اعلیٰ صلاحیتوں کے حامل تجربہ کار افسران کے باوجود کسی بھی حملے میں خصوصاً 11 ستمبر کی کارروائی میں اُسامہ بن لادن کا ہاتھ دلائل کی بنیاد پر ثابت نہیں کر سکے۔ درج ذیل رپورٹ برطانوی خفیہ ایجنسیوں کی تیار کردہ فہرست کا ترجمہ ہے جو خود ان کے مطابق ''مضبوط'' ہیں لیکن کسی عدالت میں لے جائے جانے کے قابل نہیں۔ یہ رپورٹ انگریزی، عربی، اردو، فارسی وغیرہ زبانوں میں برطانوی حکومت کی سرکاری ویب سائٹ پر دستیاب ہے۔ ویب سائٹ کا مکمل پتہ یہ ہے۔

(1) حکومت نے واضح طور پر یہ نتائج اخذ کئے ہیں کہ 11 ستمبر کو ہونے والی ظالمانہ کارروائیوں کی منصوبہ بندی اور اس پر عملدرآمد اسامہ بن لادن اور القاعدہ نے کرایا تھا۔ القاعدہ دہشت گردی کا ایک نیٹ ورک ہے، جس کے سربراہ اُسامہ بن لادن ہیں۔ اُسامہ بن لادن اور القاعدہ مزید ظالمانہ کارروائیاں کرنے کی خواہش اور ان پر عمل درآمد کرانے کے لیے وسائل رکھتے ہیں۔ برطانیہ اور برطانوی شہری اس کا خاص ہدف ہیں۔ طالبان حکومت کے قریبی ساتھی ہونے کے باعث اُسامہ بن لادن اور القاعدہ ایسی ظالمانہ کارروائیاں کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہیں۔ طالبان حکومت نے انہیں بلاخوف وخطر اپنی دہشت گردی کی سرگرمیاں جاری رکھنے کی اجازت دے رکھی ہے۔

(2) 1998ء یو ایس ایس کول کے حوالے سے انٹیلی جنس اور الزامات کے ذریعے اور 11 ستمبر کے حوالے سے انٹیلی جنس اور فوج داری تفتیش کے ذریعے اب تک جو مواد سامنے آیا ہے اس کے بعض پہلو افشا نہیں کیے جا سکتے لیکن انٹیلی جنس کے ذریعے حقائق واضح ہو جاتے ہیں۔

(3) اس دستاویز میں وہ تمام مواد موجود نہیں ہے جس سے ایچ ایم جی آگاہ ہے تاکہ جاسوسی کے ذرائع کا مکمل تحفظ جاری رکھا جا سکے۔

خلاصہ

(4) متعلقہ حقائق ظاہر کرتے ہیں کہ:

پس منظر

القاعدہ ایک ایسی دہشت گرد تنظیم ہے جو بین الاقوامی نیٹ ورک رکھتی ہے یہ دس سال سے زائد عرصے سے قائم ہے۔ اسے اُسامہ بن لادن نے قائم کیا اور انہوں نے ہمیشہ اس کی قیادت کی۔ اُسامہ بن لادن اور القاعدہ امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے خلاف جہاد میں مصروف ہیں۔ ان کے بیان شدہ مقاصد میں سے ایک امریکی شہریوں کا قتل اور امریکا کے اتحادیوں پر حملے ہیں۔ اُسامہ بن لادن اور القاعدہ نے 1996ء سے افغانستان میں اپنا ٹھکانہ بنا رکھا ہے۔ مگر ان کی کارروائیوں کا نیٹ ورک دنیا بھر میں ہے۔ اس نیٹ ورک میں تربیتی کیمپ، ویئر ہاؤسز، مواصلاتی سہولتیں اور تجارتی سرگرمیاں شامل ہیں جس سے یہ نیٹ ورک معقول سرمایہ حاصل کر کے اپنی سرگرمیوں پر صرف کرتا ہے۔ ان سرگرمیوں میں افغانستان سے منشیات کی غیر قانونی تجارت کا بھرپور استعمال شامل ہے۔

اُسامہ بن لادن کی القاعدہ اور طالبان حکومت ایک دوسرے کے بہت قریب ہیں اور باہم

ایک دوسرے پر انحصار کرتے ہیں۔ اُسامہ بن لادن اور القاعدہ نے طالبان کو ساز و سامان، سرمایہ اور فوجی مدد فراہم کی ہے۔ وہ مل جل کر منشیات کی تجارت کر رہے ہیں۔ طالبان حکومت نے اُسامہ بن لادن کو افغانستان میں اپنے دہشت گردی کے تربیتی کیمپس اور سرگرمیاں جاری رکھنے کی اجازت دے رکھی ہے۔ اور انہیں اور منشیات کے ذخائر کو باہر کی دنیا سے تحفظ فراہم کر رکھا ہے۔ اُسامہ بن لادن طالبان حکومت کے اتحاد اور مدد کے بغیر اپنی دہشت گردی کی سرگرمیاں جاری نہیں رکھ سکتے اور طالبان اُسامہ بن لادن کی فوجی اور مالی مدد کے بغیر انتہائی کمزور ہو جائیں گے۔ اُسامہ بن لادن اور القاعدہ دہشت گردی کے بڑے حملوں کا ارتکاب کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اُسامہ بن لادن نے اکتوبر 1993ء میں صومالیہ میں امریکی فوجیوں پر حملہ کرنے کا دعویٰ کیا۔ اس حملے میں 18 فوجی ہلاک ہوئے تھے۔ اگست 1998ء میں کینیا اور تنزانیہ میں امریکی سفارت خانوں پر بھی حملوں کا دعویٰ کیا گیا۔ ان حملوں میں تقریباً 224 افراد ہلاک اور تقریباً پانچ ہزار زخمی ہوئے تھے۔ 12 اکتوبر 2000ء کو یو ایس ایس کول پر حملے میں ملوث ہونے کا دعویٰ بھی کیا گیا۔ اس حملے میں 17 کریو ممبرز اور 40 دیگر زخمی ہو گئے تھے انہوں نے دہشت گردی کے ہتھیار کے طور پر استعمال کے لیے ایٹمی کیمیائی مواد کے حصول کی بھی کوشش کی تھی۔

11 ستمبر کے حملوں میں باہمی تعلّق

(5) 11 ستمبر کے بعد ہمیں بتایا گیا کہ یہ زیادہ عرصہ پہلے کی بات نہیں کہ اُسامہ بن لادن نے یہ اشارہ دیا تھا کہ وہ امریکہ پر بڑا حملہ شروع کرنے والے ہیں۔ 11 ستمبر کے دہشت گردی کے حملوں کی تفصیلی منصوبہ بندی بن لادن کے قریبی ساتھیوں میں سے ایک نے کی تھی۔ 11 ستمبر کے واقعات میں ملوث 19 ہائی جیکرز کے بارے میں یہ بات پہلے سے طے ہے کہ ان میں سے تین کا تعلق القاعدہ سے تھا۔ حملے اپنے عزائم اور ارادے کے اعتبار سے بالکل ویسے تھے جیسے اُسامہ بن لادن اور القاعدہ نے پہلے کئے تھے۔ ان میں بعض باتیں مشترک تھیں...... مثلاً

☆ خودکش حملہ آور

☆ حملے ایک ہی روز مربوط انداز میں کیے گئے۔

☆ مقصد زیادہ سے زیادہ امریکیوں کو ہلاک کرنا تھا۔

☆ مسلمانوں سمیت دیگر مذاہب کے لوگوں کی ہلاکتوں کو مکمل طور پر نظر انداز کیا گیا۔

☆ طویل المدت محتاط منصوبہ بندی۔

☆ اشتباہ نہ کرنا۔

(6) القاعدہ برطانیہ، امریکہ اور اس کے اتحادیوں پر مزید حملے کرنے کی صلاحیت اور خواہش رکھتی ہے۔

(7) القاعدہ دہشت گردی کے لیے اشتباہ نہیں کرتی۔

حقائق

اُسامہ بن لادن اور القاعدہ

(8) 1989ء میں اُسامہ بن لادن اور دیگر افراد نے ایک گروپ قائم کیا جو القاعدہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اُسامہ بن لادن ابتداء سے اس کے رہنما ہیں۔

(9) 1989ء سے 1991ء تک اُسامہ بن لادن افغانستان اور پشاور میں قیام پذیر رہے۔ 1991ء میں وہ سوڈان چلے گئے جہاں انہوں نے 1996ء تک قیام کیا۔ اسی برس وہ افغانستان واپس چلے گئے جہاں وہ اب تک قیام پذیر ہیں۔

طالبان کی حکومت

(10) طالبان 1990ء کی دہائی سے آغاز میں پاکستان میں قائم افغان مہاجرین کے کیمپوں سے ابھرے۔ 1996ء تک انہوں نے کابل پر قبضہ کرلیا۔ وہ پورے افغانستان پر کنٹرول حاصل کرنے کے لیے اب تک خونریز خانہ جنگی میں مصروف ہیں۔ ان کی قیادت ملا محمد عمر کر رہے ہیں۔

(11) 1996ء میں اُسامہ بن لادن جب واپس افغانستان گئے تو انہوں نے ملا محمد عمر سے قریبی تعلقات استوار کیے، اور طالبان کو مدد بھی فراہم کی۔ اُسامہ بن لادن اور طالبان حکومت قریبی اتحادی ہیں، دونوں اپنی بقا کے لیے ایک دوسرے پر انحصار کرتے ہیں او دونوں کی مذہبی اقدار اور تصورات یکساں ہیں۔

(12) اُسامہ بن لادن نے شمالی اتحاد سے لڑنے کے لیے طالبان کو فوجی ساز و سامان اور سرمایہ فراہم کیا۔ وہ فوجی تربیت، منصوبہ بندی اور آپریشنز میں طالبان کے قریبی شریک کار ہیں۔

طالبان کی فوجی کمان میں ان کی نمائندگی ہے۔ انہوں نے بنیادی ڈھانچہ بہتر بنانے اور انسانی ہمدردی کی بنیاد پر امداد بھی فراہم کی۔ اُسامہ بن لادن کے زیر کنٹرول افواج افغانستان کی خانہ جنگی میں طالبان کے ساتھ لڑائی رہی ہیں۔

(13) افغانستان میں دہشت گردی کے تربیتی کیمپ قائم کرنے اور انہیں چلانے کے لیے ملا محمد عمر نے اُسامہ بن لادن کو محفوظ پناہ گاہ فراہم کی ہے۔ وہ مل کر افغانستان سے منشیات کی تجارت کرتے ہیں جس کے نتیجے میں القاعدہ کی سرگرمی سے مدد کی جاتی ہے۔ طالبان نے القاعدہ کو کام کرنے کی مکمل آزادی دی ہے۔ جس میں منصوبہ بندی، تربیت اور دہشت گردی کی سرگرمیوں کے لیے تیاریوں کے امور بھی شامل ہیں ان کے ساتھ طالبان منشیات کے بڑے ذخائر کی حفاظت بھی کرتے ہیں۔

(14) 1996ء سے جب سے طالبان نے کابل پر قبضہ کیا ہے، امریکی حکومت انسانی ہمدردی کی بنیاد پر امداد اور دہشت گردی سمیت تمام مسائل طالبان کے سامنے اٹھاتی رہی ہے 11 ستمبر 2001ء سے پہلے امریکہ نے مشرقی افریقہ میں دہشت گردی میں القاعدہ کے ملوث ہونے کا ثبوت طالبان کو فراہم کر دیا تھا۔ یہ ثبوت طالبان کے سینئر رہنماؤں کی درخواست پر انہیں فراہم کیا گیا تھا۔

(15) امریکہ کی حکومت نے طالبان کے حکومت پر یہ واضح کر دیا تھا کہ القاعدہ نے امریکی شہریوں کو ہلاک کیا اور مزید امریکی شہریوں کو ہلاک کرنے کا منصوبہ بنایا ہے۔ امریکہ نے طالبان کے ساتھ مل کر دہشت گردوں کو افغانستان سے نکال باہر کرنے کی پیش کش بھی کی تھی۔ یہ مذاکرات 1996ء سے مسلسل جاری رہے مگر ناکام ثابت ہوئے۔

(16) جون 2001ء میں القاعدہ کے خطرے کے بارے میں بڑھتے ہوئے ثبوت کے پیش نظر امریکہ نے طالبان کو متنبہ کیا تھا کہ اسے اپنے دفاع کا حق حاصل ہے اور یہ کہ افغانستان میں پناہ لینے والے دہشت گردوں کی جانب سے امریکی شہریوں کے خلاف حملوں کی ذمے داری طالبان حکومت پر عائد ہوگی۔

(17) اس صورت حال میں امریکہ نے اقوام متحدہ کی مدد حاصل کی۔ سلامتی کونسل کی قرارداد 1267 میں اُسامہ بن لادن کی جانب سے بین الاقوامی دہشت گردی کی سرپرستی اور دہشت گردی کے کیمپوں کا نیٹ ورک چلانے کی مذمت کی گئی اور یہ مطالبہ کیا گیا کہ طالبان اُسامہ بن لادن کو بلا تاخیر حوالے کر دیں تا کہ انہیں انصاف کے کٹہرے میں کھڑا کیا جا سکے۔

(18) 1998ء میں اُسامہ بن لادن اور القاعدہ کے مشرقی افریقہ میں بم دھماکوں میں ملوث ہونے سے متعلق امریکہ کی طرف سے ثبوت فراہم کیے جانے، مزید ظالمانہ کارروائیوں کی دھمکیاں ملنے اور اقوام متحدہ کے مطالبے کے باوجود طالبان حکومت نے ردعمل ظاہر کرتے ہوئے کہا تھا کہ اُسامہ بن لادن کے خلاف کوئی ٹھوس ثبوت موجود نہیں اور یہ کہ نہ تو انہیں اور نہ ہی ان کے نیٹ ورک کو ملک سے نکالا جائے گا۔

(19) افغانستان کے ایک سابق عہدیدار نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ طالبان اور اُسامہ بن لادن ایک ہی سکے کے دورخ ہیں۔ طالبان کے بغیر اُسامہ بن لادن افغانستان میں نہیں رہ سکتے اور نہ ہی طالبان اُسامہ بن لادن کے بغیر رہ سکتے ہیں۔

القاعدہ

(20) القاعدہ نے اسلامی ملکوں میں غیر اسلامی حکومتوں کی مخالفت کرنے کا عزم کر رکھا ہے۔

(21) القاعدہ درحقیقت امریکا مخالف ہے اور اُسامہ بن لادن اپنے پیروکاروں کو امریکیوں کو بے دردی سے قتل کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔

(22) 12 اکتوبر 1996ء کو انہوں نے جہاد کا اعلامیہ جاری کیا جو درج ذیل ہے۔

مسلمان یہودی، عیسائی اتحاد اور ان سے تعاون کرنے والوں کی طرف سے مسلط کی گئی جارحیت، عدم مساوات اور ناانصافی کا شکار ہیں۔ اب یہ جزیرہ نما عرب میں رہنے والے ہر قبیلے کا فرض ہے کہ وہ جہاد کرے، عیسائی کے قبضے سے اپنی سرزمین خالی کرائے اور ان کی دولت انہیں قتل کرنے والوں کے لیے مال غنیمت ہے۔ میرے مسلمان بھائیو! تمہارے فلسطینی بھائی اور (سعودی عرب کے) دو مقامات کی سرزمین تمہیں مدد کے لیے پکار رہی ہے۔ تم سے دشمن امریکیوں اور اسرائیلوں کے خلاف لڑائی میں شریک ہونے کا مطالبہ کر رہی ہے اور تم سے مطالبہ کر رہی ہے کہ تم دشمن کو اسلام کی مقدس سرزمین سے نکالنے کے لیے جو کچھ کر سکتے ہو وہ کرو"

بعد ازاں اسی برس اُسامہ بن لادن نے کہا: مقدس اسلامی مقامات کے امریکی قابضین کو دہشت زدہ کرنا مذہبی اور منطقی ذمے داری ہے۔ فروری 1998ء میں انہوں نے اپنے دستخط سے ایک فتویٰ جاری کیا جس میں مسلمانوں کے لیے یہ حکم بھی شامل تھا کہ امریکہ اور اس کے سول اور فوجی اتحادی جس ملک میں بھی موجود ہوں انہیں قتل کرنا ہر مسلمان کا مذہبی فریضہ ہے جب تک کہ وہ مسجد الاقصیٰ کو اپنی گرفت سے آزاد نہ کریں اور جب تک ان کی افواج مسلمانوں کے علاقوں سے واپس نہ چلی جائیں۔

اسی فتوے میں انہوں نے مسلمان اسکالروں، مسلمان رہنماؤں اور جوانوں سے شیطان امریکی فوجیوں پر حملے شروع کرنے کا مطالبہ کیا۔ انہوں نے کہا: ہم خدا کی مدد سے خدا پر ایمان رکھنے والے اور خدا کے حکم کی تعمیل کی خواہش رکھنے والے ہر مسلمان سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ جب اور جہاں کہیں بھی امریکیوں کو پائے انہیں قتل کر دے اور ان کی دولت لوٹ لے۔ ہم مسلمانوں سے یہ مطالبہ بھی کرتے ہیں کہ وہ شیطان امریکی فوجیوں، ان کے خبیث حامیوں اور اتحادیوں کے خلاف چھاپہ مار کاروائی شروع کریں اور انہیں منتشر کر دیں، جو ان کی پشت پر ہیں" جب ان سے 1998ء میں کیمیائی اور ایٹمی ہتھیاروں کے حصول کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ مسلمانوں کے دفاع کے لیے ان ہتھیاروں کا حصول مذہبی فریضہ ہے۔ الجزیرہ ٹیلی ویژن، دوحہ، قطر کو انٹرویو دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ہمارا دشمن ہر امریکی مرد ہے، خواہ وہ ہم سے براہ راست لڑے یا وہ امریکہ کو ٹیکس ادا کرتا ہو۔ اپنے دو انٹرویوز میں جو 1998ء 1999ء میں امریکی ٹیلی ویژن سے نشر ہوئے، انہوں نے ان دہشت گردوں، جنہوں نے 1993ء میں ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر حملہ کیا تھا، رول ماڈل قرار دیا۔ وہ اپنے پیروکاروں کو امریکہ کے خلاف لڑنے کی مسلسل نصیحت کرتے رہے۔

(23) 1990ء کی دہائی کے آغاز سے ہی اُسامہ بن لادن دہشت گردی کے ہتھیار کے طور پر استعمال کرنے کے لیے ایٹمی اور کیمیائی مواد حاصل کرنے کے لیے سرگرداں رہے۔

(24) اگرچہ القاعدہ کا ترجیحی ہدف امریکہ ہے لیکن اس نے واضح طور پر یہودی، عیسائی اتحاد اور ان سے تعاون کرنے والوں کے حوالے سے امریکی اتحادیوں اور شیطان امریکی فوجیوں اور خبیث اتحادی حامیوں کو بھی دھمکی دے رکھی ہے۔ بلاشبہ برطانیہ بھی ان میں شامل ہے۔

(25) ماضی میں یہ نیٹ ورک جس انداز سے چلایا جاتا رہا ہے، ہمارے حالیہ تجربے کی بنیاد پر یہ مسلسل خطرہ ہے۔ وہ افراد جنہوں نے 11 ستمبر کو دہشت گردی کی، ان جیسے دیگر افراد پر مشتمل سیل اب بھی موجود ہوں گے۔

(26) القاعدہ خود اور دوسری دہشت گرد تنظیموں کے نیٹ ورک کے ذریعے کام کرتی ہے۔ ان میں مصر کی تنظیم اسلامی جہاد، شمالی افریقہ کے مسلمانوں کے انتہا پسند، دہشت گرد گروہ اور دیگر ممالک سوڈان، یمن، صومالیہ، پاکستان اور بھارت کے جہادی گروہوں کے اراکین بھی شامل ہیں۔ القاعدہ نے متعدد دیگر ممالک میں اپنی سرگرمیوں کو آسانی سے جاری رکھنے کے لئے سیل اور افراد بھی تیار کر رکھے ہیں۔

(27) اُسامہ بن لادن، القاعدہ نیٹ ورک کے سربراہ ہیں۔ ان کے بعد ایک مجلس ہے جسے شوریٰ

کہا جاتا ہے۔ جس میں مختلف دہشت گرد گروہوں کے نمائندے جیسے مصر کے اسلامی جہاد کے رہنما ایمن الزواہری اور اُسامہ بن لادن کے قریبی ساتھی ابوحفص المصری جیسے نمائندے شامل ہیں۔ مصر کی اسلامی جہاد نامی تنظیم القاعدہ میں مدغم ہو چکی ہے۔

(28) شوریٰ کے ساتھ القاعدہ کے ایسے متعدد گروہ ہیں جو فوج، ذرائع ابلاغ، مالیات اور اسلامی مسائل سے نمٹتے ہیں۔

(29) گروہ کا ایک رکن محمد عاطف فوجی اور دہشت گردی کی کارروائیوں کے معاملات نمٹانے کا ذمے دار ہے۔ اصولی طور پر اس کی ذمے داریوں میں القاعدہ کے اراکین کو تربیت دینا بھی شامل ہے۔

(30) القاعدہ کے اراکین اُسامہ بن لادن کے احکامات پر جاں نثار کرنے کا عہد کرتے ہیں۔

(31) اُسامہ بن لادن اور القاعدہ کے بارے میں بڑے پیمانے پر شواہد اس سے قبل کے جرائم کے سلسلے میں امریکا کی جانب سے لگائے جانے والے الزامات میں موجود ہیں۔

(32) 1989ء سے اُسامہ بن لادن نے القاعدہ کے مقاصد حاصل کرنے کے لئے ٹھوس مالی اور کاروباری معاملات کا بندوبست کیا۔ ان میں تربیتی کیمپوں کے لئے زمین، ساز و سامان، بشمول دھماکہ خیز مواد کا ذخیرہ کرنے کے لئے ویئر ہاؤسز، مواصلاتی اور الیکٹرانکس آلات کی خریداری، کرنسی کی نقل و حمل، القاعدہ کے اراکین کے لئے ہتھیاروں کی خریداری اور دنیا بھر کے ملکوں میں دہشت گرد گروہوں کو مربوط کرنا شامل ہے۔

(33) 1989ء سے اُسامہ بن لادن، القاعدہ اور اس سے منسلک دہشت گرد گروہوں کے استعمال کے لئے افغانستان، پاکستان، سوڈان، صومالیہ اور کینیا میں تربیتی کیمپ اور گیسٹ ہاؤس فراہم کر رہے ہیں۔ انٹیلی جنس کے ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ فی الحال افغانستان میں کم از کم 12 کیمپ ہیں۔ ان میں سے کم از کم 4 دہشت گردوں کو تربیت دینے کے لئے استعمال کیے جاتے ہیں۔

(34) 1989ء سے اُسامہ بن لادن نے القاعدہ کو رقوم کی فراہمی، دھماکہ خیز مواد، ہتھیاروں اور کیمیائی ہتھیاروں کی فراہمی کو پوشیدہ رکھنے اور القاعدہ کے لئے کارروائیاں کرنے والوں کے سفر کی غرض سے ایک کے بعد ایک کاروبار شروع کیا۔ ان میں سے ایک ہولڈنگ کمپنی ہے جس کا نام وادی العقیق ہے۔ الہجرہ کے نام سے تعمیراتی کاروبار اور ال تھیمر المبارکہ کے نام سے زرعی کاروبار کے علاوہ لادن انٹرنیشنل اور تابا انویسٹمنٹ نامی انویسٹمنٹ کمپنیاں بھی اس

زمرے میں شامل ہیں۔

اُسامہ بن لادن اور سابقہ حملے

(36) 1992ء اور 1993ء میں محمد عاطف نے صومالیہ میں تعینات امریکی اور اقوام متحدہ کے فوجیوں کے خلاف تشدد کی کاروائیوں کی غرض سے متعدد بار صومالیہ کا دورہ کیا اور ہر موقع پر خرطوم کے ضلع ریاض میں اُسامہ بن لادن کے ٹھکانے پر واپس جا کر انہیں رپورٹ دی۔

(36) 1993ء کے موسم بہار میں عاطف سیف العدیل اور القاعدہ کے دیگر سینئر اراکین نے اقوام متحدہ کی افواج سے لڑنے کی غرض سے صومالیہ کے قبائل کو فوجی تربیت فراہم کرنا شروع کی۔

(37) 3 اور 4 اکتوبر 1993ء کو القاعدہ کے لئے کام کرنے والوں نے صومالیہ میں خدمات انجام دینے والے امریکی فوجیوں پر حملے میں حصہ لیا۔ یہ امریکی فوجی ''آپریشن بحالی امید'' کا حصہ تھے۔ اس حملے میں 18 امریکی فوجی ہلاک ہوئے۔

(38) 1993ء سے القاعدہ کے اراکین نے نیروبی میں رہنا شروع کیا اور وہاں اپنا کاروبار قائم کر لیا جس میں اسما لمیٹڈ اور تنزانائٹ کنگ شامل ہیں۔ القاعدہ کے سینئر اراکین خاص طور پر عاطف اور ابوعبیدہ البنشیری وہاں ان سے باقاعدگی کے ساتھ ملاقاتیں کرتے تھے۔

(39) 1993ء کے بعد کے عرصے میں کینیا میں القاعدہ کے اراکین نے صومالیہ میں ''آپریشن بحالی امید'' میں حصہ لینے والے امریکی فوجیوں سے انتقام لینے کی غرض سے نیروبی کے امریکی سفارت خانے پر ممکنہ حملے کے لئے بات چیت شروع کر دی تھی۔ ایک امریکی شہری اور القاعدہ کا رکن ہونے کا اعتراف کرنے والے علی محمد نے دہشت گردی کے لئے ممکنہ ہدف کے طور پر امریکی سفارت خانے کا سروے کیا۔ اس نے اس کی تصاویر اتاریں اور اسکیچ بنائے۔ اس نے یہ اعتراف بھی کیا کہ 1990ء کی دہائی کے آغاز میں اس نے افغانستان میں القاعدہ کے لئے دہشت گردی کی تربیت حاصل کی تھی اور یہ کہ جنہوں نے انہیں تربیت دی تھی، ان میں بیشتر اگست 1998ء میں مشرقی افریقہ میں ہونے والے بم دھماکے میں شریک تھے۔

(40) جون تا جولائی 1998ء میں القاعدہ کے لئے کام کرنے والے دو افراد فہد محمد علی صالم اور شیخ الوند سلیم نے ایک ٹرک خریدا اور اس کے پچھلے حصے میں بہت سی تبدیلیاں کیں۔

(41) اگست 1998ء کے آغاز میں القاعدہ کے لئے کام کرتے والے 43 افراد نیورنڈ اسٹیٹ

میں نیروبی کے امریکی سفارت خانے میں بم دھماکا کرنے کی غرض سے جمع ہوئے۔

(42) 7 اگست 1998ء کو سعودی شہری اور القاعدہ کے لئے کام کرنے والا عصام ٹرک کو چلاتا ہوا امریکی سفارت خانے میں گھس گیا۔ٹرک کے پچھلے حصے میں ایک بڑا بم رکھا ہوا تھا۔

(43) ٹرک میں ایک اور سعودی باشندہ محمد رشید داؤد الا دوالی بھی موجود تھا۔اس نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ وہ القاعدہ کے لئے کام کرتا تھا۔وہ تقریباً 1996ء سے افغانستان میں القاعدہ کے کیمپوں میں دھماکہ کرنے، ہائی جیکنگ، اغوا، قتل اور جاسوسی کی تیکنیک کی تربیت حاصل کرتا رہا۔اُسامہ بن لادن کی اجازت سے اس نے طالبان کے ساتھ مل کر لڑائی بھی لڑی۔اس نے 1996ء میں اُسامہ بن لادن سے ملاقات کی اور کسی دوسرے مشن کے بارے میں دریافت کیا تو اُسامہ نے اسے افغانستان کے کیمپوں میں خصوصی تربیت دینے کے بعد مشرقی افریقہ بھیج دیا۔

(44) جیسے ہی ٹرک سفارت خانے پہنچا، اور الا دوالی اس سے باہر کود گیا اور ایک محافظ پر گرینیڈ پھینک دیا۔عصام ٹرک کو سفارت خانے کے پچھلے حصے تک چلا کر لے گیا، پھر وہ باہر آیا اور بم دھماکہ کیا۔دھماکے سے کثیر المنزلہ سیکرٹریٹ کالج منہدم اور امریکی سفارت خانے اور کوآپریٹو بینک کی عمارت کو شدید نقصان پہنچا۔بم دھماکے سے 213 افراد ہلاک اور 4500 زخمی ہوئے۔عصام دھماکے کے دوران مارا گیا۔

(45) الا دوالی کو یہ توقع تھی کہ وہ یہ مشن پورا ہونے تک ہلاک ہو جائے گا۔وہ القاعدہ کی خاطر جان دینے کا خواہشمند تھا لیکن آخری لمحے وہ اس ٹرک سے کود گیا جس میں بم رکھا ہوا تھا، یوں وہ بچ گیا۔مشن پورا ہونے کے بعد اس کے پاس رقم، پاسپورٹ یا فرار کا کوئی منصوبہ نہیں تھا کیونکہ اسے جان سے جانے کی توقع تھی۔

(46) چند روز بعد اس نے یمن کے ایک ٹیلی فون نمبر پر کال کر کے رقم کینیا منتقل کرنے کے لئے کہا۔یمن میں اس نے جس ٹیلی فون نمبر پر کال کی تھی وہاں سے اُسامہ بن لادن کے فون نمبر پر اسی دن رابطہ کیا گیا تا کہ الدوالی کے لئے رقم کا انتظام کیا جا سکے۔

(47) نیروبی کے بم دھماکوں کے سلسلے میں ایک اور شخص محمد صادق عودھی کو بھی گرفتار کیا گیا جس نے اس کاروائی میں شریک ہونے کا اعتراف کیا۔اسے بم دھماکا کرنے والوں کے اہم ترین شریک کار کے طور پر شناخت کیا گیا۔اس نے تین دیگر افراد کے نام بھی بتائے ان سب کا تعلق القاعدہ یا مصر کی تنظیم اسلامی جہاد سے تھا۔

(48) اسی روز تقریباً اسی وقت دارالسلام میں القاعدہ کے لئے کام کرنے والوں نے امریکی سفارت خانے میں بم دھماکا کیا، جن میں 11 افراد ہلاک ہوئے۔ یہاں القاعدہ کے لئے کام کرنے والوں میں مصطفیٰ محمد فادیل اور خفلان خامس محمد ملوث تھے۔ بم ایک ٹرک میں لایا گیا تھا جسے القاعدہ کیلئے کام کرنے والے دو افراد خفلان غالانی اور شیخ احمد سلیم نے جولائی 1998ء میں دارالسلام میں خریدا تھا۔

(49) خفلان خامس محمد کو بم دھماکے کے سلسلے میں گرفتار کیا گیا۔ اس نے القاعدہ کا رکن ہونے کا اعتراف کیا اور بم دھماکا کرنے میں القاعدہ کے دیگر اراکین کو بھی ملوث بتایا۔

(50) 7 اور 8 اگست 1998ء کو القاعدہ کے دیگر دو اراکین کے پیرس، دوحہ، دبئی میں ذرائع ابلاغ کے اداروں کو فیکس کر کے دونوں بم دھماکوں کی ذمے داری قبول کی۔

(51) مشرقی افریقہ کے بم دھماکوں میں القاعدہ کے ملوث ہونے کی ایک اور شہادت اس وقت سامنے آئی جب لندن میں القاعدہ اور مصر کی اسلامی جہاد کے اراکین کے کاروبار اور ان کی متعدد رہائش گاہوں کا کھوج لگایا گیا۔ اس کارروائی کے دوران ''اسلامک آرمی فار دی لبریشن آف ہوئی پلیسز'' نامی مذہبی گروپ کی جانب سے مشرقی افریقہ میں بم دھماکوں میں ملوث ہونے کے دعوے سمیت متعدد دستاویزات ہاتھ آئیں۔

(52) الدووالی خودکش بم دھماکا کرنے والا ہوگا۔ اس نے اعتراف کیا ہے کہ اس سے کہا گیا تھا کہ وہ اس خودساختہ مذہبی گروپ کا نام استعمال کر کے اپنا وڈیو ٹیپ بنائے۔

(53) حملوں کے ذمے داری قبول کرنے کے دعوؤں سے متعلق فیکس کا سراغ ایک ٹیلی فون نمبر سے لگایا گیا جو اُسامہ بن لادن کے فون سے رابطے میں تھا۔ پریس کو بھیجا جانے والا دعوے کا خط واضح طور پر سازش سے آشنا کسی شخص نے تحریر کیا تھا۔ ان افراد نے اپنے بیان میں کہا تھا کہ کینیا میں دو سعودی باشندوں اور دارالسلام میں ایک مصری نے بم دھماکے کئے۔ غالباً یہ دعویٰ بم دھماکا ہونے سے کچھ دیر پہلے بھیجے گئے خط میں کیا گیا تھا کیونکہ انہوں نے نیروبی کے بم دھماکے میں دو سعودی باشندوں کی ہلاکت کا حوالہ دیا تھا۔ تاہم حقیقت یہ ہے کہ الدووالی آخری لمحے میں بھاگ گیا تھا اور صرف ایک سعودی باشندہ ہلاک ہوا تھا۔

(54) 22 دسمبر 1998ء کو ٹائم میگزین نے اُسامہ بن لادن سے دریافت کیا کہ آیا وہ اگست 1998ء میں ہونے والے بم دھماکوں کے ذمے دار ہیں؟ اس کے جواب میں انہوں نے کہا تھا ''خدا کی مہربانی سے امریکا اور اسرائیل کے خلاف جہاد کے لئے بین الاقوامی اسلامی

جہاد فرنٹ نے واضح فتویٰ جاری کیا ہے اور مقدس مقامات کی آزادی کے لئے مسلمان قوم سے جہاد کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ محمد ﷺ کی امت نے اس اپیل پر ردعمل ظاہر کیا ہے۔ اگر جہاد کی تحریک امریکیوں اور یہودیوں کے خلاف جرم خیال کی جاتی ہے تو تاریخ شاہد ہوگی کہ میں مجرم ہوں۔ ہمارا کام تحریک پیدا کرنا ہے اور خدا کی رحمت سے ہم نے ایسا کیا ہے۔ بہت سے لوگ اس تحریک پر ردعمل ظاہر کر رہے ہیں"۔

ان سے پوچھا گیا کہ کیا وہ حملہ آوروں کو جانتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: "وہ افراد جنہوں نے خدا کی خوشنودی کے لئے اپنی زندگیوں کو خطرے میں ڈالا، وہ صحیح لوگ تھے۔ انہوں نے مسلمان قوم پر عتاب کے خاتمے کی کوشش کی۔ ہم انہیں بلند مقام پر فائز دیکھتے ہیں اور امریکا ان سے کیا توقع کر سکتا ہے؟ کوئی چور یا مجرم جو چوری کی غرض سے کسی دوسرے ملک میں داخل ہو اس کے بارے میں توقع کی جانی چاہئے کہ پکڑے جانے کی صورت میں وہ کسی بھی وقت قتل کر دیا جائے گا۔ امریکا جانتا ہے کہ میں نے خدا کی مہربانی سے دس سال سے زائد عرصے سے اب تک اس پر متعدد حملے کئے ہیں۔ خدا جانتا ہے کہ ہم امریکی فوجیوں کو (1993ء میں صومالیہ میں) قتل کر کے خوش ہوئے ہیں۔ خدا کی مہربانی اور مجاہدین کی کوششوں سے ہم اس میں کامیاب ہوئے ہیں۔ امریکا کی مخالفت ہماری مذہبی ذمے داری ہے اور ہم اس کے لئے خدا کی جانب سے انعام کی امید کرتے ہیں میں پرامید ہوں کہ مسلمان نام نہاد سپر پاور امریکا کے خاتمے کے قابل ہو جائیں گے"۔

(55) دسمبر 1999ء میں امریکا میں القاعدہ سے تعلق رکھنے والے دہشت گردی کے سیل کی حملے کی ایک سازش پکڑی گئی تھی۔ الجزائر کے ایک باشندے احمد رسام کو امریکا اور کینیڈا کی سرحد پر روکا گیا تو اس کی کار سے بم بنانے کا مواد برآمد ہوا۔ رسام نے اعتراف کیا کہ وہ سال نو کے پہلے دن لاس اینجلس کے انٹرنیشنل ائرپورٹ پر ایک بڑا بم نصب کرنے کی منصوبہ بندی کر رہا تھا۔ اس نے بتایا کہ اس نے افغانستان میں القاعدہ کے کیمپوں میں دہشت گردی کی تربیت حاصل کی ہے۔ اس کے بعد اسے بیرون ملک جا کر امریکی شہریوں اور فوجی اہلکاروں کو قتل کرنے کی ہدایت کی گئی تھی۔

(56) 30 جون 2000ء کو القاعدہ کے ارکین اور دیگر دہشت گردوں کے ایک اور گروہ نے، جس نے افغانستان میں القاعدہ کے کیمپوں میں تربیت حاصل کی تھی، ایک امریکی تباہ کن جہاز پر دھماکہ خیز مواد سے بھری ہوئی ایک چھوٹی کشتی کے ذریعے حملے کرنے کی کوشش کی تھی تاہم ان کی کشتی حملہ ہونے سے پہلے ہی ڈوب گئی۔

(57) اسی طرح 12 اکتوبر 2000ء کو عدن کی بندرگاہ پر ایندھن لینے والے امریکی جہاز یو ایس ایس کول پر دھماکا خیز مواد سے لدی ہوئی ایک کشتی نے حملہ کیا جس سے کریو کے 17 افراد ہلاک اور 40 زخمی ہو گئے۔

(58) یو ایس ایس کول پر حملہ کرنے والے بیشتر دہشت گردوں (جس میں زیادہ تر یمنی اور سعودی تھے) نے افغانستان میں اُسامہ بن لادن کے کیمپوں میں تربیت حاصل کی تھی۔ الددوالی نے یو ایس ایس کول پر حملہ کرنے والے دو کمانڈوز کو مشرقی افریقہ کے امریکی سفارت خانے میں بم دھماکا کرنے کی تیاری اور منصوبہ بندی میں شریک کار کے طور پر شناخت کیا ہے۔

(59) 11 ستمبر سے چند ماہ قبل القاعدہ نے مشرقی وسطی اور اسلامی دنیا میں پراپیگنڈے کے لئے وڈیو کیسٹس تقسیم کی تھیں، جن پر اُسامہ بن لادن اور دیگر کو امریکی اور یہودی اہداف پر حملے کیلئے مسلمانوں کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے دکھایا گیا تھا۔

(60) امریکا اور دیگر اہداف کے خلاف تشدد بڑھانے کے لئے اسی طرح کی وڈیو کیسٹیں اگست 1998ء میں مشرقی افریقہ میں امریکی سفارت خانے پر حملے سے پہلے تقسیم کی گئی تھیں۔

اُسامہ بن لادن اور 11 ستمبر کے حملے

(61) 11 ستمبر 2001ء کو اغوا ہونے والے چار طیاروں کے مسافروں کی فہرست میں سے 19 افراد کو ہائی جیکرز کے طور پر شناخت کیا گیا۔ ان میں سے کم از کم تین پہلے ہی القاعدہ کے شریک کار کے طور پر شناخت کیے جا چکے تھے۔ ان میں سے ایک کو مشرقی افریقہ میں امریکی سفارت خانے اور یو ایس ایس کول پر حملوں میں اہم کردار ادا کرنے والے شخص کے طور پر شناخت کیا گیا۔ ہائی جیکروں کے پس منظر کے بارے میں ابھی تحقیقات جاری ہیں۔

(62) 11 ستمبر کے بعد انٹیلی جنس کے ذرائع سے حاصل ہونے والی معلومات کے ذریعے درج ذیل باتیں سامنے آئیں۔ اگرچہ ہائی جیکرز کے ساتھیوں کے نام معلوم ہیں لیکن انٹیلی جنس کی وجوہات کی بنا پر انہیں افشا نہیں کیا جا رہا ہے۔ 11 ستمبر کے بعد اُسامہ بن لادن نے ویڈیو اور دستاویزات کے ذریعے اپنے ہم خیال گروہوں کے افراد میں پروپیگنڈا مہم پر توجہ بڑھا دی تھی جس میں انہوں نے یہودی اور امریکی اہداف پر حملوں کو حق بجانب قرار دیا اور یہ دعویٰ کیا کہ اس کاروائی میں جاں بحق ہونے والوں نے خدا کی رضا کے لئے کام کیا۔ 11 ستمبر کے بعد ہمیں معلوم ہوا ہے کہ اُسامہ بن لادن نے 11 ستمبر سے ذرا پہلے خود دعویٰ کیا

تھا کہ وہ امریکہ پر بڑے حملے کی تیاری کر رہے ہیں۔ اگست اور ستمبر کے آغاز میں اُسامہ بن لادن نے اپنے قریبی ساتھیوں کو 10 ستمبر تک دنیا کے مختلف حصوں سے افغانستان واپس پہنچنے کی تاکید کی تھی۔ 11 ستمبر سے ذرا پہلے اُسامہ بن لادن کے بعض قریبی ساتھیوں نے کاروائی کے لئے 11 ستمبر یا اس کے آس پاس کی تاریخ دی تھی۔ 11 ستمبر کے بعد ہمیں معلوم ہوا کہ اُسامہ بن لادن کے ایک قریبی اور بعض سینئر ساتھی حملوں کی تفصیلی منصوبہ بندی کے ذمے دار تھے۔ اُسامہ بن لادن اور ان کے ساتھیوں کے جرم سے متعلق خصوصی نوعیت کے شواہد موجود ہیں جنہیں جاری کرنا انتہائی حساس معاملہ ہے۔

(63) اُسامہ بن لادن اب بھی القاعدہ کے انچارج اور ماسٹر مائنڈ ہیں لہٰذا انہوں نے القاعدہ میں 11 ستمبر کی سطح کے حملوں کی منظوری خود دی ہوگی۔

(64) 11 ستمبر کی کاروائی کا انداز مکمل طور پر سابقہ حملوں جیسا تھا۔ القاعدہ طویل المدت اور محتاط منصوبہ بندی، بڑے پیمانے پر ہلاکتوں کی خواہش، خودکش بم دھماکوں اور ایک ہی وقت میں کئی حملوں کی ظالمانہ خصوصیات کا ریکارڈ رکھتی ہے۔

(65) 11 ستمبر کے حملوں کی منصوبہ بندی کی نوعیت اور اس کی تربیت وہی تھی جو مشرقی افریقہ کے سفارت خانوں اور یو ایس ایس کول پر کیے جانے والے حملوں میں تھی۔ ان تینوں حملوں کے بارے میں کوئی تنبیہہ نہیں کی گئی تھی۔ بالکل اسی طرح 11 ستمبر کے حوالے سے بھی کوئی تنبیہہ نہیں کی گئی تھی۔

(66) مشرقی افریقہ کے سفارت خانے میں بم دھماکے میں ملوث القاعدہ کے لئے کام کرنے والوں نے عدالتی کاروائی کے دوران شہادت دیتے ہوئے بتایا کہ حملے کی تیاری کے لئے کس طرح گروپ نے کئی سال وہاں گزارے۔ انہوں نے مسلسل جاسوسی، صبر کے ساتھ مواد اکٹھا کرنے، کاروائی کرنے والوں کی شناخت اور بات چیت کا اہتمام کیا، جو حملہ کرنے کی صلاحیت اور اپنے مقصد کے لئے مرنے کی خواہش رکھتے تھے۔

(67) 11 ستمبر کی ظالمانہ کاروائی کرنے والے فلائٹ اسکولوں سے منسلک تھے۔ انہوں نے بھیس بدل کر بڑے جہاز کو کنٹرول کرنے کا مطالعہ کیا۔ انہیں جاسوسی کے لئے بڑے ہوائی اڈے اور روٹس پر تعینات کیا گیا تھا۔

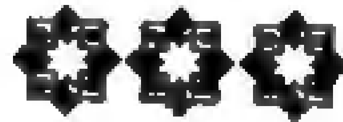
(68) مسلمانوں سمیت دیگر بے گناہ انسانوں کو مکمل طور پر نظر انداز کرنا القاعدہ کے حملوں کی خصوصیت ہے۔ مشرقی افریقہ میں بم دھماکوں کے بعد اُسامہ بن لادن نے ایک انٹرویو

میں زور دے کر کہا تھا کہ امریکہ پر حملے کے لئے مسلمانوں سمیت بے گناہ شہریوں کی ہلاکت کو درگزر کرنا ضروری ہے۔

(69) اُسامہ بن لادن کی قیادت میں القاعدہ کے نیٹ ورک کے علاوہ کوئی دوسری تنظیم 11 ستمبر جیسے حملے کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی اور نہ اس کے لئے تحریک کا باعث ہو سکتی ہے۔

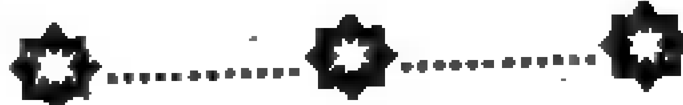
خلاصہ

(70) 11 ستمبر کے حملوں کی منصوبہ بندی اور اس پر عملدر آمد القاعدہ نے کرایا تھا۔ یہ تنظیم اس طرح کے مزید حملے کرنے کی خواہش اور وسائل رکھتی ہے۔ امریکہ اور اس کے قریبی اتحادی ایسے حملوں کا ہدف ہیں۔ ایسے حملے اُسامہ بن لادن اور طالبان کے اتحاد کے بغیر نہیں ہو سکتے۔ طالبان نے اُسامہ بن لادن کو دہشت گردی کی سرگرمیوں کو فروغ دینے، منصوبہ بندی کرنے اور ان منصوبوں پر عمل کرنے کے لئے افغانستان میں آزادانہ کام کرنے کی اجازت دے رکھی ہے۔



کتابیات

روزنامہ نوائے وقت
روزنامہ جنگ
روزنامہ خبریں
گارڈین۔لندن
سنڈے ٹائمز،لندن
نیویارک ٹائمز۔امریکہ
واشنگٹن پوسٹ۔امریکہ
ہفت روزہ تکبیر۔کراچی
ہفت روزہ [illegible]۔لاہور
ہفت روزہ فیملی میگزین۔لاہور
آبزرور۔بھارت
بنگلہ دیش ٹائمز۔بنگلہ دیش
ہفت روزہ ٹائم
ہفت روزہ نیوز ویک
ہفت روزہ ایشیا ویک
یو۔ایس،ٹوڈے





طارق اسمٰعیل ساگر کی دیگر تصانیف

اے راہ حق کے شہیدو	کارگل کرائسس	حمود الرحمٰن کمیشن رپورٹ
اسامہ بن لادن	کمانڈو	چناروں کے آنسو
دہشت گرد	فالکن کون تھا	گرفت
ڈرگ مافیا	دھوئیں کی دیوار	بے نام سی عقیدت
وطن کی مٹی گواہ رہنا	پھندہ	وادی لہو رنگ
میں ایک جاسوس تھا	اور حصار ٹوٹ گیا	جب دشمن نے للکارا
کریک ڈاؤن	کٹ آؤٹ	محاصرہ
لہو کا سفر	جاسوس کیسے بنائے	شکنجہ
را (RAW)	بیس کیمپ	ڈبل کراس
ریڈ الرٹ	اور امریکہ لرز اٹھا	[illegible]
انکل سام کا دیس	الاؤ	بھٹکا ہوا راہی